ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ

تفسیر

بیانُ السُّبحان

کا

پارہ نمبر ٦

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ

فاضلِ اجل حضرت مولانا سیّد عبدالدائم جلالی

وہ تفسیر جو رسالہ اسلامی دہلی میں ۱۳۵٦ھ سے باقساط ہر ماہ شائع ہو رہی ہے

toobaafoundation.com

عطاء الرحمٰن صدیقی مالک وسیم بک ڈپو دیوبند

نے برائے اشاعت معارف القرآن

محمدی پرنٹنگ پریس دیوبند (یوپی) سے شائع کیا

۶ چھٹا پارہ

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ

اللہ بُری بات کے چِلّا کر پکار کے کہنے کو پسند نہیں کرتا مگر ہاں جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ سننے

اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ○ اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ

والا خوب جاننے والا ہے تم کُھلم کُھلا کوئی بھلائی کرو یا چھپا کر کرو یا کسی بُرائی سے درگذر کرو (بہرحال بہتر ہے)

فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ○

کیونکہ اللہ بھی درگذر کرنے والا اور بڑی طاقت والا ہے

تفسیر شریعِ اسلام میں حقِ مہمانداری ادا کرنا تاکید کے ساتھ ضروری قرار دیا گیا تھا۔ اگر مسلمان کا کسی قصبہ میں گزر ہوتا تو اس کو اجازت تھی کہ وہاں کے باشندوں سے اپنا حقِ ضیافت بخوشی یا بجبر وصول کرے۔ اگر میزبان مہمان کی ضیافت نہ کرے تو اس کی حق تلفی سمجھی جاتی تھی اور مہمان پر ظلم سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک شخص مدینہ میں کسی قوم کے مہمان ہوئے اور کھانا طلب کیا۔ اس قوم نے اس کی مہمانی نہ کی۔ اس پر انھوں نے اس قوم کے لوگوں سے شکایت کرنی شروع کی۔ اس وقت آیت لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ نازل ہوئی۔

حاصلِ مطلب یہ ہے کہ انتقام لینا اگرچہ جائز ہے مگر درگذر کرنی بہتر ہے۔ کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا خدا تعالیٰ باوجود انتقام کی طاقت کے بہت سے گناہ معاف کرتا اور اکثر خطاؤں سے درگذر کرتا ہے اس لئے تم کو بھی معاف کر دینا چاہیے۔

مقصودِ بیان کسی کی عیب چینی، غیبت اور بدگوئی کرنے کی ممانعت، گالی گلوچ کرنے اور چیخ چیخ کر بُرا بھلا کہنے سے ضمناً باز داشت، مظلوم کو بقدرِ ظلم ظالم کو بددعا دینے اور اس کی شکایت کرنے اور اس سے انتقام لینے کی اجازت، اور بُرا بھلا کہنے والے کو بغیر زیادتی کے جواب دینے کا جواز، حلم، درگذر اور عفو کی مدلل ترغیب۔ بغیر ریاکاری کے ظاہر و باطن نیکی کرنے کا وجوب آمیز جواب وغیرہ۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ

جو لوگ اللہ کا اور اُس کے رسول کا انکار کرتے ہیں اور اللہ میں اور اُس کے پیغمبروں میں فرق

وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ

نکالتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور کفر و ایمان کے درمیان

يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ○ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا

ایک نئی راہ نکالنا چاہتے ہیں ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں اور ہم نے

toobaafoundation.com

لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○

کافروں کے لئے ذلّت کا عذاب تیار کر رکھا ہے

تفسیر سابق آیت میں مسلمانوں کو چند اخلاقی نصائح کی گئی تھیں۔ اب پھر روئے سخن یہودیوں اور عیسائیوں کی طرف کیا جاتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا اور اس کے رسولوں کا انکار کرتے ہیں یعنی خدا کو تو مانتے ہیں اور بعض رسولوں کو نہیں مانتے اور خدا کے اور اس کے پیغمبروں کے درمیان تفرقہ کرنا چاہتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ پیغمبر برحق ہیں مگر ان کو نہیں مانتے اور کہتے ہیں کہ ہم بعض انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کو سچا نہیں جانتے۔ مثلاً یہودی کہتے ہیں کہ ہم موسیٰ، داؤد اور سلیمان وغیرہ کو تو مانتے ہیں اور عزیر کے بعد جتنے نبی گزرے ہیں اُن کو نہیں مانتے۔ نہ عیسیٰ کو مانتے ہیں نہ محمدؐ کو اور عیسائی رسولِ پاکؐ کی نبوت کو نہیں مانتے حضرت عیسیٰ وغیرہ پر ایمان رکھتے ہیں اور یہ سب چاہتے ہیں کہ بیچ میں ایک راستہ جدید نکال لیں جس کے اعتبار سے بعض انبیاء کا مان لینا کافی ہو۔ کل انبیاء کو مان لینے کی ضرورت نہ ہو۔ حالانکہ خدا کی طرف سے ایسا کوئی راستہ نہیں بلکہ تمام انبیاء کو برحق ماننا ضروری ہے۔ جو لوگ تفریق کرنا چاہتے ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں۔ خدا کے کسی رسول کا انکار کرنا درحقیقت خدا کا انکار کرنا ہے۔ اس لئے ان کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور تمام کافروں کو خدا جہنم میں داخل فرمائے گا اور دُکھ کی مار دے گا۔ لامحالہ ان منکرینِ حق کو بھی جہنم میں داخل کریگا ہاں انکے برخلاف

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ

اور جو لوگ اللہ کا اور اس کے رسول کا یقین رکھتے ہیں اور ان میں سے کسی ایک سے دوسرے کو جدا نہیں سمجھتے تو ایسے لوگوں کو عنقریب اللہ

يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۟ ع

اُن کا اجر دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر جو لوگ خدا پر اور اس کے رسولوں پر صحیح ایمان رکھتے ہیں اور تمام پیغمبروں کو برحق جانتے ہیں کسی کا انکار نہیں کرتے خدا تعالیٰ اُن کو ان کے عقائد و اعمال کی پوری جزا دے گا اور اگر کچھ اعمال کی ادائیگی میں فروگذاشت ہو گئی ہوگی تو اس کو معاف فرما دے گا۔ کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔ مگر ایمان صحیح اور تمام انبیاء کو سچا جاننا ضروری ہے۔

مقصودِ بیان کسی ایک نبی کا نہ ماننا گویا خدا کا انکار کرنا ہے۔ ہر ایک نبی کو نہ ماننا کفر ہے۔ ایمانِ صحیح کے بعد اعمالی جرم قابلِ مغفرت ہے۔ وغیرہ۔

يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا

تم سے اہلِ کتاب درخواست کرتے ہیں کہ آسمان سے کوئی کتاب اُن پر تم اتار دو سو موسیٰ سے یہ اس

مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ

سے بڑھکر سوال کر چکے ہیں انھوں نے کہا تھا کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دو نتیجہ یہ ہوا کہ اس بے جا حرکت پر

toobaafoundation.com

بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ

اُن پر بجلی گری پھر کچھ مدت کے بعد انھوں نے باوجود نشانیاں آچکنے کے بچھڑے کو معبود بنا لیا تھا مگر ہم نے اس سے بھی

ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ۝ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ

در گذر کی اور موسیٰ کو صریح غلبہ عطا کیا اور ان سے قول و قرار لینے کے لئے ہم نے ان کے اوپر پہاڑ اٹھالیا

وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ

اور اُن سے کہا کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازہ میں داخل ہو اور ہم نے یہ بھی کہا تھا کہ ہفتہ کے دن زیادتی نہ کرو

وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اور پھر اُن سے پکا وعدہ بھی لے لیا

تفسیر يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ سابق آیات میں اہلِ کتاب کی ناروا حرکات کی مذمت اور اس بات کی صراحت تھی کہ یہ لوگ انبیاء میں تفرقہ کرکے بعض پر ایمان لانے کے مدعی ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔ اس آیت میں یہود کی دوسری جہالت اور عناد آمیز سوال کا ذکر کیا جاتا ہے جس سے محض سرکشی انکارِ حق اور عنادِ قلبی کا مظاہرہ کرنا مقصود تھا طلبِ حق غرض نہ تھی۔ محمد بن کعب اور سدی اور قتادہ کا قول ہے کہ یہودیوں نے جب دیکھا کہ قرآن ضوابطِ حیات، قوانینِ تمدن قواعدِ فطرت اور اصولِ نجات کے لحاظ سے ایک لاجواب اور بے نظیر کتاب ہے جس کی نظیر پیش کرنی طاقتِ بشری سے خارج ہے تو محض انکارِ حق اور عناد کی وجہ سے رسولِ پاک ﷺ سے درخواست کی کہ قرآن تو تھوڑا تھوڑا آپ پر نازل ہوا ہے اور ہوتا ہے۔ اگر آسمانی کتاب ہوتی تو تھوڑی تھوڑی کیوں نازل ہوتی۔ آپ اگر آسمان سے کوئی ایسی کتاب لکھی لکھائی بنی بنائی نازل کر دیں جیسے موسیٰؑ پر بصورت الواح نازل ہوئی تھی تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ چونکہ یہ سوال صرف عناد کی وجہ سے تھا اور جستجوئے حق غرض نہ تھی اس لئے پورا نہ کیا گیا۔

ابن جریج کہتے ہیں یہودیوں کا سوال یہ تھا کہ آپ ایک لکھی لکھائی کتاب توریت کی طرح کسی خاص شخص پر نازل کرا دیجئے جس میں آپ کے قرآن کی تصدیق موجود ہو تاکہ ہم کو قرآن کی صداقت میں تامل نہ رہے۔ چونکہ اس سوال کی بنا محض عداوت اور خصومت پر تھی کہ امرِ حق، کھلے ہوئے معجزات کلامِ معجز، اور مجموعۂ ہدایت کو تو نہ مانا جس کو ہر ہوشمند کی عقل قابلِ تسلیم سمجھتی ہے بلکہ محض خواہشاتِ نفس کی پیروی میں ایک کھیل تماشے کے خواستگار ہوئے اور وہ قرآن جس کے اندر وحدانیتِ الٰہی، اخلاقِ کریمہ، اصولِ تمدن، قواعدِ انتظامِ عالم اور قوانینِ فطرت بھرے پڑے ہیں اور اصلاحِ دنیا و آخرت کے تمام ضروری مباحث موجود ہیں اس کو بغیر غور و فکر کئے ہوئے پسِ پشت ڈال کر اپنی کینہ توزی و عناد کا ثبوت دینے کے لئے ایسی بے جا خواہش کی اور اس احمقانہ مطالبہ سے اُن کی افسوسناک حالت ظاہر ہوگئی اور یہ بات واضح ہوگئی کہ ان کے اندر کفر، ہوا پرستی، پیروئ نفس اور دشمنی عقل کا کس قدر مواد جما ہوا ہے۔ اسی واسطے ان کا سوال رد کر دیا اور صراحت کر دی گویا کہ یہ لوگ ایسی خواہش بلکہ اس سے بڑھ کر خواہش تو موسیٰؑ کے وقت میں بھی کر چکے ہیں ان پر مختلف انبیاء کے زمانوں میں ہزاروں انعاماتِ الٰہی ہوئے۔ مگر یہ اپنی سرکشی اور طغیانی حرکت سے باز نہ آئے۔ اب ان سے کیا امید ہو سکتی ہے۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ یہودی جو تم سے درخواست کرتے ہیں کہ آسمان سے کوئی لکھی لکھائی کتاب اُتار لاؤ تو یہ درخواست اُن کے نزدیک کچھ زیادہ گستاخی کی نہیں ہے اُن کی تو عادت میں ہمیشہ سے یہی سرکشی چلی آئی ہے۔ اس سے پیشتر فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ ان کے باپ دادا ہم سے

toobaafoundation.com

سے اس سے بھی بڑھ کر گستاخی کی درخواست کر چکے ہیں۔ انھوں نے یہاں تک گستاخی کی تھی کہ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً صاف کہہ دیا تھا کہ ہم کو کھلم کھلا انہی آنکھوں سے خدا کو دکھلا دو۔ اس گستاخی اور سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ اُن پر بجلی ٹوٹ پڑی مگر یہ خدا کی طرف سے اُن پر ظلم نہ تھا بلکہ بِظُلْمِهِمْ انہی کی نازیبا حرکت اور بے محل خواہش کی وجہ سے ایسا ہوا تھا۔ پھر اس بے جا درخواست اور بے ادبی کے باوجود خدا تعالیٰ نے اُن کو لکھی لکھائی توریت عطا فرمائی لیکن سرشتی کج طبع انسانوں کو معجزہ سے کیا فائدہ۔ ازلی گمراہ معجزات دیکھ کر بھی گمراہ ہی رہتے ہیں۔ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ انھوں نے موسیٰؑ کے بہت سے معجزات دیکھے۔ مصر سے لے کر توریت کے نازل ہونے تک کثیر معجزات اُن کی نظروں کے سامنے آئے مگر پھر بھی انھوں نے گوسالہ پرستی شروع کر دی اور بچھڑے کو معبود بنا لیا۔ خیر اس پر بھی فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ہم نے اُن کو معاف کر دیا اور قبولِ توبہ کا طریقہ بتا دیا۔ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا اور موسیٰ کو ہم نے سلطانِ مبین عطا کیا۔ حکومت، غلبہ، واضح حجت، معجزات اور ایک شانِ مخصوص عطا کی۔ مگر سب بے سود۔ ان کی سرکشی اور طغیانی حرکات دور نہ ہوئیں اور جب انھوں نے اپنے عہدوں کی خلاف ورزی کی اور احکامِ الٰہی پر نہ چلے تو مجبوراً وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ ہم نے اُن کے سروں پر طور کو اُٹھا دیا اور سایہ افگن کر دیا تاکہ اپنی جانوں کے خوف سے ہی وہ احکامِ الٰہی کی خلاف ورزی نہ کریں اور پابندیٔ شریعت کا عہد کر لیں (یہ قصہ سورۂ بقر میں گذر چکا ہے اور یہ واقعہ طورِ سینا کا نہیں ہے، بلکہ ہلاکِ فرعون کے بعد جب ساحل بحیرۂ قلزم کو عبور کر کے بنی اسرائیل طورِ سینا سے بہت دور ساحل ہی پر مقیم ہو گئے تھے وہیں اُن کے سروں پر ایک سرسبز اور شاداب پہاڑ کو سائبان کی طرح معلق کر دیا گیا تھا تاکہ ڈر کر احکامِ الٰہی پر عمل کرنے کا عہد کر لیں۔ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (کچھ زمانہ کے بعد) فتحِ بیت المقدس (قتادہ) یا فتحِ ایلیا یا فتحِ اریحاء کے وقت ان کو حکم دیا تھا کہ اس فتح کے شکریہ میں جب شہر کے دروازہ میں داخل ہو تو نہایت عاجزی کے ساتھ جھکے ہوئے داخل ہونا مگر انھوں نے انتہائی سرکشی سے اس کے بھی خلاف کیا اور حکمِ الٰہی کا مذاق بناتے ہوئے سرینوں کے بل گھسٹتے ہوئے چلے۔ ایک حکم ان کو یہ بھی ملا تھا کہ وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ کہ سنیچر کے دن کی عظمت کیا کرو اور اس روز کاروبار بند رکھا کرو اور اس پر وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ان سے پختہ اور سخت عہد و پیمان بھی لیا تھا مگر انھوں نے اس معاہدہ کی بھی پرواہ نہ کی اور پیمان شکنی کرتے ہوئے سبت کی عظمت نہ کی۔

مقصودِ بیان یہود کی جہالت اور ناشائستہ افعال کی مذمت، اس بات کی صراحت کہ ان کو جستجوئے حق مطلوب نہیں بلکہ محض عناد اور تعنت غرض ہے۔ کج طبعی اور سرتابی ان کا قدیم شیوہ ہے یہ ازلی گمراہ ہیں اور ازلی گمراہ کو ہدایت ناممکن ہے۔ آیات میں مسلمانوں کے لئے ایک درسِ عبرت ہے اور لطیف اشارات اس طرف ہیں کہ حق جو آنکھ اور طالبِ ہدایت قلب کی ضرورت ہے۔ عناد و طغیان، سرکشی اور کج طبعی موجبِ وبال ہے، جس کی آنکھ بینا، کان شنوا اور دل بیدار ہوتا ہے۔ وہ قرآن کے اصولِ تمدن، ضوابطِ زندگی، قوانینِ حقوق اور مسائلِ نجات دیکھ کر مطمئن ہو سکتا ہے ورنہ تمام دنیا کے معجزات و خوارقِ عادات ہدایت کے لئے کافی نہیں۔ آیت میں چند قصوں کی جانب اجمالی اشارات بھی کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً یہودیوں کا موسیٰؑ سے دیدارِ الٰہی کی دنیا میں انہی آنکھوں سے درخواست اور اس گستاخی پر اُن پر بجلی کا ٹوٹ پڑنا، یہود کا گوسالہ پرستی کرنا وغیرہ۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ

تو صرف ان کی عہد شکنی اور آیاتِ خدا کے انکار کرنے اور انبیاء کو ناحق قتل کرنے اور اس

حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ

کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں بہت کم ایمان لاتے ہیں (غلاف، دل نے کچھ نہیں) بات یہ ہے کہ اُن کے کفر کے سبب سے اللہ

toobaafoundation.com

إِلَّا قَلِيلًا ۝ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۝ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا

نے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے اور (اُن کا عدم ایمان) اُن کے کفر کرنے اور مریم پر بڑا بہتان لگانے اور اس کہنے کی وجہ سے بھی ہے کہ ہم نے مریم

قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَٰكِن

کے بیٹے عیسیٰ مسیح کو جو اللہ کے رسول تھے قتل کر ڈالا حالانکہ انھوں نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ

شُبِّهَ لَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۚ مَا لَهُم بِهِ مِنْ عِلْمٍ

اُن کو اشتباہ ہوگیا جن لوگوں نے عیسیٰؑ کے متعلق اختلاف کیا وہ بلاشبہ شک میں پڑے ہیں سوائے اٹکل پر چلنے کے اُن کو اس کی کوئی

إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۝ بَل رَّفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ

واقفی نہیں عیسیٰ کو یقیناً انھوں نے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ زبردست

عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

اور باحکمت ہے

تفسیر اب یہاں سے یہودیوں کی چند اور نازیبا حرکات اور ہدایت شکن کفر پرستیاں بیان کی جاتی ہیں تاکہ ان کی بدتہذیبی، بے ادبی، کج منشی اور شقاوتِ ازلی کا اچھی طرح مظاہرہ ہو جائے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ فَبِمَا نَقْضِهِم مِّيثَاقَهُمْ کہ ہم نے اُن پر اپنا قہر نازل کیا کیونکہ انھوں نے (موسیٰ کے سامنے) جو عہد و پیمان کئے تھے اور توحید پر قائم رہنے اور احکام شرع پر عمل پیرا ہونے کا وعدہ کیا تھا اس کو توڑ دیا (گوسالہ پرستی کی) ملک شام میں جا کر بُت پرستی اور زناکاری شروع کردی وَكُفْرِهِم بِآيَاتِ اللَّهِ اور نزولِ قہر کی یہ وجہ بھی تھی کہ آیاتِ قدرت میں عیسیٰؑ اور محمدؐ کی صداقتِ نبوت کا بیان تھا۔ اُن کا ان یہودیوں نے انکار کردیا اور معجزاتِ انبیاء کو نہ مانا اور آیاتِ قدرت سے بھی یہ صاف منکر ہو گئے وَقَتْلِهِمُ الْأَنبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ اور نزولِ قہر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ ناحق انھوں نے مختلف انبیاء (زکریا، یحییٰ وغیرہما) کو قتل کیا خصوصاً حضرت سلیمانؑ کے بعد تو بہت سے حق پرست رسول یہودیوں کے تیرِ ستم کا نشانہ بنے۔ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ اور ایک وجہ وبال ان کے لئے یہ بھی ہے کہ یہ لوگ تم سے کہتے ہیں کہ ہمارے دل علم کے ظروف ہیں جن کے اندر علم و معرفت کے خزانے بھرے پڑے ہیں، ہم کو تمہاری ہدایت کی ضرورت نہیں یا یہ مطلب ہے کہ یہودی کہتے ہیں۔ ہمارے دلوں پر ویسے ہی پردے پڑے ہیں۔ تمہارے قول کی تاثیر ہمارے دلوں پر نہیں ہو سکتی۔ خدا تعالیٰ اس کی تردید میں فرماتا ہے کہ اُن کا یہ خیال غلط ہے۔ نہ اُن کا دل مخزنِ علم ہے نہ دلوں پر غلاف ہے۔ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کے کفر کی وجہ سے اُن کے دلوں پر گمراہی اور شقاوت کی مُہر کردی ہے جس کی وجہ سے کوئی نصیحت اُن پر تاثیر نہیں کر سکتی اور ان کے دلوں کے اندر ایمان داخل نہیں ہو سکتا۔ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا لہٰذا وہ کسی طرح ایمان نہیں لاتے ہاں بعض اشخاص ضرور مومن ہو جاتے ہیں جس طرح عبداللہ بن سلام، یا یہ مطلب ہے کہ تھوڑا سا ایمان حاصل ہو سکتا ہے یعنی وہ ایمان حاصل ہو سکتا ہے جس کو وہ مانتے ہیں اور نبوت موسیٰ کی تصدیق کا یقین کرتے ہیں۔ وَبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا - ایک وجہ قہرِ الٰہی کے نزول کی یہ بھی ہے کہ انھوں نے خدا تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا انکار کیا۔ عیسیٰؑ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا اُن کے نزدیک محال ثابت ہوا اور وہ اس سے صاف انکار کر گئے بلکہ

toobaafoundation.com

(حضرت) مریم پر ایک عظیم الشان افترا بندی کی۔ مریم ایسی پاکدامن عورت اور اُس پر زکریا ایسے بوڑھے پیغمبر کے ساتھ زناکاری کی تہمت ایک عظیم بہتان تھا
جو اُن پر قہرِ الٰہی کے نازل ہونے کا سبب ہوا۔ ایک وجہ نزولِ لعنتِ الٰہی کی یہ بھی ہے کہ وَقَوْلِهِمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُولَ اللَّهِ
ان کا دعویٰ ہے کہ وہ عیسیٰ مسیح جس کو بطورِ معجزہ کے بغیر باپ کے پیدا شدہ خیال کیا جاتا ہے اور باپ کا نام نہیں لیا جاتا بلکہ ابن مریم کہا جاتا ہے اور جس
کا دعویٰ تھا کہ میں رسول اللہ ہوں ہم نے اسی رسول اللہ و ابن مریم کو قتل کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ خیال ان کا غلط ہے۔ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ
وَلَٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ حقیقت میں نہ تو انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا نہ اُن کو سولی دی بلکہ اُن کو اشتباہ ہو گیا۔ ایک اور شخص کو عیسیٰ کا ہم شکل بنا دیا گیا اور
اس کو دھوکہ میں یہودیوں نے قتل کیا۔ اس واقعہ کی تفصیل ابن کثیر نے بیان کی ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اُٹھا لینا چاہا تو حضرت عیسیٰ
مکان کے دریچہ سے نکل کر اپنے یاروں کے پاس ایک کوٹھری میں آئے جہاں بارہ حواری جمع تھے اور وجہ یہ تھی کہ یہودیوں نے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا اس لئے
باہر نہ نکل سکتے تھے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تم میں ایک آدمی ایسا ہے جو بارہ مرتبہ کفر کرے گا۔ اس کے بعد فرمایا تم میں کوئی ہے جو بجائے میرے قتل
ہونے کو پسند کرے اور جنت میں میرے ساتھ رہنے کا مشتاق ہو۔ یہ سُن کر ایک نوجوان اُٹھا اور کہنے لگا میں اس بات کو قبول کرتا ہوں۔ چونکہ وہ کم سن تھا
اس لئے حضرت عیسیٰ نے اس کو ناتجربہ کار خیال کر کے بیٹھ جانے کو حکم دیا۔ لیکن دوسری یا تیسری مرتبہ آواز دینے پر بھی جب وہی نوجوان کھڑا ہوا تو
حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا خدا تعالیٰ نے تیری ہی قسمت میں یہ دولت لکھی ہے۔ غرض اس کے بعد عیسیٰ کو تھوڑی دیر کے لئے غنودگی آگئی اور آپ کو آسمان پر
اُٹھا لیا گیا اور اس نوجوان کا چہرہ بحکمِ الٰہی حضرت عیسیٰ کے چہرے کے ہم شکل ہو گیا مگر باقی بدن اس کا اصلی ہیئت پر رہا۔ اتنے میں یہودیوں کی دوڑ اندر
داخل ہوئی اور کمبختوں نے اس نوجوان کو گرفتار کر کے سولی دے دی۔ سولی دینے اور قتل کرنے کے بعد آپس میں خود ہی تفرقہ اور اختلافِ خیال پیدا ہو گیا۔
ایک فرقہ کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ نے جب تک چاہا ہم میں رہا پھر خود ہی آسمان پر چڑھ گیا۔ یہ فرقہ یعقوبیہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ دوسرے فرقہ کا خیال
ہوا کہ مسیح خدا کا بیٹا تھا اس کو خدا تعالیٰ نے اپنے پاس بُلا لیا یہ فرقہ نسطوریہ تھا۔ تیسرا فرقہ مسلمان رہا اس کا خیال تھا کہ عیسیٰؑ خدا کے بندے اور رسول
تھے خدا نے ان کو اپنی طرف اُٹھا لیا (رواہ محمد بن اسحاق عن ابن عباس و سعید بن منصور و النسائی و ابن مردویہ و ابن جریر و عبد بن حمید و ابن
المنذر وغیرہم)۔

وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ اور جن لوگوں کو عیسیٰ کے مصلوب
ہونے میں اختلاف ہے ان کو خود ہی یقین نہیں بلکہ خواہ مخواہ ظنی باتیں کرتے ہیں۔

اکثر اہلِ روایت مفسرین اور اہلِ تحقیق کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے متعلق اختلاف کرنے والے تین فرقے تھے (۱) نسطوریہ (۲) ملکانیہ (۳) یعقوبیہ
اول گروہ کا خیال تھا کہ مسیح کو صلیب جسمانی ہوئی ہے روحانی نہیں ہوئی۔ آریس پادری کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ دوسرے فریق کا خیال تھا کہ مسیح کو روحانی صلیب
ہوئی تھی جسمانی نہیں ہوئی۔ تیسرے گروہ کی رائے تھی کہ جسمانی اور روحانی دونوں طرح مسیح کو صلیب دی گئی۔ ایک اور فرقہ تھا جو بالکل صلیب دیئے جانے
ہی کا منکر تھا بلکہ کسی اور شخص کو صلیب دی گئی تھی۔ مگر یہ تمام اختلافات صرف ظنی تھے، یقینی نہ تھے۔ کسی فرقہ کو اپنی رائے پر کامل یقین نہ تھا اب آگے
حضرت عیسیٰ کے متعلق یقینی فیصلہ کیا جاتا ہے۔ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ کہ یقیناً بلاشک و شبہ یہودیوں نے عیسیٰؑ کو قتل
نہیں کیا بلکہ خدا تعالیٰ نے عیسیٰ کو انسانی دسترس سے بچا لیا اور اوپر کو بحالتِ زندگی اُٹھا لیا۔ اب رہی آسمان کی طرف اُٹھانے کی وجہ اور اس کا امکان تو
یہ قدرتِ الٰہی سے بعید نہیں، کیونکہ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا خدا تعالیٰ کی بادشاہت طاقت تمام کائنات پر غالب ہے جیسا چاہے ویسا کر سکتا ہے
اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا ہے۔ وہ اپنے افعال میں حکیم ہے۔ اس کی حکمت کو کوئی پہنچ نہیں سکتا۔

مقصودِ بیان یہود کی کفر شعاریوں کا بیان اور اس بات کی توضیح کہ خدا تعالیٰ ظالم نہیں۔ کسی کو خدا سے بغض ذاتی نہیں۔ خدا تعالیٰ عناد ذاتی سے
کسی کو اپنی رحمت سے محروم کرنا نہیں چاہتا بلکہ یہودیوں نے مختلف اوقات میں نافرمانیاں اور سرکشیاں اور معاہدات سے
خلاف ورزیاں کیں، انبیاء کو قتل کیا، خدا کے احکام کا مذاق اُڑایا، شریعت کو ہنسی ٹھٹھا سمجھا، خدا نے بھی ان کی سلطنت چھین لی۔ بخت نصر وغیرہ کی شکل
میں اپنا قہر اُن پر نازل کیا اور ہمیشہ کے لئے سزاوارِ لعنت قرار دیا وغیرہ

toobaafoundation.com

اس بیان سے مسلمانوں کے واسطے بھی نصیحت اندوزی اور عبرت پذیری کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص شریعتِ الٰہیہ اور قوانینِ قدرت سے سرتابی کرتا ہے اُس کا بھی حشر ہوتا ہے۔

آیات میں چند باتوں کی صراحت اور بھی ہے (۱) عیسیٰ کو نہ یہودیوں نے صلیب دی نہ اور کسی طریقہ سے قتل کیا (۲) عیسیٰؑ مریمؑ کے بیٹے تھے، اُن کا کوئی باپ نہ تھا (۳) عیسیٰ رسول اللہ تھے یعنی خدا کے بیٹے نہ تھے (۴) مریم پاکدامن تھیں زنا اور بدکاری سے پاک تھیں (۵) خدا تعالیٰ نے عیسیٰ کو مع روح اور جسم کے اوپر اُٹھا لیا اور ایسے مقام پر پہنچا دیا جہاں انسانی رسائی نہیں ہو سکتی (۶) حضرت عیسیٰ کے آسمان پر لے جانے میں کیا مصلحت اور حکمت تھی تو اس کو خدا ہی خوب جانتا ہے (۷) کیا آسمان پر کسی انسان کو لے جانا ممکن بھی ہے؟ تو خدا قادرِ مطلق ہے۔ تمام کائنات اس کی مسخر اور حکم پذیر ہے۔ ایسا ہونا خلافِ عقل نہیں۔ جس نے آسمان بنایا ہے وہی شق بھی کر سکتا ہے۔

وَإِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور جتنے اہلِ کتاب ہیں سب کے سب اُن کے انتقال سے پہلے اُن پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن

يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ۚ

عیسیٰ اُن پر گواہ بنیں گے

تفسیر اس آیت کے مفسرین نے دو معنی بیان کئے ہیں۔ پہلا معنی تو یہ ہے کہ تمام اہلِ کتاب خواہ یہودی ہوں یا عیسائی یا مسلمان اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ کی رسالت پر ضرور ایمان لائیں گے۔ مسلمان پہلے ہی سے عیسیٰ کو رسول مانتے ہیں۔ رہے عیسائی تو وہ عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے کے قائل ہیں مگر جب روح نکلنے لگے گی اور عذاب کے فرشتے نگاہ کے سامنے آئیں گے تو وہ فوراً عیسیٰ کی رسالت اور خدا کی توحید کے قائل ہو جائیں گے۔ یہ قول شہر بن حوشب، عکرمہ، مجاہد، محمد بن سیرین، ضحاک، جویبر اور ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ عیسیٰ کے مرنے سے قبل ہر کتابی اُن پر ایمان لے آئے گا۔ چنانچہ صحیح حدیثوں میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان سے دوبارہ اُتریں گے اور تمام دنیا میں اسلامی شریعت قائم کریں گے۔ تو گویا آیت سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد جو اہلِ کتاب ہوں گے وہ اُن پر ایمان لے آئیں گے۔ یہ قول حسن بصری، قتادہ، ابن جبیر، عبدالرحمٰن بن زید وغیرہ کا ہے اور ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے۔ ابن جریر اور ابن کثیر نے اسی مطلب کو پسند کیا ہے اور واقع میں بھی یہی مطلب درست ہے، کیونکہ پہلے معنی کی صورت میں کوئی قطعی ثبوت ہونا چاہیئے اور ثبوت میں جو احادیث پیش کی جاتی ہیں وہ مخدوش ہیں۔ علاوہ اس کے عالمِ نزع میں جب فرشتے نظروں کے سامنے آجاتے ہیں تو تمام عالمِ غیب کا پردہ اُٹھ جاتا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ کی کیا تخصیص ہے۔

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا اور عیسیٰ قیامت کے دن تمام اہلِ کتاب پر اُس وقت کی گواہی دیں گے جب آسمان پر جانے کے قبل ان میں موجود تھے۔ چنانچہ یہودیوں پر اس طرح گواہی دیں گے کہ ان خبیثوں نے میری تکذیب کی اور میرے مار ڈالنے کا پختہ ارادہ کیا بلکہ اپنے گمان میں مجھے مردہ سمجھ لیا اور عیسائیوں پر گواہی دیں گے کہ انھوں نے میری تعلیم کے خلاف کیا۔ مجھے خدا کا بیٹا قرار دیا۔ میں ان کے عقیدہ، عمل اور قول سے بری ہوں۔ جب تک میں موجود تھا ان کی نگرانی کرتا رہا۔ میرے بعد انھوں نے کیا کیا اس کا مجھے علم نہیں ہے تجھی کو علم ہے۔

مقصودِ بیان:۔ آسمان سے حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے کی طرف وضاحت آمیز اشارہ اور حقانیتِ اسلام کے جانب تلمیح۔

toobaafoundation.com

قیامت کے قریب آسمان سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق احادیث

چونکہ آیت مذکورہ میں نزولِ عیسیٰ کے متعلق کچھ واضح اشارات ہیں۔ اور اس زمانہ میں وفات و حیاتِ مسیح کو عقائد میں داخل کر لیا گیا ہے اور نزولِ عیسیٰ کے متعلق باہم مدعیانِ اسلام میں جھگڑا پیدا ہو گیا ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اُن احادیث کو ذیل میں درج کر دیں جن سے قیامت کے قریب حضرت عیسیٰ کا نازل ہونا ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آسمان سے اُترنے کے بعد حضرت عیسیٰ دینِ اسلام کی تبلیغ کریں گے اور دینِ محمدی کا اتباع کریں گے۔ ذیل میں ہم جو احادیث ذکر کر رہے ہیں ان میں سے بیشتر حصہ علامہ ابن کثیر نے ذکر کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی مرفوعاً روایت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے عنقریب عیسیٰؑ بن مریم تم میں اُترے گا۔ انصاف کے ساتھ حکومت کرے گا۔ صلیب توڑ دے گا، سوٗر کو قتل کرے گا (یعنی عیسائی مذہب کی بیخ کنی کرے گا۔ جلالی) جزیہ کو موقوف کرے گا اور اتنا مال بہائے گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کرے گا یہاں تک کہ ایک سجدہ آدمی کو دنیا و مافیہا سے بہتر معلوم ہوگا یہ حدیث روایت کرنے کے بعد بطور ثبوت کے حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھو۔ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ (بخاری و مسلم) اور سجدہ فقط رب العالمین کے واسطے ہوگا (یعنی روئے زمین پر کوئی مشرک نہ ہوگا۔ جلالی) بروایہ ابن مردویہ۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم مقام روحاء سے حج کا یا عمرہ کا یا دونوں کا ضرور تلبیہ کرے گا (احمد و ابن ابی حاتم)

حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے تمہاری خوشی کا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ عیسیٰ بن مریم تم میں اُترے گا اور تمہارا امام (مہدی) اسی میں سے ہوگا (بخاری و مسلم و احمد)

وہ (عیسیٰؑ) تم میں اُترنے والے ہیں جب تم اُن کو دیکھنا تو پہچان لینا۔ ان کا بدن گداز ہوگا، رنگ سرخ مائل بہ سپیدی ہوگا، دو کپڑے پہنے ہوں گے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا ہے حالانکہ سر پر نمی بھی نہ ہوگی۔ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں گے۔ اس زمانہ میں سوائے اسلام کے سب مذاہب مٹ جاویں گے۔ زمین پر امانت (عدالت) نازل ہوگی۔ یہاں تک کہ چرتے ہوئے اونٹوں کے ساتھ شیر پھریں گے اور گایوں کے ساتھ چیتے اور بکریوں کے ساتھ بھیڑیئے اور سانپوں کے ساتھ بچے کھیلیں گے جب بھی کچھ ضرر نہ ہوگا۔ وہ چالیس برس زندہ رہ کر مریں گے اور مسلمان ان پر نماز پڑھیں گے (احمد ابو داؤد ابن جریر)

ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیامت اسی وقت قائم ہوگی جب کہ روم والے مقام اعماق یا دابق میں آکر فروکش ہوں گے۔ اُن سے مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ سے ایک لشکر نکلے گا جو اس وقت روئے زمین کے تمام آدمیوں سے بہتر ہوگا۔ جب یہ لشکر دشمنوں کے مقابلہ میں صف آرا ہوگا تو روم والے کہیں گے تم ہمارے اور اُن لوگوں کے درمیان سے روک چھوڑ دو جنہوں نے ہمارے آدمی قید کئے ہیں ہم اُن سے لڑیں گے۔ مسلمان کہیں گے ہرگز نہیں واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ ہم اپنے بھائیوں سے جنگ کرنے کے لئے تم کو راستہ دے دیں۔ بالآخر لڑائی ہوگی۔ مسلمانوں کا ایک تہائی لشکر شکست کھا کر بھاگ جائے گا جس کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہ کرے گا اور ایک تہائی لشکر شہید ہوگا جس کا مرتبہ خدا کے نزدیک بہت بلند ہوگا اور آخری تہائی کو فتح حاصل ہوگی۔ یہ لوگ جا کر قسطنطنیہ فتح کریں گے اور جب مالِ غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے اور تلواریں درختوں سے لٹک رہی ہوں گی کہ اتنے میں شیطان آواز دے گا دجال نے تمہارے پیچھے تمہارے گھر بار کو تباہ کر دیا۔ وہ لوگ فوراً قسطنطنیہ سے نکل کر واپس آئیں گے لیکن شیطان کی اس ندا کو غلط پائیں گے اور ملک شام میں پہنچیں گے تو دجال سے مقابلہ ہوگا۔ پھر جب اسی حالت میں نماز کی صفیں درست کی جائیں گی اور اقامت ہو چکے گی تو عیسیٰ بن مریم اُتریں گے اور مسلمانوں کے امام کے پیچھے ہی نماز پڑھیں گے۔ دجال جب عیسیٰ کو دیکھے گا تو جس طرح پانی میں نمک پگھل جاتا ہے اسی طرح پگھلنے لگے گا۔ اگر عیسیٰ اس کو یونہی (بغیر قتل کئے) چھوڑ دیں گے تب بھی وہ پگھل جائے گا۔ مگر خدا تعالیٰ عیسیٰ کے ہاتھ سے اس کو قتل کرائے گا اور اس کے خون سے بھرا ہوا نیزہ عیسیٰؑ لوگوں کو دکھائیں گے (مسلم)

toobaafoundation.com

ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے شبِ معراج میں رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ پھر خدا تعالیٰ دجال کو میرے ہاتھ سے ہلاک کرائے گا اور کافر (یہودی) بھاگتے پھریں گے۔ یہاں تک کہ درخت اور پتھر بولیں گے کہ اے مسلمان بندے یہ کافر میرے پیچھے چھپا ہے اس کو قتل کر دے۔ اس کے بعد لوگ اپنے شہروں اور وطنوں کو لوٹ جائیں گے اور اس وقت یاجوج ماجوج خروج کریں گے۔ جہاں پہنچیں گے تباہی پھیلا دیں گے الغرض جس پانی پر پہنچیں گے اس کو پی جاویں گے۔ لوگ اس کی شکایت میرے پاس لائیں گے۔ میں بد دعا کروں گا۔ خدا تعالیٰ ان کو ہلاک کر دے گا اور زمین ان کی بدبو سے متعفن ہو جائے گی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ پانی برسائے گا اور ان کی لاشیں بہا کر سمندر میں لے جائے گا۔ اس کے بعد قیامت اس طرح ہوگی جس طرح پورے دنوں والی حاملہ عورت ہوتی ہے کہ معلوم نہیں کس وقت رات دن میں اس کے بچہ پیدا ہو جائے۔ اسی طرح معلوم نہ ہوگا کہ قیامت کس وقت آجائے (رواہ احمد و ابن ماجہ)

عثمان بن عاص کی روایت میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں کے تین شہر رہ جائیں گے۔ ایک شہر مجمع البحرین پر دوسرا حیرہ میں اور تیسرا ملک شام میں۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار تاجدار ہوں گے، یہودی ہوں گے اور بہت سی عورتیں بھی ہوں گی۔ لوگوں کو سخت بھوک اور پیاس کی تکلیف پہنچے گی۔ اس وقت نماز فجر کے قریب حضرت عیسیٰ آئیں گے اور کہیں گے۔ اس امت کا سردار اسی میں سے ہوگا۔ چنانچہ مسلمانوں ہی کا ایک سردار نماز پڑھائے گا۔ پھر نماز کے بعد عیسیٰ نیزہ لے کر دجال کی طرف بڑھیں گے اور اس کو ہلاک کریں گے۔

ابو امامہ باہلیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک روز رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے خطبہ پڑھا جس میں زیادہ بیان دجال کا تھا۔ حضورؐ نے ہم کو اس روز دجال سے بہت ڈرایا اور فرمایا کہ جب سے خدا تعالیٰ نے بنی آدم کو پیدا کیا ہے اس وقت سے لے کر (قیامت تک) زمین پر دجال کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی فتنہ پیدا نہیں کیا۔ خدا تعالیٰ نے کوئی نبی ایسا پیدا نہیں کیا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ میں تمام انبیاء میں آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو۔ لامحالہ وہ تم میں پیدا ہوگا۔ اگر دجال کا خروج ایسے وقت ہوا کہ میں تمہاری پشت پر موجود ہوا تو میں ہر مسلمان کی طرف سے نبٹ لوں گا اور اگر میرے بعد اس کا خروج ہوا تو ہر شخص کو خود نبٹنا ہوگا اور میری بجائے خدا تعالیٰ ہر مسلمان کا ذمہ دار ہے۔ خوب سمجھ لو کہ دجال مردود شام و عراق کے درمیان ایک راستہ سے خروج کرے گا اور دائیں بائیں سب کو پامال کر ڈالے گا۔ اے بندگانِ خدا تم اس وقت مضبوطی سے ثابت قدم رہنا۔ میں تم کو دجال کی ایسی پہچان بتائے دیتا ہوں جو کسی نبی نے نہیں بتائی۔ وہ ظاہر ہونے کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں وہ جھوٹا ہوگا پھر زبان بدل جائے گا اور کہے گا میں تمہارا رب ہوں۔ سو یاد رکھو تم مرنے سے قبل اپنے پروردگار کو دیکھ نہیں سکتے (اور وہ تمہاری نظر کے سامنے ہوگا معلوم ہوا کہ وہ جھوٹا ہوگا) دجال کانا ہوگا اور تمہارا پروردگار یک چشم نہیں ہے۔ اس خبیث کی دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ کافر لکھا ہوگا جس کو ہر پڑھا اور بے پڑھا مومن پڑھ لے گا۔ اس کے فتنہ میں ایک بات یہ بھی ہوگی کہ اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہوگی۔ جو شخص اس کی دوزخ میں مبتلا ہو کر خدا سے پناہ مانگے گا اور سورۂ کہف کے شروع کا رکوع پڑھے گا تو وہ دوزخ اس پر ایسی ٹھنڈی ہو جائے گی جیسے ابراہیمؑ کے لئے نمرود کی آگ ٹھنڈی ہو گئی تھی۔ اس کے فتنہ کی ایک صورت یہ بھی ہوگی کہ وہ ایک دیہاتی سے کہے گا کہ میں تیرے مردہ ماں باپ کو جلوا دوں تو کیا تو مجھ پر ایمان لے آئے گا؟ وہ دیہاتی کہے گا کہ ہاں۔ چنانچہ اس دیہاتی کے ماں باپ اصلی صورت بن کر آئیں گے اور کہیں گے ہاں میرے بیٹے تو اس کی پیروی کر یہ تیرا پروردگار ہے۔ اس کے فتنہ کی ایک یہ صورت ہوگی کہ ایک مومن اس کے قبضہ میں آئے گا وہ اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دے گا۔ پھر کہے گا دیکھو میں اپنے بندہ کو زندہ کر کے اٹھاتا ہوں۔ مگر اس کو گمان پھر بھی یہی ہوگا کہ پروردگار کوئی اور ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ اس مرد مومن کو زندہ کر دے گا تو دجال خبیث کہے گا۔ بتا تیرا پروردگار کون ہے؟ وہ کہے گا۔ میرا پروردگار بس اللہ پاک ہے اور تو اے دشمنِ خدا دجال ہے۔ خدا کی قسم مجھے تیرا حال معائنہ کے بعد جیسا آج معلوم ہوا اس سے پہلے ایسا معلوم نہ تھا۔ دجال اس کو دوبارہ قتل کرنے کا ارادہ کرے گا مگر پھر اس کو دوبارہ اس پر دسترس حاصل نہ ہوگی۔ دجال کا ایک فتنہ یہ ہوگا کہ جب وہ آسمان کو پانی برسانے کا حکم دے گا تو فوراً پانی برس جائے گا اور زمین کو روئیدگی کا حکم دے گا تو فوراً سبزہ پیدا ہو جائے گا۔

ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ دجال کا گزر ایک ایسی قوم کی طرف سے ہوگا جو اس کی خدائی کی تکذیب کرتی ہوگی۔ دجال تھوڑی دیر وہاں قیام کرے گا اور وہ قوم تباہ ہو جائے گی۔ پھر دجال کا گزر ایسی قوم کی طرف سے ہوگا جو اس کو مان لے گی اور اس کی خدائی کی تصدیق کرے گی۔ وہاں دجال آسمان سے پانی برسائے گا اور زمین سے سبزہ اگائے گا اور اس گروہ کے چوپائے اسی روز موٹے تازے کوکھیں بھرے جنگل سے واپس آئیں گے جن کے تھن دودھ سے لبریز ہوں گے۔ زمین میں

toobaafoundation.com

کوئی جگہ ایسی نہ بچے گی جس کو دجال پامال نہ کرے گا۔ صرف مکہ اور مدینہ دو شہر بچ جائیں گے اس کی دسترس سے خارج ہوں گے۔ یہ وہاں جانے کا ارادہ کرے گا تو وہاں (شہر کے دروازوں پر) ننگی تلواریں لئے فرشتے ملیں گے۔ یہاں تک کہ ابل سرخ ٹیلہ کے پاس پہنچ کر مقیم ہوگا جہاں کنکریلی شور زمین ختم ہوتی ہے۔ اس وقت مدینہ کی زمین میں تین بار زلزلہ آئے گا اور کوئی منافق مرد و عورت شہر کے اندر باقی نہ رہے گا بلکہ جو منافق ہوگا وہ مدینہ سے نکل کر دجال کے پاس چلا جائے گا۔ اور مدینہ ان سے ایسا صاف ہوجائے گا جیسا بھٹی لوہے کے میل کو صاف کردیتی ہے۔ اس روز کا نام یوم الخلاص رکھیں گے۔

یہ قصہ سن کر ام شریک بنت ابو العکر نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس روز عرب کہاں چلے جائیں گے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا عرب اس وقت بہت تھوڑے ہوں گے اور ان میں سے بھی بڑا گروہ بیت المقدس کو چلا جائے گا۔ وہاں ان کا سردار ایک مرد صالح ہوگا اور فجر کی نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھا ہوگا کہ اسی وقت عیسٰی بن مریم آسمان سے اُتریں گے۔ امام مذکور عیسٰی کو دیکھ کر اُلٹے قدم پیچھے ہٹے گا تاکہ عیسٰی آگے بڑھ کر امامت کریں، مگر عیسٰی اس کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے نماز آپ ہی پڑھائیے۔ نماز کی امامت آپ ہی کے لئے مناسب ہے۔ امام مذکور نماز پڑھائے گا۔ سلام پھیرنے کے بعد عیسٰی فرمائیں گے۔ اب دروازہ کھول دو۔ حسب الحکم اس مسجد کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ باہر دجال موجود ہوگا جس کے ساتھ ستر ہزار یہودی تاجدار دو بہلی تلواریں لئے موجود ہوں گے۔ جب دجال کی نظر حضرت عیسٰیؑ پر پڑے گی تو وہ اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح پانی میں نمک پگھلتا ہے اور وہ بھاگ جانا چاہے گا۔ لیکن حضرت عیسٰیؑ فرمائیں گے تیرے جسم ناپاک پر میرا ایک وار ضرور ہوگا تو اس سے بچ نہیں سکتا۔ بالآخر حضرت عیسٰی مشرقی دروازہ لُد پر پہنچ کر دجال کو قتل کر ڈالیں گے اور مردود یہودی بھاگ نکلیں گے اور جابجا چھپتے پھریں گے۔ مگر جس چیز کی آڑ پکڑ کر چھپیں گے خدا اس چیز کو گویا بنا دے گا خواہ وہ لکڑی ہو یا درخت یا پتھر یا جانور یا دیوار مگر وہ آواز دے کر کہے گی او خدا کے مسلمان بندے یہ یہودی میری آڑ میں چھپا ہے اس کو قتل کر ڈال۔ ہاں صرف ایک درخت غرقد نہ بولے گا اور یہودیوں کو چھپا لے گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دجال کا دورِ حکومت کل چالیس دن ہوگا۔ اسی حدیث کے آخر میں حضورؐ نے فرمایا زمین میں نور ہوگا۔ اور حضرت آدمؑ کے زمانہ کی طرح نباتات میں برکت ہوگی کہ ایک خوشۂ انگور سے اور ایک انار سے چند آدمی سیر ہوجائیں گے۔ اسی حدیث میں مذکور ہے کہ خروجِ دجال سے قبل تین سال بہت سخت ہوں گے۔ لوگوں کو اس مدت میں کھانے پینے کی سخت تکلیف ہوگی پہلے سال بحکم الٰہی دو تہائی بارش ہوگی اور زمین سے بھی دو تہائی پیداوار ہوگی۔ دوسرے سال ایک تہائی بارش اور ایک تہائی پیداوار ہوگی اور تیسرے سال پانی کا ایک قطرہ نہ برسے گا اور زمین سے ایک دانہ پیدا نہ ہوگا۔ اکثر کھُر والے جانور مرجائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس زمانہ میں لوگوں کی زندگیاں کیسی ہوں گی؟ فرمایا تہلیل تکبیر اور تحمید سے (ابن ماجہ)

حضرت نواس بن سمعان کی روایت جو صحیح مسلم میں موجود ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال زمین پر چالیس برس رہے گا۔ اس کا ایک دن ایک سال کی برابر ہوگا اور ایک دن ایک ماہ کی برابر اور ایک دن ایک ہفتہ کی برابر اور باقی ایام معمولی دنوں کی برابر ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! جو دن سال بھر کی برابر ہوگا اس میں صرف ایک روز کی نماز کافی ہوگی؟ فرمایا پنج وقتی نماز کے اوقات کا اندازہ کرنا ہوگا۔ یعنی ہر شبانہ روز کی مقدار کا اندازہ کرنا پڑے گا اور ہر شبانہ روز کی مقدار میں پنج وقتی نماز ادا کرنی ہوگی۔

اسی روایت میں ہے کہ ویرانہ مقامات کے خزانے زمین سے نکل کر شہد کی مکھیوں کی طرح دجال کے پیچھے پیچھے ہوں گے۔ اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عیسٰیؑ دو فرشتوں کے بازوؤں پر ہاتھ رکھے دمشق کے سفید منارہ پر اُتریں گے۔ مجمع بن جاریہ کی روایت میں ہے کہ حضرت عیسٰیؑ دجال کو باب لُد پر قتل کریں گے (رواہ الترمذی واحمد وقال صحیح)

دجال کے متعلق بہت سے اکابر صحابہ سے احادیث مروی ہیں مثلاً عمران بن حصین، ابوبرزہ، حذیفہ بن اسید، ابوبردہ، کیسان، عثمان بن عاص، جابر، ابوامامہ، ابن مسعود، عبداللہ بن عمرو، سمرہ بن جندب، نواس بن سمعان، عمرو بن عوف، حذیفہ بن یمانؓ۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ عصر کے وقت اتریں گے۔ اس وقت نماز خود پڑھائیں گے۔ پھر صبح کی نماز امام مہدی کو پڑھانے کا حکم دیں گے۔

اب ہم اصل تفسیر کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

toobaafoundation.com

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ

الغرض یہودیوں کی شرارتوں کی وجہ سے اور راہ خدا سے لوگوں کو روکنے کے سبب سے اور باوجود ممانعت

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۙ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ

کے سود لینے کی وجہ سے اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کے باعث سے ہم نے وہ بہتیری پاک

اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝ لٰكِنِ

چیزیں جو پہلے ان کے لئے حلال تھیں حرام کر دیں اور ان میں سے کفر پر جمے رہنے والوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے ان

الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ

ان میں سے جو لوگ علم میں پختہ ہیں اور وہ ایمان دار جن کا ایمان اس کتاب پر بھی ہے جو تم پر نازل کی گئی ہے اور اس

اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ

پر بھی جو تم سے پہلے نازل کی گئی اور خصوصیت کے ساتھ نماز کی پابندی کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے اور اللہ پر اور روز قیامت

ع ۲ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ۧ

پر ایمان رکھنے والے ان کو ہم عنقریب اجر عظیم عطا کریں گے

تفسیر فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ۔ سابق آیات میں یہودیوں کی کفر شعاریاں اور سرکشیاں بیان کی گئی تھیں۔ اب اس آیت میں اُن کی سزاؤں سے جو دنیوی سزائیں اُن کو دی گئی تھیں ان میں سے بعض کا بیان کیا جاتا ہے۔ حاصل ارشاد یہ ہے کہ جو پاکیزہ چیزیں یہود پر پہلے سے حلال تھیں اور حضرت یعقوبؑ کے وقت سے حلال چلی آتی تھیں ہم نے ان کی بے جا حرکات اور خلق اللہ پر ظلم کرنے کی وجہ سے ان چیزوں کو شرعی طور پر حرام کر دیا۔ جو چیزیں یہودیوں پر حرام کر دی گئی تھیں اُن کا بیان سورۂ انعام کی آیت وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ الخ میں ہو گیا ہے۔

وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا۔ دوسری وجہ تحریم طیبات کی یہ تھی کہ وہ بہت سے بندگانِ خدا کو راہِ حق سے روکتے تھے اور جہاں تک اُن سے ممکن تھا انھوں نے ان کو اغوا کیا۔ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ۔ تیسری وجہ تحریم طیبات کی یہ تھی کہ اُن کو باوجودیکہ سود خواری سے توریت میں منع کر دیا گیا تھا مگر وہ باز نہ آئے اور کھلم کھلا سودی کاروبار کرنے لگے۔ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ چوتھی وجہ تحریم طیبات کی یہ تھی کہ ان میں کے خاص خاص آدمی اور علمائے دین لوگوں کا مال بیجا طور پر کمانے لگے اور دھڑا دھڑ رشوت لینے لگے۔ یہ چار سبب تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو شرعی طور پر اپنی بعض پاکیزہ نعمتوں سے محروم کر دیا اور یہ تو فقط دنیوی سزا تھی۔ آخرت میں خدا تعالیٰ نے وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ان میں سے منکرین حق اور کافران دین کے لئے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ چونکہ ہر قوم میں بعض لوگ اچھے اور دیندار اور سلیم الطبع اور صحیح ذوق رکھنے والے بھی ہوتے ہیں۔ یہودیوں میں بھی بعض ایسے فطری نور رکھنے والے اور جذبہ صداقت کے حامل لوگ موجود تھے۔ اس لئے ان کا بیان آیت ذیل میں کیا جاتا ہے۔

toobaafoundation.com

لٰکِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ یہ آیت بروایت ابن عباسؓ عبداللہ بن سلام، ثعلبہ بن سعید، زید بن سعید، اسید بن عبید علمائے اہل کتاب کے متعلق نازل ہوئی جو حلقۂ اسلام میں بخوشی خاطر داخل ہوگئے تھے۔ اور اپنے رسوخ علمی کی وجہ سے قرآن پر ایمان لے آئے تھے۔ ماحصل ارشاد یہ ہے کہ: جو لوگ علم دین میں کافی دستگاہ رکھتے ہیں، جن کو کمال علمی حاصل ہے اور جن کے سینے معرفت کے نور سے منور ہیں۔ یعنی اہل کتاب میں کے مخصوص علماء اعداد یا عام طبقہ یعنی مہاجر اور انصار، یہ سب قرآن پر اور گزشتہ آسمانی کتابوں پر یقین رکھتے ہیں اور فقط یقین ہی نہیں بلکہ اسلامی نماز خصوصیت کے ساتھ پابندی اوقات اور ارکان و شرائط کا لحاظ کر کے ادا کرتے ہیں اور شرعی زکوٰۃ دیتے ہیں اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کے باوجود اور اعمال و عبادات پر پابندی رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کا ایمان مبدا و معاد پر بھی ہے۔ خدا کی ذات و صفات اور روز قیامت پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کو خدا تعالیٰ اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ ان کی محنت رائیگاں نہ جائے گی۔

مقصود بیان

ہر دنیوی اور اُخروی سزا اپنی ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہوتا ہے۔ یہودی بہت سرکش تھے اور خود بھی گمراہ تھے۔ دوسروں کو بھی ہدایت یاب ہونے سے روکتے تھے۔ اہل کتاب میں بعض لوگ نور فطرت رکھنے والے بھی تھے۔ جن کے قلوب روشن ہوتے ہیں وہ وحی الٰہی کا انکار نہیں کرسکتے۔ اسلام کامل کے لئے قوتِ عملیہ اور قوتِ نظریہ کی تکمیل کی ضرورت ہے۔ وغیرہ

اِنَّآ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ کَمَآ اَوْحَیْنَآ اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَاَوْحَیْنَآ

ہم نے تمہارے پاس اسی طرح وحی بھیجی جیسے نوح کے پاس اور ان کے بعد دیگر انبیاء کے پاس بھیجی تھی اور ابراہیم

اِلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَعِیْسٰی وَاَیُّوْبَ

اسمٰعیل اسحاق یعقوب اور ان کی اولاد اور عیسیٰ ایوب یونس ہارون سلیمان کے پاس بھیجی تھی۔

وَیُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَیْمٰنَ ۚ وَاٰتَیْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ وَرُسُلًا قَدْ

اور داؤد کو ہم نے زبور دی تھی ہم نے بعض رسول (وہ بھیجے) جن کے

قَصَصْنٰهُمْ عَلَیْکَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَیْکَ ؕ وَکَلَّمَ اللّٰهُ

حالات ہم نے پہلے تم سے بیان کردیئے اور کتنے رسول ایسے بھی بھیجے جن کے حالات تم سے نہیں بیان کئے اللہ

مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۚ رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَکُوْنَ لِلنَّاسِ

نے موسیٰ سے بول کر باتیں کیں یہ سب ہم نے خوشی سنانے اور ڈرانے کے لئے بھیجے تھے تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کا اللہ پر

عَلَی اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَکِیْمًا ○

کوئی الزام نہ رہے اور اللہ زبردست مصلحت بین ہے

تفسیر محمد بن اسحٰق نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ سکین اور عدی بن زید یہودیوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ محمد ہمارے خیال میں خدا تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد کسی شخص پر کوئی کتاب یا وحی نازل نہیں کی۔ اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی اور رد کردیا گیا کہ نبوت کا طرف

toobaafoundation.com

موسیٰ میں حصر کر دینا خلافِ عقل ہے۔ جس طرح موسیٰ کے پاس وحی آئی اسی طرح موسیٰ سے قبل نوح سے لے کر تمام انبیاء پر جبرئیل کے ذریعہ سے وحی آتی رہی۔ نوح پر آئی، پھر ان کے بعد اور انبیاء پر آئی۔ ابراہیم اسمٰعیل اسحٰق یعقوب اور اولادِ یعقوب پر آئی۔ ان کے علاوہ عیسیٰ ایوب یونس ہارون سلیمان اور داؤد پر بھی آتی رہی اور خصوصیت کے ساتھ حضرت داؤد کو تو زبور عطا کی گئی۔ ان میں سے اکثر لوگوں کی نبوت کے تو یہودی بھی قائل تھے اور حضرت داؤد کو زبور ملنے کا عقیدہ رکھتے تھے۔ پھر کس طرح دعویٰ کرنا ممکن ہے کہ موسیٰ کے بعد کسی پر وحی نہیں آئی اور نہ کتاب نازل ہوئی۔ کچھ نبوت کا حصر موسیٰ ہی پر نہیں بلکہ یہ بھی نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی بارہ تیرہ آدمی نبی تھے ان کے علاوہ کوئی نبی نہیں گذرا ہے۔ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ کیونکہ کچھ نبی تو خدا نے وہ بھیجے جن کے واقعات، نام نشان وغیرہ قرآن میں بیان کر دیئے اور کچھ نبی ایسے بھی گذرے ہیں جن کے متعلق کوئی اظہار قرآن میں نہیں ہے۔ لہٰذا نبوت کو موسیٰؑ میں منحصر سمجھ لینا حماقت ہے۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا۔ خدا تعالیٰ نے موسیٰ سے بصورتِ خاص کلام کیا۔ بس اتنی بات ہے جس سے حصر نبوت کا دھوکہ ہوتا ہے۔ خلاصہ مطلب یہ نکلا کہ نبوت کا دارومدار وحی پر ہے۔ جس کے پاس وحی آتی ہو وہی نبی ہے۔ جس طرح موسیٰؑ کے پاس وحی آتی تھی اسی طرح اور انبیاء کے پاس وحی آئی ہے اور اسی طرح اے نبی تمہارے پاس وحی آتی ہے۔ نہ نبوت کسی کی خاندانی میراث ہے، نہ کوئی عجیب و غریب چیز جو انسانوں کے دماغ سے بالاتر ہو اور یہ کہا جائے اور یہ کہا جائے کہ نبی معمولی انسانوں کی طرح خورد و نوش، رفتار گفتار اور تمام اطوار سے بالاتر ہوتا ہے۔ ہاں بعض انبیاء کی کچھ خصوصی اعزازی چیزیں ہوتی ہیں۔ مثلاً داؤدؑ کو زبور عطا کی گئی اور موسیٰؑ سے خصوصی کلام کیا گیا۔ لیکن اس اعزازی وصف سے دوسروں کی نبوت کا انکار کرنا قطعاً خلافِ عقل ہے۔ معیارِ نبوت وحی ہے۔ اس کے علاوہ انبیاء کا فرض تبلیغ ہے۔ خدا تعالیٰ نے انبیاء کو وَرُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ خوش خبری دینے اور ڈرانے کے لئے مبعوث فرمایا۔ نیکوں کو نجات کی بشارت اور بدوں کو دینی و دنیوی سزاؤں سے ڈرانے کے لئے بھیجا جو اس فن کی ادائیگی میں قاصر نہ ہو اور اس کے پاس وحی آتی ہو وہی نبی ہے۔ پھر یہ خیال کس طرح کر لیا گیا کہ موسیٰؑ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا۔

اس کے علاوہ انبیاء کو بھیجنے سے اصل غرض یہ ہے کہ قانونِ الٰہی اُن کے پاس پہنچ جائے۔ بُرے بھلے کے امتیاز کی اُن کو نصیحت کر دی جائے اور لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ رسولوں کے پہنچنے کے بعد کسی کو قیامت کے دن یہ عذر کرنے کا موقع نہ ملے کہ کوئی سمجھانے والا اور قانونِ عدالت بتلانے والا ہمارے پاس نہیں بھیجا گیا تھا۔ ہم نافہم تھے، ہماری روحوں میں اتنی روشنی نہ تھی کہ خود بخود نورِ فطری کے ذریعہ سے اچھے برے میں امتیاز نہ کر سکتے اور حقوق مفروضہ ادا کر سکتے۔ تو جب انبیاء کے بھیجنے کی اصل غرض اتمامِ حجت ہے تو یہ تکمیلِ حجت صرف موسیٰؑ کے بھیجنے سے کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ موسیٰؑ سے قبل بھی ہزاروں قومیں گذر چکی ہیں اور بعد کو بھی نسلِ انسانی منقطع نہیں ہوئی تو کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ ایک موسیٰؑ کو بھیج کر لوگوں کے عذر کا ازالہ کر دیا جائے اور دوسرے کسی نبی کو نہ بھیجا جائے۔ یہ فعل وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا خدا کی حکمت کے خلاف ہے۔ حالانکہ خدا غالب اور دانا ہے۔ اس کی طاقت اور حکمت اسی کی مقتضی تھی کہ دنیا میں انبیاء کا سلسلہ قائم کر دیا جائے اور کسی کو نادانی کا عذر باقی نہ رہے۔

مقصودِ بیان معیارِ نبوت وحی ہے۔ بعض انبیاء کے کچھ خصوصی امتیازات بھی تھے۔ رسول کوئی غیر معمولی انسان جو لوازمِ انسانی سے بالاتر ہو نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک انسان ہوتا ہے۔ خدا کی وحی اس کے پاس آتی ہے۔ انبیاء کا حصر صرف اُنہی اشخاص میں نہیں ہے جن کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ بلکہ بہت سے انبیاء کا تذکرہ قرآن میں نہیں کیا گیا ہے۔ رسول کا فرض تبلیغ ہے۔ لوگوں کو ثواب کی بشارت دینا اور عذاب سے ڈرانا اور اس طریقہ سے نیکی کی طرف مائل کرنا اور بدکاری سے ہٹانا ہر نبی کا کام ہے۔ انسان فطرتاً گناہ سے معصوم نہیں۔ اسی لئے انبیاء کا سلسلہ دنیا میں قائم کیا گیا۔ انسانی تعادل اور نظامِ تمدن قائم رکھنے کے لئے قانونِ بشارت و انذار کا ہونا ضروری ہے جو نبی کے ذریعہ سے دنیا میں بھیجا گیا۔ گویا نظامِ انسانی بغیر نبوت کے درست نہیں رہ سکتا۔ وغیرہ

toobaafoundation.com

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ۭ

اللہ شاہد ہے کہ اس نے جو کچھ تم پر اُتارا اپنے علم کے موافق اُتارا اور فرشتے بھی شاہد ہیں۔

وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ

اور اللہ ہی شاہد کافی ہے جن لوگوں نے انکار کیا اور راہ خدا سے دوسروں کو روکا وہ

ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ

بھٹک کر دور جا پڑے جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا ان کو خدا ہرگز نہ بخشے گا

وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ۝ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَكَانَ

اور نہ ان کو سوائے جہنم کے اور راستہ دکھائے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ایسا کرنا

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ

اللہ پر آسان ہے لوگو! رسول تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر تمہارے پاس آئے

رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

ہیں لہٰذا تم ایمان لے آؤ تمہارا بھلا ہوگا اور اگر تم نہ مانو گے تو (سمجھ لو کہ) کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ ہی کا ہے

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

اور اللہ دانا اور مصلحت بین ہے

تفسیر - یہودیوں کی ایک جماعت رسولِ پاک کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا کہ یہودیو! تم میرے برحق نبی ہونے کو خوب جانتے ہو میری نبوت کی بشارتیں تمہاری کتاب میں موجود ہیں۔ لیکن عناد سے تم نہیں مانتے۔ یہودی بولے ہماری کتاب میں تمہارے متعلق کوئی بشارت نہیں اور نہ ہم کو تمہارے نبی ہونے کا علم ہے۔ اس کے علاوہ مکہ کے کافروں نے بھی کہا تھا کہ ہم نے اہلِ کتاب سے تمہاری نبوت کا حال دریافت کیا تھا۔ انھوں نے جواب دیا کہ ہم ان کو جانتے ہی نہیں اور نہ ان کو اپنی کتاب کے موافق پاتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ محمدؐ! خدا خوب جانتا ہے اور تمہاری نبوت کی شہادت دیتا ہے۔ اس نے جو کچھ تم پر اتارا ہے تم کو اس کا اہل سمجھ کر اتارا ہے اور خدا کے فرشتے بھی اس کی شہادت دیتے ہیں۔ کافروں کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے۔ ان کو انکار کرنے دو۔ یہ اگر حق بات کو چھپاتے ہیں اور شہادت نہیں دیتے تو نہ دیں خدا شہادت کے لئے کافی ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کس کی شہادت ہو سکتی ہے۔ جب حضورؐ کی رسالت اور قرآن کی صداقت کی شہادت منجانب اللہ اور منجانب الملائکہ ختم ہو چکی تو کور باطن یہودیوں کے فطری خبیث اوصاف کو بیان کر کے ان کی گمراہی اور گمراہ کنی کو بیان کیا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ـــ بَعِيْدًا تک۔ جن لوگوں نے خدا کا خدا کے رسول کا اور قرآن کا انکار کیا اور چشم بصیرت سے محروم ہو گئے اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ گمراہ کن۔۔

toobaafoundation.com

کو ششیں کیں اور غلط شکوک و شبہات ڈال کر اور لوگوں کو بھی راہِ حق سے روکا۔ ایسے لوگ گمراہی کے انتہائی درجہ کو پہنچ گئے۔ ایک تو خود انکارِ حق کر کے گمراہ ہے اور پھر دوسروں کو اقرارِ حق سے روکنا انتہائی درجہ کی گمراہی ہے۔ لہٰذا ایسے گمراہ اور گمراہ کن انسانوں کو اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَظَلَمُوْا سے بَیَسِیْرًا تک جو خود بھی کافر ہیں اور دوسروں کی بھی حق تلفی کرتے ہیں اور راہِ ہدایت سے روکتے ہیں خدا تعالیٰ ہرگز معاف نہیں فرمائے گا اور نہ سوائے جہنم کے راستے کے کوئی نجات کا راستہ بتائے گا۔ یہ ازلی گمراہ ہیں۔ ان کو راہِ حق نہیں مل سکتی۔ ہمیشہ وہی بات ان کو سوجھے گی جس سے سیدھے جہنم کے راستہ پر پڑ جائیں گے اور بالآخر جہنم میں پہنچ کر ہمیشہ ہمیشہ وہیں رہیں گے اور یہ سب کچھ خدا کے نزدیک آسان ہے۔ وہ جو کچھ چاہے کر سکتا ہے۔ لیکن ہر وہ ہوشمند انسان جس کی چشم بصیرت وا ہے اور موت کا اس کو یقین ہے ہرگز وہ ایک معصوم رہبر اور برحق نبی کا اتباع ترک کر کے بندہ نفس نہ بنے گا اور دائمی عذاب میں گرفتار ہونے کو پسند نہ کرے گا اس لئے یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ سے عَلِيْمًا حَكِيْمًا تک۔ لوگو! جب خدا نے تمہارے پاس نبی برحق بھیج دیا اور خدا کی طرف سے سچے احکام ہے کر رسول تمہارے پاس آگیا تو اس کی تصدیق کرو۔ اس کے قول کو سچ جانو اور اس کے حکم کو مانو۔ اگر ایسا کرو گے تو تمہارے ہی لئے بہتر ہوگا اس کا اس میں کوئی ذاتی نفع نہیں ہے اور اگر تم اس کو اور اس کے لائے ہوئے احکام کو نہ مانو گے تو نہ مانو۔ نہ اُس کا اس میں کچھ ہرج ہے نہ خدا کا۔ اپنی عاقبت خراب کرو گے، خدا کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ کیونکہ آسمانی اور زمینی تمام کائنات خدا ہی کی ہے۔ اس کو تمہاری عبادت اور اطاعت کی ضرورت نہیں۔ تمہاری نافرمانی اس کی وسیع سلطنت کو نقصان نہ پہنچا سکے گی بلکہ تمہارا ہی نقصان ہوگا۔ خدا عالم و حکیم ہے۔ اس نے شریعت اور قرآن میں تمہارے فوائد کے لئے جو خوبیاں رکھی ہیں اُن کو وہی خوب جانتا ہے۔

مقصودِ بیان

دینِ الٰہی کی صداقت کی شہادت خدا بھی دیتا ہے اور عالمِ قدس کی تمام کائنات بھی۔ جاہل انسان کی شہادت و عدم شہادت کا کوئی اعتبار نہیں۔ قانونِ الٰہی کی تصدیق کائناتِ عالم کا ذرہ ذرہ کرتا ہے۔ آیت میں بتایا گیا ہے کہ یہودیوں کی نافرمانیاں اور ضلالت انگیزیاں ان کو راہِ حق پر نہیں آنے دیتیں۔ نیز رسولِ پاکؐ کے برحق اور شریعتِ اسلامیہ کے منجانب اللہ ہونے کی صراحت کے ساتھ دعوتِ ایمان بھی دی گئی ہے اور واضح کیا ہے کہ کسی کے ایمان لانے سے خدا اور رسول کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ انسان کا خود فائدہ ہے۔ خدا کو کسی کی اطاعت سے نفع یا نافرمانی سے ضرر نہیں ہو سکتا۔ تمام کائناتِ عالم اسی کی مملوک مخلوق اور مسخر فرمائی ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ

اے اہل کتاب اپنے دین کے معاملہ میں حد سے آگے نہ بڑھو اور اللہ کی نسبت حق بات ہے بس مسیح

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول اور اس کے حکم تھے جو اللہ نے مریم کو عطا کیا تھا اور اللہ ہی کی طرف سے وہ

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ؕ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ اِنَّمَا اللّٰهُ

روح تھے لہٰذا تم اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور تین خدا کے قائل نہ ہو اس قول سے باز آؤ یہی تمہارے لئے بہتر ہے بس اللہ ہی

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا

اکیلا معبود ہے وہ اولاد سے پاک ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں سب

toobaafoundation.com

فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ؏ ۲۳

اُسی کا ہے اور اللہ ہی کام بنانے والا کافی ہے

تفسیر جب گزشتہ آیات میں یہودیوں کو ہدایت اور ترغیب آمیز ترہیب اور انذار آمیز بشارت دی جا چکی تو اب رُوئے سخن عیسائیوں کی طرف کیا جاتا ہے۔ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو نبی نہ جانتے تھے اور ہر طرح ان کی تکذیب اور توہین کرتے تھے اور عیسائی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بلکہ خدا کہتے تھے اور یہ دونوں باتیں گمراہی کی تھیں۔ کیونکہ جس طرح کسی بات میں افراط بُری چیز ہے اسی طرح تفریط بھی قبیح بات ہے اور بہترین راستہ اعتدال کا ہے اس لئے پہلے عقیدۂ تفریط کو منع کیا اب افراط کی ممانعت کرکے راہِ متوسط کی تعلیم دی جاتی ہے ارشاد ہوتا ہے کہ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۚ اے عیسائیو! اپنے دین میں غلو اور تعصب نہ کرو اور حد سے آگے نہ بڑھو اور خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق سوائے حق بات کے اور کچھ نہ کہو یعنی خدا کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرو، نہ کسی کو اس کا بیٹا بناؤ نہ بیوی۔ اس کے اوصاف کو ممکنات کے اوصاف پر قیاس نہ کرو۔ اس کو وحدہٗ لاشریک اور تمام عیوب سے پاک جانو۔ تمام عالم کو اس کی مخلوق سمجھو۔ مسیح کو خدا کا بیٹا اور مریم کو اس کی بیوی نہ جانو اللہ کو نہ کہو۔ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے اور خدا کے پیغمبر تھے۔ اس کے علاوہ کچھ نہ تھے۔ یعنی مریم کے بیٹے تھے۔ ان کا کوئی باپ نہ تھا۔ وہ خدا کے بیٹے نہ تھے بلکہ كَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ خدا کے حکم سے وہ کلمۂ کُن سے پیدا ہوئے تھے۔ خدا نے اپنی قدرتِ کاملہ سے اُن کو مریم کے پیٹ سے پیدا کر دیا تھا۔ وَرُوحٌ مِّنْهُ بحکمِ الٰہی جاندار ہو گئے تھے۔ خدا نے اپنے حکم سے اُن کو روح عطا فرمائی تھی۔ اُن کی روح کی تخلیق کسی باپ کی محتاج نہ تھی۔ لہٰذا تم اُن کو خدا یا خدا کا بیٹا یا حرامی نہ کہو۔ حرامی نبی نہیں ہوتا۔ وہ خدا کے رسول تھے مریم کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے اس لئے خدا نہیں ہو سکتے اور نہ خدا کے بیٹے ہو سکتے ہیں۔ مریم انسان تھیں۔ خدا تمام عیوب مادّیت سے پاک ہے پھر کس طرح مریم کا بیٹا خدا کا بیٹا یا خدا ہو سکتا ہے اس لئے ضروری ہے کہ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ۖ خدا پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ خدا کو ذات و صفات میں وحدہٗ لاشریک اور تمام عیوب سے پاک سمجھو، رسولوں کو رسول جانو۔ کسی کی تکذیب نہ کرو اور رسالت سے آگے بڑھ کر کسی رسول کو خدائی میں شریک نہ جانو۔ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۚ اور یہ نہ کہو کہ تین خدا ہیں یا تینوں سے مرکب ہو کر ایک خدا ہوا ہے۔ بہر حال تثلیث کے قائل اور معتقد نہ ہو یہ شرک ہے اور خدا ذات و صفات میں یگانہ و بے ہمتا ہے۔ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ تم شرک سے باز آؤ اور توحید کے قائل ہو جاؤ۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہو گا۔ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ خدا اپنی ذات و صفات میں یگانہ اور لاشریک لہٗ ہے۔ پھر عیسیٰ کس طرح خدا ہو سکتے ہیں۔ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۘ وہ کسی کا والد بھی نہیں اس سے بھی پاک اور منزّہ ہے۔ اس لئے عیسیٰ خدا کے بیٹے بھی نہیں ہو سکتے۔ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ کائنات عالم اس کی مخلوق اور مملوک ہے مخلوق و مملوک اپنے خالق و مالک کے ساتھ کس طرح ذات و صفات میں شریک ہو سکتی ہے اور کیونکر اس کے مشابہ ہو سکتی ہے اور کسی وجہ سے ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا خدا ہی سب کا کارساز کافی ہے اس کو مددگار کی ضرورت نہیں۔ پوری دلیل کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اولاد کے جھگڑے سے پاک ہے، کیونکہ اولاد ہونے سے دو اغراض وابستہ ہوتی ہیں۔ ایک باپ کی ایک اولاد کی۔ باپ کا تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ اولاد باپ کے کاروبار کی تکمیل میں مدد کرتی ہے۔ اولاد کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے باپ کے مال و متاع کی حقدار ہوتی ہے اور خدا کے ہاں یہ دونوں باتیں نہیں ہیں، کیونکہ وہ اکیلا سب کے کام بناتا ہے اس کو مددگار کی ضرورت ہی نہیں، لہٰذا اس کی اولاد ہونا بے سود ہے پھر وہ تنہا زمین و آسمان کا مالک بھی ہے۔ اس کی ملکیت کا کوئی شریک نہیں۔ لہٰذا اس کا کوئی بیٹا نہیں ہو سکتا۔

مقصود بیان غلو اور تعصب سے ممانعت، اظہارِ حق کی ہدایت، توحید و تنزیہ باری تعالیٰ کی صراحت، عیسیٰ کے خدا اور خدا کا بیٹا ہونے کی مدلل تردید، عیسیٰ کے چند خصوصی اور امتیازی اوصاف کا بیان۔ وغیرہ۔

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ

خدا کا بندہ ہونے سے نہ مسیح ہرگز عار کریں گے اور نہ مقرب فرشتے

وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۝

اور اللہ کی بندگی سے جو شخص عار اور تکبر کرے گا تو ایسے سب لوگوں کو عنقریب اللہ اپنے پاس سمیٹ کر جمع کریگا

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدُهُمْ

پھر جو لوگ مومن اور نیکوکار ہوں گے اُن کو اُن کا پورا پورا ثواب ملے گا بلکہ اپنے فضل سے زیادہ

مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

بھی دے گا اور جو لوگ عار و تکبر کرنے والے ہوں گے اُن کو دردناک عذاب کی سزا

اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ۝ يٰٓاَيُّهَا

دے گا اُن کو اپنے لئے اللہ کے سوا نہ کوئی حمایتی ملے گا نہ مددگار اے لوگو تمہارے

النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝

پاس تمہارے رب کی طرف سے دلیل پہنچ چکی اور ہم نے تمہاری طرف جگمگاتا نور نازل کر دیا

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ

تو جو لوگ اللہ پر ایمان لے آئے اور اس کو انہوں نے مضبوط پکڑ لیا ان کو عنقریب اللہ اپنی رحمت میں

وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝

داخل کرے گا اور اُن کو اپنے پاس آنے کا سیدھا راستہ دکھا دے گا

تفسیر نجران کے عیسائیوں نے حضور داتا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ محمد! آپ ہمارے مسیح پر عیب لگاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ عیسائیوں نے کہا وہ خدا کے بیٹے ہیں اور آپ ان کو خدا کا بندہ اور رسول بتاتے ہیں۔ اس سے ان کی کسر شان ہوتی ہے۔ حضور نے فرمایا خدا کا بندہ بننا تو کسی کے لئے بھی عار نہیں۔ نہ کسی کو اس سے انکار ہو سکتا ہے۔ اس وقت حضور کی تائید میں یہ آیت لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ نازل ہوئی اور چونکہ بعض لوگ فرشتوں کی بھی پرستش کرتے تھے اور اُن کو خدا کی بیٹیاں خیال کرتے تھے اس لئے ان کے رد کے واسطے ملائکہ کا بھی تذکرہ آگیا۔

حاصل یہ ہے کہ مسیح ہو یا مقرب فرشتے ہوں کسی کو خدا کا بندہ بننے اور اس کی عبادت کرنے سے ہرگز عار نہیں [illegible] ہو سکتی [illegible]

toobaafoundation.com

يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ۔ جو لوگ پروردگار کی عبادت کرنے سے عار کرتے ہیں اور اپنے نفس کو بندگی الٰہی سے بزرگ تر جانتے ہیں خدا تعالیٰ عنقریب قیامت کے دن اُن کو اور اپنے اُن بندوں کو جو خدا کا بندہ ہونے سے انکار نہیں کرتے سب کو اپنے پاس جمع کرے گا۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جو لوگ مومن اور نیکو کار ہیں اور جن کو عبادت الٰہی سے عار نہیں۔ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ تو خدا تعالیٰ اُن کے اعمال کا پورا پورا اجر عطا فرمائے گا۔ ایسی نعمتیں دے گا جو نہ دیکھی اور نہ سنی ہوں گی۔ باقی وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا جو لوگ مغرور اور سرکش ہیں اور عبادت الٰہی کو عار سمجھتے ہیں تو فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا اُن کو خدا تعالیٰ دردناک عذاب دے گا اور ایسا عذاب دے گا وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا اس سے سوائے خدا کے کوئی نجات دلانے والا اور مدد کرنے والا نہ ہوگا اور کسی میں طاقت نہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ کا مقابلہ کرکے یا اُس پر دباؤ ڈال کر کافروں کو دوزخ سے رہائی دلوا سکے اور عذاب الٰہی سے چھڑا سکے۔ الحاصل جب عیسیٰ کو اور تمام مقرب فرشتوں کو سرتابی اور سرکشی کا نتیجۂ بد معلوم ہے اور ان کو یقین ہے کہ قیامت کے دن سرکشوں کی کوئی دوستی اور حمایت کرنے والا نہ ہوگا تو کس طرح وہ بندۂ خدا ہونے سے عار کر سکتے ہیں اور کیونکر عبادت الٰہی سے انکار کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اے اہل کتاب تم اس باطل عقیدہ پر قائم مت رہو اور دعوت توحید کو قبول کرو۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ تمہارے پاس ایک دلیلِ مجسم اور برہانِ الٰہی اور حجتِ خداوندی یعنی ذاتِ محمدی صلعم آ چکی۔ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا اور تمہاری ہدایت کے لئے ہم نے ایک نور روشن یعنی قرآن اُتار دیا۔ تم اس کی تصدیق کرو۔ اس کے احکام کو مانو اور اس کی ہدایت پر عمل کرو کیونکہ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ جو لوگ خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اسی کی ذات پر توکل کرتے ہیں اس کے نازل کردہ نور کو اپنے لئے شمع راہ بناتے ہیں اور اسی کی ہدایت پر کاربند ہوتے ہیں۔ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ اُن کو خدا تعالیٰ اپنی رحمت و فضل میں داخل کرے گا۔ اپنی رحمت سے ان کو بخش دے گا اور اپنے فضل سے اُن کو مزید نعمتیں عطا کرے گا۔ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا اور اپنے پاس آنے کا۔ اپنا جلوہ دکھانے کا سیدھا راستہ ان کو بتا دے گا۔ نورِ الٰہی پر جو ستر ہزار حجاب پڑے ہیں اُن کو کم کرنے کی سبیل نور نکال دے گا۔ حق یہ ہے جو شخص خدا تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے خدا تعالیٰ خود اپنا راستہ اس کو بتا دیتا ہے۔

مقصود بیان

دنیا کی کوئی مادی اور غیر مادی جلیل القدر ہستی بندگی الٰہی سے انکار نہیں کر سکتی۔ جس مخلوق کا جتنا مرتبہ بیش ہے اتنا ہی اقرارِ عبودیت کو وہ اپنے لئے فخر خیال کرتی ہے۔ مقرب فرشتے خدا تعالیٰ کے جلیل القدر بندے ہیں۔ عیسیٰ فقط عالم ناسوتی اور مادی حیثیت سے خدا کی عبادت نہ کرتے تھے (جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے) بلکہ عالم لاہوتی اور روحانی حیثیت سے بھی عبادت الٰہی کو فخر جانتے تھے کیونکہ ملائکہ مقربین جو نورِ محض ہیں اور کثافت مادی سے بالکل پاک ہیں عبادت الٰہی کو عار نہیں جانتے۔ پھر عیسیٰ باوجود مادی اور روحانی حالات کا مجموعہ ہونے کے کس طرح عبودیت سے انکار کر سکتے ہیں۔ رسول پاک کی ذاتِ گرامی تمام عالم کے لئے برہان ظاہر اور حجت روشن تھی۔ حضور کا قول، فعل اور تمام معجزات کل عالم کے لئے حجت قاطع ہے۔ آپ مجسم حق اور خدا تعالیٰ کی قائم کردہ صریح دلیل تھے۔ قرآن نورِ روشن ہے علمی عملی تاریکیوں میں سرگرداں پھرنے والوں کے لئے شمع ہدایت اور ہدایت پانے والوں کے لئے آفتاب ہے۔

نکات

یہود و نصاریٰ افراط و تفریط میں مبتلا تھے۔ نصاریٰ کو دین کے بارے میں غلو نہ کرنے کا حکم اس لئے دیا کہ ان کے تمام عقائد فاسدہ کا اصل سبب یہ تھا کہ ان کی طبیعت مبالغہ پسند تھی۔ جہاں کسی کے معتقد ہوئے اسے حد سے زیادہ بڑھا دیا۔ اسی مبالغہ پسندی کی وجہ سے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا بنا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ پاک نے سب سے پہلے ان کو غلو ترک کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہود نے تفریط کا پہلو اختیار کیا تھا کہ مسیح کی توہین و تذلیل کی اور تہمت لگائی اور نصاریٰ نے افراط کا پہلو اختیار کرکے مسیح کو اللہ قرار دیا۔ اللہ پاک نے فرمایا کہ دونوں طریق گمراہی کے ہیں۔ اصل تو یہ ہے کہ مسیح اللہ کے رسول ہیں۔ اس کے کلمۂ کن سے پیدا ہوئے ہیں اور اسی کی بھیجی ہوئی روح ہیں۔ پس تمہیں چاہئے کہ خدا کی نسبت کوئی سخت بات نہ کہو۔ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ ان کو درجۂ الوہیت تک نہ پہنچاؤ۔ مجہول مذہب مت اختیار کرو کہ کہنے کو اللہ واحد اور اقانیم کے قائل ہو۔ اللہ تعالیٰ باعتبار جوہر کے ایک ہے تم اس کی ذات میں تعدد ثابت کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو کلمہ کہا ہے جس سے عیسائی مسلمانوں کو دھوکا دیا کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا مطلب سمجھ لینا چاہئے۔ مطلب یہ ہے کہ مسیح اللہ کے

toobaafoundation.com

کلمہ سے پیدا ہوئے ہیں یعنی لفظ کُنْ سے۔ اگرچہ تمام مخلوقات کی پیدائش اسی لفظ کُنْ سے ہوئی ہے مگر بظاہر اور لوگوں میں کچھ اسباب کا لگاؤ رہا اور تعلق ہوتا ہے اور حضرت مسیحؑ کی پیدائش میں بظاہر اسباب کا لگاؤ نہ تھا اس لئے ان پر کلمہ کا اطلاق زیادہ موزوں ہوا۔ روح اللہ کا اطلاق صرف اعزاز کی وجہ سے ہوا چونکہ حضرت مسیحؑ کی ولادت نطفہ سے نہیں ہوئی تھی اس لئے ان پر اس لفظ کا اطلاق ہوا۔ جیسا کہ کعبۃ اللہ کو بیت اللہ یعنی اللہ کا گھر کہا۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ

وہ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں — تم کہہ دو کہ اللہ تم کو — کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے — کہ اگر کوئی آدمی — لاولد مر جائے — اور — اس کی

وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا

بہن موجود ہو — تو بہن کو ترکہ کا — نصف حصہ — ملے گا — اور وہ بھی اُس بہن کا وارث ہوگا — بشرطیکہ بہن — لاولد

وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً

(مرے) — اور اگر دو بہنیں موجود ہوں تو — اُن کے ترکہ کا — دو تہائی (مال) — ملے گا — اور اگر چند بھائی بہن موجود

رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ۭ

ہوں، کچھ مرد کچھ عورتیں — تو ایک مرد کو — دو عورتوں کے — حصّے کے — برابر ملے گا — اللہ کھول کر تم سے بیان کرتا ہے تاکہ تم بہک نہ جاؤ

وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ع ۲۴

اللہ — سب کو — جانتا ہے

تفسیر سورۂ نساء کی ابتدا میں میراث کے کچھ احکام بیان کئے گئے تھے اب اختتام پر بھی کلالہ کی میراث کے متعلق ہی کچھ تفصیل بیان ہے تاکہ ابتدا اور انتہا باہم مربوط ہو جائے۔ بات یہ ہے کہ قرآن پاک نور ہے اور اس کی روشنی سے کچھ لوگ ہدایت حاصل کرتے ہیں اور کچھ ویسے ہی انکار اور تردد کی تاریکیوں میں سرگرداں پھرتے ہیں۔ پہلے فرقہ والے اس دنیا کو اپنے نسبی بھائیوں یعنی کافروں اور مشرکوں کے لیے چھوڑ جاتے ہیں اور جو حصے اور میراث کافروں کے آخرت میں ہونا ممکن تھے اُن کے جاکر وارث ہو جاتے ہیں اور دوسرے فرقہ والے آخرت کے حصول کو ترک کرتے ہیں اور دنیوی مال و منال جو پہلے فرقہ نے چھوڑ دیا ہے اور جس سے وہ فرقہ دست بردار ہو گیا ہے اس پر قابض ہو جاتے ہیں۔ کافروں کی حالت کلالہ میت کے مثل ہوتی ہے۔ کلالہ اُس میت کو کہتے ہیں جس کے نہ ماں باپ زندہ ہیں نہ اولاد۔ اسی طرح کافروں کے عقائد (جو مثل باپ اور ماں کے ہیں) جن پر ان کی حقیقی حیات کا دارومدار ہے صحیح اور زندہ نہیں ہوتے اور نہ اعمالِ صالح (جو مثل نتیجہ اولاد کے ہیں) زندہ رہتے ہیں تو گویا کافر مثل کلالہ کے ہو گیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ۭ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ۔ اس آیت میں کلالہ کی میراث کے چار احکام بیان کئے ہیں اور بلا قید بیان کئے ہیں لیکن ازروئے اجماع یہ مسائل اور احکام بعض قیود کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ہم ہر حکم کے ساتھ ساتھ قید بھی بیان کریں گے۔

toobaafoundation.com

(۱) اگر میت کی اولاد (اور ماں باپ) نہ ہوں اور صرف ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو تو بہن کو کل ترکہ کا نصف ملے گا۔ اگر میت کا کوئی عصبہ ہوگا تو باقی اس کو مل جائے گا۔ ورنہ لوٹ کر باقی نصف بھی بہن کو مل جائے گا۔

(۲) اگر کوئی عورت کلالہ مر جائے اور صرف ایک بھائی حقیقی یا علاتی موجود ہو تو کل مال کا وارث ہوگا۔

(۳) اگر کوئی مرد کلالہ مر جائے اور دو حقیقی یا علاتی بہنیں موجود ہوں تو کل ترکہ کا دو تہائی دونوں بہنوں کو ملے گا اور بقیہ تہائی عصبہ نہ ہونے کی صورت میں، انہی بہنوں کو مل جائے گا۔

(۴) اگر کلالہ کے پس ماندگان میں چند بھائی بہن ہوں تو مرد کو دہرا اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا۔

ہدایت خاص حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے علاتی بھائی بہن محروم ہیں اور حقیقی بہن کی موجودگی میں کبھی بالکل محروم ہوتے ہیں اور کبھی حصہ کم ہو جاتا ہے۔ اب ایک صورت باقی رہتی ہے کہ کلالہ میت کی دو سے زیادہ حقیقی بہنیں موجود ہوں تو ان کا حصہ کیا ملے گا؟۔ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ دو بہنیں ہوں یا دو سے زیادہ سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ بہر حال دو ثلث ملیں گے۔ کیونکہ ان آیات کا سبب نزول حضرت جابرؓ اور ان کی بہنیں تھیں اور ان کی بہنیں دو سے زیادہ تھیں اور حضرت جابرؓ کے نہ کوئی اولاد تھی نہ ماں باپ صرف بہنیں تھیں جو کئی تھیں۔

اب آگے خداوند تعالیٰ ان تمام احکام کو بیان کرنے کی علت بیان فرماتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا۔ یعنی ہم نے یہ احکام و شرائع اس لئے بیان کئے یا خدا تعالیٰ اپنے احکام اس لئے بیان فرماتا ہے کہ تم گمراہ نہ ہو اور غلطی سے بچ جاؤ، کیونکہ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ o خدا تعالیٰ ہر چیز سے اور ہر حکم سے اور ہر مصلحت سے بخوبی واقف ہے۔ احکام میراث کی مصلحت بھی جانتا ہے۔ لہٰذا اس کے بیان کردہ احکام کو دل سے مانو اور ان کی تعمیل کرو۔

مقصود بیان میراث کلالہ کی تفصیلی حالت۔ اس بات کی صراحت کہ کلالہ اس مرد یا عورت کو کہتے ہیں جس کی اولاد نہ ہو لیکن اجماع سے ثابت ہے کہ کلالہ کے جس طرح اولاد نہیں ہوتی اسی طرح ماں باپ بھی نہیں ہوتے۔ گویا جس کے فروع و اصول نہ ہوں اس کو کلالہ کہتے ہیں۔ آیات سے صاف ظاہر ہے کہ مرد کا حصہ عورت کے حصے سے دوگنا ہے اور اس کی مصلحت سے خدا ہی خوب واقف ہے

سُوْرَةُ الْمَآئِدَةِ مَدَنِيَّةٌ وَّهِیَ مِائَةٌ وَّعِشْرُوْنَ اٰيَةً وَّسِتَّ عَشَرَ رُكُوْعًا

سورہ مائدہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو بیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

اس سورۃ کا نام سورہ مائدہ اور سورۂ منقذہ ہے اور مختلف روایات کے اعتبار سے ۱۲۲ یا ۱۲۳ یا ۱۲۰ آیات ہیں۔ بروایت قرطبی بالاجماع یہ سورت مدنی ہے۔ لیکن محمد بن کعب قرظی کے قول پر اس سورت کا نزول حجۃ الوداع کے سال مکہ اور مدینہ کے درمیان بحالت رفتار ہوا ہے۔ اسماء بنت یزید کی روایت سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت اسماءؓ کی روایت ہے کہ میں حضور اقدس صلعم کی اونٹنی عضباء کی مہار پکڑے ہوئے تھی کہ یہ سورت پوری نازل ہوئی اور قریب تھا کہ وحی کے بوجھ سے اونٹنی کا بازو ٹوٹ جائے (رواہ احمد بسند صالح) امام عمر کی پھوپھی سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے (رواہ ابن مردویہ)۔

سورہ مائدہ کی آیات منسوخ ہونے کا بیان عمرو بن شرحبیل کا قول ہے کہ سورہ مائدہ کی آیات کا کوئی حصہ منسوخ نہیں ہوا۔ شعبی نے آیت يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ وَلَا الْقَلَآئِدَ کو منسوخ قرار دیا ہے اور ابن عباسؓ نے آیت فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ الخ کو بھی منسوخ کہا ہے۔ ضمرہ بن حبیب اور عطیہ بن قیس سے مرفوعاً روایت ہے اور حضرت عائشہ سے غیر مرفوع طور پر

toobaafoundation.com

مروی ہے کہ یہ سورت آخر میں نازل ہوئی لہٰذا تم اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھو۔

اس سورت کے احکام

حضرت میسرہ کا قول ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس سورت میں آیت وَالْمُنْخَنِقَةُ سے اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تک اٹھارہ حکم بیان فرمائے جو کسی اور سورت میں بیان نہیں فرمائے۔ بعض لوگوں نے انیسواں حکم بھی زائد کیا ہے جو آیت وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ الخ سے مستنبط ہوتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۥ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا

ایمان والو! عہد پورے کرو سوائے اُن چوپایوں کے جن کی حالت آگے سنائی جائیگی سب مویشی

يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۝

چوپائے تمہارے لئے حلال کر دیئے گئے مگر احرام کی حالت میں شکار حلال نہ سمجھنا اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے

تفسیر اہلِ جاہلیت نے اپنی خواہشات نفسانی سے حکمِ الٰہی کے خلاف اپنے اوپر اکثر چوپائے حرام کر رکھے تھے۔ ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ ارشاد ہوتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۥ مسلمانو! عقود کو پورا کرو۔ عقود سے مراد عہد ہیں خواہ وہ بندے کے اور خدا کے درمیان ہوں یا ایک بندے کے دوسرے بندے کے ساتھ ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس چیز کو حرام کر دیا ہے اس کو حرام سمجھو اور جس چیز کو حلال کہا ہے اس کو حلال جانو۔ جس چیز کا حکم دیا ہے اس کو کرو اور جس چیز کی ممانعت کی ہے اس سے باز رہو۔ تمام حدودِ قرآنیہ پر کاربند ہو جاؤ۔ غدر، دھوکہ، فریب کاری اور عہد شکنی نہ کرو۔ آپس کے معاہدات کی تکمیل کرو بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہوں۔ عقود کی یہ تفسیر ابن عباس سے مروی ہے۔ قتادہ کے نزدیک وہ معاہدات مراد ہیں جو دورِ جاہلیت میں مسلمانوں نے قبل اسلام آپس میں کر لئے تھے اور قسمیں کھائی تھیں، لیکن اس میں بھی وہی شرط لگائی ہوگی کہ خلاف شرع نہ ہو۔

زید بن اسلم سے روایت ہے کہ آیت اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ میں چھ قسم کے عہد مراد ہیں۔ عہدِ الٰہی[1]، عقدِ حلف[2] یعنی ایک دوسرے کی امداد وغیرہ کا معاہدہ، عقدِ شرکت[3] یعنی تجارتی یا جائیدادی شرکت کا معاہدہ، عقدِ بیع[4]، عقدِ نکاح[5]، عہدِ قسم[6]۔ غرض یہ کہ جو عہودِ الٰہی قرآن و حدیث میں مذکور ہیں وہ بھی آیت میں مراد ہیں اور جو عہد کہ شرع کے موافق ایک انسان دوسرے سے کر سکتا ہے۔ مثلاً امانت، تجارت، شرکت معاہدات ملکی و مالی وغیرہ وہ بھی مراد ہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! جب تم ایمان لا چکے اور اس عہدِ ازلی کی تکمیل کر چکے جو فطرتاً ہر انسان سے لیا گیا تھا تو اب حدودِ قرآنیہ پر بھی پابند ہو جاؤ اور خدا کے اوامر و نواہی پر عمل پیرا بن جاؤ اور باہمی عہد و میثاق کا بھی احترام کرو خواہ وہ ملکی ہو یا مالی، شخصی ہو یا قومی مسلم سے ہو یا غیر مسلم سے، جاہلیت کے زمانے کا ہو یا اسلام کے دور کا۔ بہرحال جو بات کہو اور جو ذمہ داری لو اس کو پورا کرو اور پھر ذیل کے احکام حلت و حرمت پر بھی کاربند ہو جاؤ۔

اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ خدا تعالیٰ نے چوپایوں کا گوشت کھانا بعد ذبح کر دینے کے حلال کر دیا ہے اور چوپایوں کی دیگر چیزوں سے بھی انتفاع جائز کر دیا ہے، لیکن اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ آئندہ آیت (حرمت علیکم المیتۃ الخ) میں جن چیزوں کا گوشت کھانے کی ممانعت اور جن چیزوں سے انتفاع حاصل کرنے کی بازداشت ہے وہ اس حکم جواز سے مستثنیٰ ہیں ان کو حلال کرنے کے لئے بھی نہ کھاؤ۔ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَ

toobaafoundation.com

اَنْتُمْ حُرُمٌ ط پھر ایک شرط یہ بھی ہے کہ احرام کی حالت میں شکار کرنے کے قابل جانوروں کا گوشت وغیرہ شکار کرنے والے کے لئے ناجائز ہے اور حالتِ احرام میں کسی شکار کو شکار کرنا درست نہیں البتہ جو چوپائے قابلِ شکار نہیں اُن کا گوشت کسی وقت اور کسی کے لئے جائز نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ ہ یعنی احکام کی حلت و حرمت کا خدا کو اختیار ہے جس چیز میں بندوں کی مصلحت اور فائدہ دیکھتا ہے اُس کی اجازت دیتا ہے۔ اُس پر یہ اعتراض عبث ہے کہ وہ جانوروں کے کھانے کی اجازت دے کر اپنے بندوں کو ظلم اور دُکھ دینے کی اجازت کیوں دیتا ہے یا بعض جانوروں کو حلال اور بعض کو حرام کیوں قرار دیتا ہے اور حکم میں تفریق کیوں کرتا ہے کیونکہ مختار مطلق ہے۔

مقصودِ بیان فطری اور ازلی میثاق اور باہمی ملکی، ملی اور اصلاحی معاملات کے ایفاء کا حکم باستثناء بعض تمام چوپایوں کے کھانے کی اجازت حرم کے اندر بحالت احرام شکار کرنے کی ممانعت اور شکاری کو ایسا شکار کھانے سے بازداشت۔ خدا تعالیٰ کے مختار مطلق ہونے کی صراحت وغیرہ۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْیَ

مسلمانو! اللہ کی نشانیوں کی اور حرمت والے مہینہ کی بے توقیری نہ کرو اور نہ حرم میں قربانی ہونے والے جانوروں کی

وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ

اور نہ اُن جانوروں کی جن کے گلے میں پٹے پڑے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو اپنے پروردگار کے فضل و خوشنودی کے طلب میں کعبہ کے ارادہ سے

رِضْوَانًا ط وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ط

جارہے ہیں اور جب تم احرام سے باہر آجاؤ تو شکار کرلو۔

تفسیر ایک شخص مسلمہ بن ہند بکری قافلے میں کچھ تجارتی غلہ اور کھانے پینے کا سامان لے کر مدینہ آیا۔ سامان فروخت کرلے کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی، جب مسلمان ہو کر واپس جانے لگا تو حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فاجر آیا اور غادر (عہد شکن) گیا۔ چناں چہ چند روز بعد جب مسلمہ یمامہ کو پہنچا تو مرتد ہوگیا پھر ماہ ذیقعدہ میں کچھ تجارتی سامان لے کر قافلہ کے ساتھ مکہ کو چلا تو مسلمانوں کی ایک جماعت نے راستہ میں اُس سے تعرض کرنے کا ارادہ کیا اس کی ممانعت میں آیت یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ الخ نازل ہوئی۔

شعائر سے مراد بقول ابن عباسؓ مناسک حج اور بقول ابن کثیر محارم دین اور بقول مجاہد صفہ مروہ ہدی اور بدنہ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں ممنوعات دین کو حلال نہ سمجھو یا مناسک حج کو ادا کرو اور جو شخص مناسک حج ادا کرنا چاہتا ہے اس کو مت روکو وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ اور نہ ماہہائے حرام (رجب، ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم میں قتال و فساد کو حلال سمجھو یعنی ان مہینوں میں خون ریزی نہ کرو (ابن عباس، مقاتل، عبدالکریم بن مالک جزری) وَلَا الْهَدْیَ اور نہ بیت الحرام کو قربانی کے جانور بھیجنا ترک کرو (ابن کثیر) یا یہ مطلب کہ اُن جانوروں کو نہ روکو کہ جو قربانی کرنے کے لئے حرم کو لے جائے جارہے ہوں۔ وَلَا الْقَلَآئِدَ اور نہ قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹہ باندھنے کو ترک کرو۔ (ابن کثیر) یا یہ مطلب کہ جن جانوروں کے گلے میں پٹہ بندھا ہو اُن کو نہ لوٹو اور نہ روکو۔ وَلَآ آٰمِّیْنَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ (اللہ) وَرِضْوَانًا۔ اور نہ اُن لوگوں سے تعرض کرو جو بیت اللہ کا ارادہ کرکے آئے ہوں تاکہ تجارت کے ذریعہ سے وہاں رزق پیدا کریں اور حج کرکے اپنے گمان کے موافق رضائے الٰہی کے طلبگار ہوں (سیوطی بروایت مجاہد و ابوالعالیہ)

toobaafoundation.com

پوری آیت کا حاصل مطلب یہ نکلا کہ اللہ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی نہ کرو۔ اگر کافر بھی کعبہ میں نذر لائیں تو نہ لوٹو اور نہ ماہہائے حرام میں اُن کو مارو اور نہ کعبہ کے آنے والوں کو ستاؤ اور نہ کافروں کو مسجد حرام میں آنے سے روکو۔ اس آیت کے دو حکم بعد کو منسوخ ہو گئے۔ ایک تو حج یا عمرہ کے لئے کافروں کو بیت اللہ میں جانے کی اجازت دوسرے ماہہائے حرام میں قتال کی ممانعت۔ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا یعنی اوپر کی آیت میں جو حرم کے اندر شکار کرنے کی ممانعت ہے وہ حرم کے اندر احرام کی حالت میں ہے۔ اگر تم لوگ احرام سے نکل آؤ اور حج عمرہ پورا کر لو تو شکار کر سکتے ہو یعنی جس طرح بغیر احرام شکار کرنا جائز تھا اب بھی جائز ہو گیا۔

مقصودِ بیان خدا تعالیٰ کے نام کی چیزوں کی بے حرمتی کرنے کی ممانعت، نذر الٰہی سے تعرض نہ کرنے کا حکم خواہ کافر نذر پیش کرے یا مسلم۔ بیت اللہ کے جانے والوں کو نہ روکنے کی ہدایت اور اُن کے مال کو نہ لوٹنے کا حکم۔ اس بات کی طرف اشارہ کہ حاجی کے لئے مکہ میں تجارت کرنی اور رزق کمانا ممنوع نہیں۔ احرام سے خارج ہونے کے بعد شکار کرنے کی اباحت وغیرہ۔

وقف لازم وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ

اور کسی قوم کی دشمنی اس بنا پر کہ انھوں نے تم کو مسجد حرام سے روک دیا اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم اس پر زیادتی کرنے لگو

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا

ہاں نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور زیادتی میں باہم مددگار نہ بنو اور اللہ سے

الربع اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

ڈرتے رہو اللہ کی سزا سخت ہے

تفسیر ٦ھ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے مع صحابہ کے عمرہ کرنے کے لئے مکہ کو جانا چاہا جب مقام حدیبیہ پر پہنچے تو وہاں قریش ہوئے مشرکین مکہ نے جنگ کی تیاری کر دی اور کعبہ کا طواف کرنے سے مانع آ گئے اور علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم آپ کو مکہ کے اندر داخل نہ ہونے دیں گے نہ عمرہ کرنے دیں گے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو! میں لڑنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ اگر تم اجازت دو گے تو عمرہ کروں گا ورنہ واپس چلا جاؤں گا۔ بالآخر جب مشرکین بالکل آمادۂ جنگ نظر آئے تو حضور ﷺ نے عمرہ کا ارادہ ترک کر دیا اور ایک عہدنامہ ہو گیا۔ حضور اقدس ﷺ صحابہ کے ہمراہ واپس تشریف لے آئے، مگر صحابہ بھی عرب کے شیر دل بہادر تھے۔ اگرچہ اسلامی تعلیم نے اُن کی حالت بہت کچھ بدل دی تھی اور صلح و امن رافت و چشم پوشی کی تعلیم دی تھی اور کامل طور پر رواداری سکھا دی تھی مگر پھر بھی کفار کی یہ زیادتی اور سرکشی اُن کو سخت ناگوار معلوم ہوئی اور دو سال کے بعد جب مسلمانوں کو قوت اور اسلام کو غلبہ حاصل ہو گیا تو انھوں نے بھی ۸ھ میں کافروں سے انتقام لینا چاہا اور حج کو جانے والے مشرکوں کو روکنے اور لوٹنے کا ارادہ کر لیا اُس وقت آیت لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا نازل ہوئی۔ (زید بن اسلم)

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مشرکوں نے جو تم پر زیادتی کی تھی اور بلا وجہ عمرہ کرنے سے روک دیا تھا تم اس بات سے دلوں میں بغض اور عداوت رکھ کر اُن پر زیادتی کر کے اور معاہدے کی خلاف ورزی کر کے مجرم نہ بنو۔ انتقام کا خیال چھوڑ دو۔ اُس قوم کے بغض کی وجہ سے جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے تم عدالت سے باہر قدم نہ رکھو۔ بُری بات کے عوض میں برائی نہ کرو بلکہ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ہر نیکی اور پرہیزگاری کی بات میں ایک دوسرے کی شرکت کرو جس کار خیر کا تم کو حکم دیا گیا ہے اور جس کار بد سے تم کو منع کیا گیا ہے اس کی بالاتفاق تعمیل کرو۔ وَلَا تَعَاوَنُوْا

toobaafoundation.com

عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ اور گناہ کے کاموں میں اور حدودِ الٰہی کے مخالف امور میں باہم مدد نہ کرو، نہ کسی کی شرکت کرو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ بِرّ ہر وہ چیز ہے جس کا تم کو حکم دیا گیا ہو۔ ابن عطیہ کے نزدیک یہ ہر واجب اور مستحب نیکی کو شامل ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اثم سے مراد کفر اور عدوان سے مراد ظلم ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ اثم سے مراد گناہ ہے یعنی ہر وہ فعل جو شرعاً ممنوع ہو اور عدوان سے مراد ظلم ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ باثم سے مراد گناہ ہے یعنی ہر وہ فعل جو شرعاً ممنوع ہو اور عدوان سے مراد حد شرعی سے تجاوز ہے۔ حضرت وابصہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور نے فرمایا بِرّ وہ ہے جس پر دل کو اطمینان ہو جائے اور اثم وہ ہے جو دل میں کھٹکتا رہے اور جس سے سینے میں (جواز و عدم جواز کا) تردد رہے۔ اگرچہ لوگ (اس کے جواز کا) فتویٰ دے دیں (رواہ البخاری فی تاریخہ واحمد وعبد بن حمید) نواس بن سمعان کی روایت ہے حضور نے فرمایا بِرّ خوش خلقی ہے اور اثم وہ ہے جس سے دل میں کھٹکا رہے اور جس پر لوگوں کا مطلع ہونا اچھا نہ معلوم ہو (رواہ البخاری فی الادب واحمد ومسلم ابن ابی شیبۃ والترمذی والبیہقی) حاصل مطلب یہ ہے کہ مسلمانو! نیکی کے کام میں ایک دوسرے کی شرکت کرو اور بدی وظلم پر کسی کی امداد نہ کرو۔

چونکہ باہم معاونت بغیر آپس کی خیر خواہی کے ممکن نہیں ہے، اس لئے بدلالۃ النص باہم اتفاق رکھنا اور ایک دوسرے کی خیر خواہی بھی کرنی ضروری ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ خدا سے ڈرتے رہو اپنے اور بیگانے کے معاملے میں نفع اور نقصان کی صورت میں جنگ اور صلح میں جلوت وخلوت میں تقویٰ اور خدا ترسی کو پیشِ نظر رکھو تاکہ کسی پر زیادتی نہ ہو جائے۔ إِنَّ اللّٰهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اس کی مخالفت کی سزا آسان نہیں ہے۔ لہٰذا اُس کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو۔

مقصودِ بیان ایثار و رواداری صلح و امن رافت اور درگزر کی تعلیم باہم اتفاق و اتحاد رکھنے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی کرنے کی ہدایت۔ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں باہم امداد کرنے کا حکم۔ خواہ امداد جانی ہو یا مالی۔ عملی ہو یا دستی یا زبانی۔ کفر وظلم گناہ و سرکشی زیادتی اور خلاف شرع کام میں باہم موالات کرنے کی ممانعت۔ آیت میں لطیف اشارات اس طرف بھی ہیں کہ معاہدے کی خلاف ورزی تعلیم اسلامی کے خلاف ہے۔ خواہ معاہدہ اپنے واسطے مفید ہو یا مضر۔ غیر قوموں کے ساتھ رواداری سے کام لیا جائے۔ مال کے لالچ میں اور انتقام کے جذبے سے مجبور ہو کر کسی کو نیکی سے روکنا اور کسی کے جان و مال کے درپے ہونا شریعت کے حکم کے مخالف ہے۔ دنیا و دین کے ہر کام میں اتقاءِ الٰہی کو پیشِ نظر رکھنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ نفسانی جذبات خواہ اُن میں دین کی بھی آمیزش ہو واجب الترک ہیں۔ وغیرہ۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهِ وَ

مرا ہوا خون سور کا گوشت اور جس چیز پر غیر اللہ کا نام پکارا جائے اور گلا گھٹ کر مرا ہوا

الْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

جانور اور چوٹ سے مرا ہوا جانور اور گر کر مرا ہوا جانور اور سینگ لگ کر مرا ہوا جانور اور جس کو درندہ نے کھا لیا ہو باستثنار اُس

ذَكَّيْتُمْ ۚ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذٰلِكُمْ

جانور کے جس کو تم نے ذبح کر لیا ہو اور وہ جانور جو کسی تھان پر ذبح کیا گیا ہو اور پانسے ڈال کر باہم تقسیم کرنا تمہارے لئے حرام کر دیا گیا ہے یہ سب

فِسْقٌ ۗ اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ

گناہ ہے آج کافر تمہارے دین کی طرف سے ناامید ہو گئے لہٰذا تم اُن سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو

toobaafoundation.com

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ

آج میں نے تمہارا مذہب کامل کردیا اور تم پر اپنا احسان پورا کردیا اور تمہارا دین بننے کے لئے اسلام کو پسند

دِيْنًا ۭ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

کرلیا ہاں جو شخص بھوک سے مجبور ہو جائے مگر گناہ کی طرف اُس کا میلان نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر پہلی آیت اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ میں کچھ حرام چیزوں کے بیان کی طرف اجمالی اشارہ تھا اور یہ بتا دیا گیا تھا کہ سوا اُن چیزوں کے جن کا ذکر آگے آتا ہے اور تمام چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ اب اس آیت میں اُن ہی حرام چیزوں کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَي النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ۭ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۔

اس آیت میں گیارہ قسم کی حرام چیزوں کا بیان ہے۔ (۱) مُردار (۲) خون (۳) سور کا گوشت (۴) جس جانور پر خدا کے سوا کسی اور کا نام پکارا گیا ہو (۵) جو جانور گلا گھونٹنے سے مر جائے (۶) جو جانور لاٹھی یا پتھر وغیرہ مارنے سے مر جائے (۷) جو جانور اونچے سے گر کر یا پانی میں ڈوب کر مر جائے (۸) جو جانور سینگ لگنے سے مر جائے (۹) وہ جانور جس کو کسی درندے نے پھاڑ کر کھایا ہو (۱۰) وہ جانور جس کو بتوں پر چڑھایا گیا ہو (۱۱) تیروں سے (یعنی پانسہ وغیرہ سے) فال لینا۔ ہم تفصیل وار ہر ایک کو ذیل میں ذرا بسط سے بیان کرتے ہیں:-

(۱) مردار یعنی وہ جانور جو بغیر ذبح کئے مرا ہو اور شرعی طور پر اس کو شکار بھی نہ کیا گیا ہو۔ (ابن کثیر) اس حرمت میں ہر مردار جانور داخل ہے خواہ چرند ہو یا پرند۔ خشکی کا ہو یا دریا کا۔

(۲) خون یعنی بہتا ہوا خون۔ عرب کا دستور تھا کہ خون کو جما کر بھون کر کھاتے تھے۔ آیت میں اس کی بھی ممانعت کر دی گئی، لیکن حکم اوّل سے مردار مڈی اور مچھلی اور حکم دوم سے کلیجی اور تلی مستثنیٰ ہیں۔ حضرت عائشہ، ابن عباسؓ اور سعید بن جبیرؒ سے بھی یہی تفسیر مروی ہے۔ ابن عمرؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ ہمارے واسطے دو مردار جانور اور دو خون حلال رکھے گئے ہیں۔ مُردہ جانور تو مڈی اور مچھلی ہیں اور خون سے مراد تلی اور کلیجی ہے (رواہ الشافعی واحمد وابن ماجہ والدارقطنی والبیہقی) ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے سمندر اور دریا کا حکم دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا اُس کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مُردار یا مُردہ مچھلی حلال ہے (رواہ مالک والشافعی والاحمد والبو داؤد والترمذی والنسائی وابن ماجہ وابن حبان وابن خزیمۃ) عکرمہ کہتے ہیں حضرت ابن عباسؓ سے تلی کا حکم دریافت کیا گیا۔ فرمایا اس کو کھاؤ۔ عرض کیا گیا وہ تو خون ہے فرمایا حرام تو خون جاری ہے (رواہ ابن ابی حاتم)

(۳) سور کا گوشت یعنی کل سور سر سے پاؤں تک نجس اور حرام ہے۔ چربی، ہڈی، خون، گوشت، کھال اور بال سب ایک ہی حکم میں ہیں۔ مردار وغیرہ کی چربی کا استعمال بھی ناجائز ہے۔ (صحیحین)

(۴) غیر اللہ کے نام پر چھوڑا ہوا اور ذبح کیا ہوا جانور۔ مفسرین نے بالاتفاق اس کی تفسیر میں بیان کیا ہے کہ جو جانور غیر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہو اس کا کھانا حرام ہے بعض مفسرین یہ کہتے ہیں کہ جس جانور کو غیر اللہ کے نام پر چھوڑا گیا ہو جیسے اس زمانے میں سانڈ چھوٹے پھرتے ہیں وہ بھی حرام ہیں۔ اگرچہ اُن کو خدا کا نام لے کر ذبح کر لیا جائے۔

(۵) گلا گھونٹا ہوا جانور خواہ کسی آدمی نے اس کی گردن مروڑ دی ہو یا خود بخود اُس کے گلے میں پھندا پڑ کر دم گھٹ جائے۔

(۶) چوٹ کھا کر مرا ہوا جانور۔ جاہلیت کے زمانے میں لوگ لاٹھی وغیرہ سے مار کر کھا لیا کرتے تھے۔ یہاں اس کی ممانعت کر دی گئی۔ یعنی جو جانور بغیر آلۂ دھار دار کے کسی پتھر یا لاٹھی وغیرہ کی ضرب سے مرا ہو اس کا کھانا حرام ہے۔ غلّہ اور گولی کا شکار بغیر ذبح کئے حرام ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اگر بسم اللہ کہہ کر بندوق چلائی اور گولی سے کوئی جانور مر گیا اور ذبح نہ ہو سکا تو حلال ہے۔ بندوق کا حکم تیر اور شکاری کتے کی طرح ہے جس طرح تیر کو یا شکاری کتے کو بسم اللہ کہہ کر چھوڑنے کے بعد شکار کو ذبح کرنے کی ضرورت نہیں رہتی اسی طرح بندوق وغیرہ کی گولی اگر بسم اللہ کہہ کر چھوڑی جائے اور جانور مر جائے تو مردار نہ ہوگا۔

(۷) اوپر سے نیچے گر کر مر جانے والا جانور خواہ پہاڑ سے گر کر مرے (ابن عباس) یا کنویں میں گر کر مر جائے (قتادہ)

(۸) وہ جانور جو کسی دوسرے جانور کے سینگ مارنے سے مر گیا ہو اور ذبح نہ کیا گیا ہو یہ بھی مردار ہے۔

(۹) وہ جانور جس کو کسی درندہ نے سپھاڑ کھایا ہو اور بغیر ذبح کئے مر جائے تو وہ بھی حرام ہے۔ اِن مؤخر الذکر چاروں قسم کے جانور ذبح کر لئے جائیں تو حلال ہیں۔ لیکن ناخن اور دانت سے اگر حلقوم وغیرہ قطع کر دیا جائے تو وہ ذبیحہ نہ ہوگا۔ کسی دھار دار چیز سے ذبح ہونا چاہیئے۔ خواہ تلوار، چھری، چاقو ہو یا دھار دار پتھر یا دھار دار کھپاچ وغیرہ۔

(۱۰) بتوں پر بھینٹ چڑھائے ہوئے جانور۔ جاہلیت کے زمانے میں عرب کا دستور بھی تھا اور اس زمانے میں بھی ہندوؤں میں رواج ہے کہ بتوں پر یا ان گھڑت پتھروں پر جانوروں کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ ایسے جانوروں کا گوشت وغیرہ بھی حرام ہے اور یہ فعل بھی قطعاً حرام ہے۔ بلکہ جن مقامات پر لوگ متبرک سمجھ کر اللہ کے سوا دوسروں کی نذر نیاز چڑھاتے ہیں۔ جیسے دیوی اور دیوتاؤں کے تھان یا طاق یا مٹی کا چبوترہ یا درخت یا قبر وغیرہ۔ ان سب مقامات پر چڑھایا ہوا ذبیحہ حرام ہے۔

(۱۱) فال کے یا جوئے کے تیروں سے تقسیم کرنا۔ عرب کے لوگوں نے پانسوں کی جگہ تیر بنا رکھے تھے اور ان سے طرح طرح جُوا کھیلتے تھے۔ مثلاً دس آدمیوں نے مل کر اونٹ ذبح کیا تو اس کی تقسیم ان تیروں کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ کسی تیر پر آدھا، کسی پر چوتھائی، کسی پر چھٹا حصہ اور کسی پر ساتواں حصہ وغیرہ لکھا ہوتا تھا اور کوئی تیر خالی ہوتا تھا۔ پھر پانسہ پڑتا تھا نشانی کے تیر والے کو اس کے موافق حصہ ملتا تھا۔ جس کے پاس خالی نشانی کا تیر آجاتا تھا اُس کا کچھ حصہ نہ ہوتا تھا۔ کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ تیروں سے فال لیتے تھے۔ کعبہ کے اندر تیروں کا گٹھہ رکھا ہوا تھا۔ کسی تیر پر حکم اور کسی پر ممانعت کے لفظ لکھے ہوتے تھے۔ اگر کسی کو کوئی ضرورت درپیش ہوتی تو وہ کعبہ کے دربان کے پاس جاتا۔ کعبہ کا متولی اندر سے تیر نکال کر لاتا اور بغیر دیکھے گٹھے میں سے ایک تیر نکال لیتا اگر حکم والا تیر نکلتا تو وہ شخص اپنے کام پر چلا جاتا اور ممانعت کا تیر نکلتا تو وہ کام نہ کرتا۔ کبھی اس قسم کے تیر آدمی کے پاس خود بھی ہوتے تھے اور مذکورہ طریقے سے فال لی جاتی تھی۔ ان سب باتوں کی ممانعت قرآن میں آگئی۔

مذکورہ بالا گیارہ احکام کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ یہ تمام باتیں خدا کی نافرمانی کی ہیں۔ ان سب سے اجتناب لازم ہے۔ ابن کثیر کے نزدیک فسق سے کفر مراد ہے یعنی یہ تمام باتیں کفر کی ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے تیروں اور پانسوں کے فال لینے کے لئے استخارہ کا طریقہ بیان فرمایا ہے اور اس کی مفصل دعا ارشاد فرمائی ہے جو بخاری اور ترمذی میں موجود ہے ہم بخوف طوالت یہاں نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتے۔ اس سے البتہ اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ استخارہ شرعاً جائز بلکہ مسنون ہے۔

اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ۔ جب مذکورۂ بالا تمام نظری اور عملی مباحث کا بیان ہو چکا اور اصلاح عقائد و اعمال کی تفصیل ہو گئی تو ارشاد ہوتا ہے کہ پہلے کافروں کو تمہاری طرف سے کچھ اُمید لگی ہوئی تھی کہ شاید تم دین اسلام کو چھوڑ کر پھر اُن کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ لیکن اب انھوں نے تمہارے دین کی قوت دیکھ لی تو وہ اس دین کے مٹنے سے بالکل مایوس ہو گئے اور ان کو قطعاً تمہارے مرتد ہونے کی اُمید نہیں رہی۔ (ابن عباس) لہٰذا فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ۔ اب تم اُن سے نہ ڈرو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بلکہ مجھ سے خوف کرو اور میرے احکام کی تعمیل کرو۔

toobaafoundation.com

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کیوں کہ ابتداء میں جو حلت و حرمت کے کچھ احکام بعض مصالح کی وجہ سے بیان نہیں کیئے گئے تھے اور شریعت کو مکمل نہیں کیا گیا تھا وہ بات ختم ہوگئی اب میں نے تمہارے دین کی پوری تکمیل کردی۔ آئندہ تمہارے دین میں کسی اصلاحی قانون کے بڑھنے اور ضابطۂ ہدایت کے بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اور میں نے اپنے انعام کو تم پر تمام کر دیا۔ خدا وند تعالیٰ کے انعامات بندوں پر بے شمار ہیں، لیکن ضابطہ کے طور پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ انعام کی دو ہی قسمیں ہیں جسمانی اور روحانی۔ چنانچہ ہر ہوش مند دماغ رکھنے والا اور لوثِ ظلم سے روشن قلب رکھنے والا انسان جانتا ہے کہ مسلمانوں کو دونوں نعمتوں میں کمال حاصل ہوگیا۔ جسمانی اور دنیوی نعمتوں کی تکمیل کا ثبوت تو یہ ظاہر ہے کہ دنیا کا بیشتر حصہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہوگیا اور اب تک چند پر جلال حکومتیں اہلِ اسلام کی دنیا میں قائم ہیں اور روحانی نعمت اسلام سے بڑھ کر اور کون ہوسکتی ہے؟ جس نے زنگ سے آلود دلوں کے زنگ صاف کیئے۔ تاریک رُوحوں کو روشن کیا۔ مُردہ دماغوں میں زندگی پیدا کی اور ایسے ضوابط و قوانین بنائے جو انسان کی دائمی نجات کے حصول کے لیئے مشعلِ راہ بلکہ آفتابِ ہدایت تاب ہیں اور جن کی نظیر موجودہ مذاہب میں نہ پایا جانا تو یک طرف۔ ممکن ہی نہیں ہے، اس لیئے ارشاد ہوتا ہے کہ :- وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ میں نے تمہارے واسطے دینِ اسلام کو پسند کر دیا اس کے سوا کوئی دین اور کوئی ملت قابلِ قبول نہیں۔ اس سے سرتابی کرنے والے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا ارتکاب کرتے ہیں لہٰذا تم کو اس کے تمام نظری اور عملی احکام کی پابندی کرنی لازم ہے۔ ہاں اگر مجبور ہو جائے اور احکام شریعت پر عمل کرنا اُس کی طاقت سے خارج ہے تو وہ معذور ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ جو شخص بھوک کی وجہ سے مضطر اور مجبور ہو جائے تو اس کے واسطے مذکورہ بالا محرمات کا کھا لینا بقدر حیات جائز ہے بشرطیکہ گناہ کی طرف جُھک نہ پڑے اور بقاءِ حیات کی ضرورت سے زائد پیٹ بھرنے کے لیئے نہ کھائے فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ تو خدا غفور رحیم ہے وہ اپنے رحم و کرم سے اس معذوری و مجبوری سے درگزر فرمائے گا۔

آیت الیوم اکملت لکم دینکم الخ - حجۃ الوداع میں نازل ہوئی۔ حضورِ والا اُس وقت عضباء نامی اُونٹنی پر سوار خطبہ پڑھ رہے تھے حضرت ابوبکرؓ نے جب یہ آیت سُنی تو رونے اور سمجھ گئے کہ رسولؐ کی بعثت صرف تکمیلِ دین اور تعلیمِ عبادت کے لیئے تھی۔ جب یہ غرض پوری ہوگئی اور ضوابطِ ہدایت کے بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی تو اب یقیناً حضور کی پردہ پوشی قریب ہے۔ یہ خیال صدیق اکبرؓ کا درست تھا۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اکیاسی روز اس عالمِ فانی میں رہے۔ اس آیت کا نزول اخیری نہیں ہے کیوں کہ وفات سے نو روز قبل وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ الخ نازل ہوئی۔ البتہ حلت و حرمت کے احکام اور فرائض دینی کی تعلیم مذکورہ آیت کے نزول کے بعد ختم ہوگئی۔ اس بنا پر اس کو اخیری آیت کہہ سکتے ہیں۔

مقصودِ بیان سوائے مچھلی اور ٹڈی کے ہر مُردار حرام ہے۔ سوا تلی اور کلیجی کے ہر خون حرام ہے۔ سور کا بال بال حرام اور نجس ہے۔ غیر اللہ کے نام کسی جانور کو چھوڑنا اور اس کا کھانا حرام ہے۔ گلا گھونٹ کر مرا ہوا جانور، چوٹ کھا کر مرا جانور، کنوئیں میں، تالاب میں یا دریا میں گر کر مرا ہوا یا کسی بلندی سے گر کر مرا ہوا جانور حرام ہے۔ درندہ کا پھاڑا ہوا مردہ جانور حرام ہے۔ غیر اللہ کے نام پر بھینٹ چڑھانا اور اس کا کھانا حرام ہے۔ قبروں کے چڑھاوے اس حکم میں ہیں۔ پانسوں سے یا کسی اور غیر شرعی طریقہ سے فال لینا ناجائز ہے۔ تکمیلِ دین اور اتمامِ نعمت کی صراحت اور اس بات کی توضیح کہ اسلام ہی مقبول مذہب ہے اس کے علاوہ ہر مذہب ناقابلِ قبول ہے۔ بحالتِ مجبوری حرام چیز کا کھا لینا بقدر سدِّ رمق جائز ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَاۤ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ

(اے نبی) تم سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا کیا ہمارے لئے حلال ہے تم کہدو کہ تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں حلال ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے دوڑانے کے لئے

toobaafoundation.com

مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا

سدھار رکھا ہو کہ اُن کو خداداد تعلیم دیتے ہو تو (ان کے شکار میں سے) اس جانور کو کھا سکتے ہو جن کو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں مگر اُس پر

اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

بسم اللہ کہہ لیا کرو اور خدا سے ڈرتے رہو اللہ جلد حساب لینے والا ہے

تفسیر اس آیت کے شانِ نزول میں دو روایتیں ہیں پہلی روایت حضرت سعید بن جبیر کی ہے کہ عدی بن حاتم اور زید بن مہلہل نے خدمت گرامی میں عرض کیا یا رسول اللہ خدا تعالیٰ نے مردار کو حرام کر دیا ہے پھر ہمارے لئے کون سا شکار حلال ہے؟ اُس پر آیت يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ نازل ہوئی (ابن کثیر) دوسری روایت اکثر راویوں کی ہے کہ ایک بار حضرت جبرئیل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور مکان کے اندر آنے کی اجازت چاہی، لیکن باوجود اجازت مل جانے کے پھر بھی حضرت جبرئیل کے اندر آنے میں تاخیر ہوئی حضور والا کچھ دیر انتظار کر کے خود باہر تشریف لے آئے اور سبب تاخیر دریافت کیا۔ جبرئیل نے کہا یا رسول اللہ جس گھر میں تصویر یا کتا ہوتا ہے ہم اُس میں ہرگز داخل نہیں ہوتے۔ تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ گوشہ میں کتے کا ایک بچہ موجود ہے۔ حضور نے اس کو باہر نکلوا دیا اور ابو رافع کو حکم دیا کہ مدینے میں جتنے کتے ہوں سب کو قتل کر دو۔ حسب الحکم ابو رافع نے مدینے کے سب کتوں کو مار کر عوالی میں نکال دیا۔ اس پر عاصم بن عدی، سعد بن خیثمہ اور عویمر بن ساعدہ نے حاضرِ خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! ہم تو کتوں سے شکار کرتے ہیں اور ہمارے سدھائے ہوئے شکاری کتے نیل گائے اور ہرن کو بھی شکار کر لیتے ہیں۔ اب حضور نے کتوں کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا ہے اور درندہ کے پکڑے ہوئے مُردار جانور کے مردار ہونے کا بھی حکم ہو چکا ہے۔ اس سے ہم کو شبہ ہوتا ہے کہ معلوم نہیں کتوں کا پکڑا ہوا شکار حلال ہے یا حرام؟ اُس وقت یہ آیت نازل ہوئی اور سدھائے ہوئے شکاری کتے کے شکار کو حلال قرار دے دیا گیا اور شکاری کتے کے رکھنے کی بھی اجازت ہو گئی۔ اُس وقت حضور نے قتل کلاب کی بھی ممانعت فرما دی۔ درحقیقت اس قسم کے سوالات کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ دورِ جاہلیت میں عرب کے بہت سے باشندے بعض چیزوں کو ستھری اور پاک خیال کرتے تھے، لیکن اپنے رواجی یا مذہبی رسوم کی پابندی کی وجہ سے اُن کو کھانا حرام جانتے تھے۔ اب جب اسلام میں اشیاء کی حلت و حرمت کو ظاہر کیا گیا تو اُن کو بھی شبہ ہوا کہ خدا جانے جن چیزوں کو ہم حرام جانتے ہیں وہ بھی حرام ہیں یا نہیں۔ اس خیال کے ماتحت حضور سے اس قسم کے سوالات کرتے تھے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ مسلمان آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کھانے کی چیزوں میں سے ہمارے لئے کیا کیا چیزیں حلال ہیں؟ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ۔ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ جتنی پاکیزہ چیزیں ہیں اور جن کو عقلِ سلیم پاکیزہ سمجھتی ہو یا جن کو شریعت نے پاکیزہ کہا ہے وہ سب حلال ہیں۔ مقاتل کا قول ہے طیبٰت سے مراد رزق حلال ہے۔ سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ ذبیحہ مراد ہے۔ بہتر وہی تفسیر ہے جو ہم نے بیان کر دی۔ ابن کثیر نے دوسرے لفظوں میں اس طرح ادا کیا ہے کہ جن کی کراہت تحریمی کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور اجماع سے ثابت نہ ہو وہ طیب ہے۔ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ یعنی کھانے پینے کی نہ صرف یہی پاک چیزیں حلال ہیں بلکہ اُن شکاری جانوروں کے شکار بھی تمہارے لئے حلال ہیں جن کو تم نے سدھایا ہوا اور جو علم تم کو خدا نے عطا کیا ہے اسی کے موافق تم نے ان کو بھی سکھا دیا ہو اور وہ سدھ گئے ہوں فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ لہٰذا تم اُن کا شکار کھا سکتے ہو۔ مگر دو شرطیں ہیں ایک تو یہ کہ شکاری جانور سدھایا ہوا ہو اور شکار میں سے کچھ نہ کھائے۔ شکار کر کے مالک کے لئے چھوڑ رکھے گویا اُس میں آدمی کی خو آ گئی ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ کہہ لی ہو۔

آیت کی یہ تفسیر ائمہ اربعہ، ابن عباس، خیثمہ، طاؤس، مجاہد، مکحول، امام زین العابدین، یحییٰ بن ابی کثیر، حسن بصری اور جمہور صحابہ و تابعین کے

toobaafoundation.com

نزدیک ہے، لیکن ضحاک، سدی اور ابن عمر کہتے ہیں کہ آیت میں مراد صرف کتے کا شکار ہے۔ دیگر جانوروں کا شکار بغیر ذبح کئے درست نہیں۔
قتادہ، نخعی اور ابن راہویہ نے کالے کتے کے شکار کو حلت سے مستثنیٰ کر لیا ہے۔ کالے کتے کا شکار درست نہیں کیوں کہ حسب فرمان نبوی کالا کتا شیطان ہے، لیکن جمہور کے نزدیک کوئی کتا ہو اگر مذکورہ بالا دو شرطیں پائی جائیں تو اس کا شکار حلال ہے۔

ایک بات یہ بھی جاننا ضروری ہے کہ اکثر صحابہ ائمہ اور تابعین کے نزدیک یہ شرط ضروری ہے کہ شکاری جانور شکار کرنے کے بعد رُک جائے شکار کو روکے رکھے اور خود اس میں سے نہ کھائے۔ اگر شکار میں سے اُس نے کھا لیا تو اس کو مت کھاؤ۔ کیوں کہ خوف ہے اُس نے اپنے لئے پکڑا ہو (بخاری و مسلم) لیکن سلمان فارسی و سعد بن ابی وقاص ابوہریرہ عبداللہ بن عمر عطا (اور ایک روایت میں) حضرت علی اور ابن عباس اور حسن بصری کا قول ہے کہ کتا شکار میں سے کھائے یا نہ کھائے اُس کا کھانا حلال ہے۔ زہری ربیعہ اور امام مالک کا بھی یہی قول ہے۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ یعنی مذکورہ بالا حدود سے تجاوز نہ کرنہ خود اپنی گردن پر مواخذہ اور حساب نہ لو کیوں کہ خدا تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے وہ ہر چیز کا حساب لے گا۔

مقصود بیان جو چیزیں پاکیزہ ہیں اور عقل سلیم ان کو پاکیزہ سمجھتی ہے اور شریعت میں اُن کی حرمت کی صراحت نہیں ہے تو وہ پاک ہیں۔ اُن کا کھانا حلال ہے۔ شکاری کُتا پالنا اُس سے شکار کھیلنا اُس کے شکار کو بغیر ذبح کئے کھانا جائز ہے بشرطیکہ بسم اللہ کہہ کر اُس کو شکار پر چھوڑا ہو اور اسی نے شکار کیا ہو دوسرا کتا اُس کے ساتھ شکار کرنے میں شریک نہ ہوا ہو اور اس نے شکار کرنے کے بعد روک رکھا ہو خود اس میں سے نہ کھایا ہو شکاری کُتے کی بیع جائز ہے اُس کی قیمت حلال ہے۔ ہر شکاری جانور کا پالنا جائز ہے اور شکاری جانور سے شکار کرانا درست ہے اور اس کی خرید و فروخت کرنا جائز ہے جو چیزیں رسول پاکؐ نے حرام کر دی ہیں وہ پاکیزہ اور ستھری نہیں ہیں بھیڑیا، شیر تمام درندے باز، شکرا، گدھ، مردار خوار، کوا، خچر، گدھا، سانپ، بچھو اور زمین کے تمام کیڑے مکوڑے رسولِ خدا نے چونکہ حرام کر دیے اس لئے ناپاک اور حرام ہیں اور طیبات سے خارج ہیں۔

اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ

آج پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمہارے لئے حلال ہے

وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ

اور تمہارا کھانا اُن کے لئے حلال ہے اور مسلمان پاکدامن عورتیں اور اُس قوم کی پاکدامن عورتیں

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

جس کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ اُن کا مہر تم اُن کو دے دو اور قید نکاح

مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ

میں لے آؤ نہ کھلم کھلا بدکاری کرنے والے ہو نہ چوری چھپے آشنا بنانے والے اور جو شخص ایمان کو نہ مانے گا اس کا

فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

کیا کرایا اکارت ہو جاوے گا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا

toobaafoundation.com

تفسیر اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ یہ جملہ پہلی آیت اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ کی تاکید بھی ہے اور آئندہ کلام کی تمہید بھی ہے یعنی آئندہ اہل کتاب کے ذبیحہ کی اجازت دی گئی ہے جس سے ممکن ہے کوئی وہم کرنے لگے کہ اہل کتاب کا ہر قسم کا ذبیحہ جائز ہے۔ خواہ وہ کسی طرح ذبح کریں۔ جھٹکے سے یا گردن مروڑ کر یا کسی اور طریقہ سے۔ اس وہم کا ازالہ یہاں کر دیا گیا کہ ہر قسم کا ذبیحہ اہل کتاب کا جائز نہیں بلکہ صرف طیبات اور عرفاً پاکیزہ ذبیحے حلال ہیں۔ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۔ یعنی یہودیوں اور عیسائیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے۔ طعام سے مراد ذبیحہ اور اہل کتاب سے مراد صرف یہودی اور عیسائی ہیں (ابن عباس مجاہد مکحول ابو امامہ سعید بن جبیر عکرمہ عطا حسن نخعی سدی مقاتل) کما ابن اور فتح البیان وغیرہ تفسیروں کے مؤلفوں نے بھی یہی معنی مراد لئے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر میں ایک یہودی عورت کا بھیجا ہوا بکری کا گوشت کھایا تھا جس میں زہر ملا ہوا تھا، لیکن باتفاق جمہور جو اہل کتاب ذبح کرتے وقت خدا کا نام نہ لیتے ہوں یا ذبح نہ کرتے ہوں کسی اور طریقہ سے مارتے ہوں۔ مثلاً گردن مروڑ کر یا کسی اور صورت سے تو اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز نہیں۔ یہودیوں اور عیسائیوں کے علاوہ دیگر اقوام عالم کا ذبیحہ بھی حرام ہے۔ ہندو ہوں یا پارسی یا سکھ یا اور کسی مذہب والے۔ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ یعنی جس طرح اُن کا ذبیحہ اور کھانا تمہارے لئے حلال ہے اسی طرح تم اپنے ہاتھ کا ذبیحہ بھی اُن کو کھلا سکتے ہو۔ اس میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ اس سے رواداری اور اسلام کی وسیع المشربی کا ثبوت ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیئے کہ جس طرح طعام کا تبادلہ طرفین سے صحیح ہے اسی طرح عورتوں کے نکاح کا سلسلہ دونوں طرف سے صحیح ہوگا۔ تمہاری عورتوں کا نکاح بھی اہل کتاب سے جائز ہو جائے گا یہ نہیں ہو سکتا بلکہ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ مسلمان پاک دامن عورتیں اور اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ تمہاری عورتیں اُن کے لئے حلال نہیں ہیں۔ مسلمان اور کتابی عورت کے حلت کی تین شرطیں ہیں۔ پہلی شرط ہے کہ اِذَاۤ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ تم نے اُن سے نکاح کر لیا ہو خواہ مہر ادا کیا ہو یا نہ ادا کیا ہو، مگر ادا کرنے کی نیت ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ نکاح شرعی ہو کہ تم کھلا بھلے آدمیوں کے سامنے نہایت عفت عزت اور اظہار پاک دامنی کے ساتھ کیا گیا ہو۔ علی الاعلان زنا کاری نہ ہو نہ متعہ ہو نہ اور کوئی کھلا ہوا ناجائز تعلق ہو۔ وَلَا مُتَّخِذِيْۤ اَخْدَانٍ ؕ یہ تیسری شرط ہے یعنی چھپ کر یارانہ بھی نہ گانٹھ لیا ہو۔ خفیہ ناجائز تعلقات قائم نہ کر لئے گئے ہوں۔ اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو اسلامی اور کتابی عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ اب اگر کوئی شخص (عورتوں کے لالچ میں آکر یا کسی اور وجہ سے) مرتد ہو جائے گا اور اسلامی احکام و شرائط کی تکذیب کرے گا تو اس کا سب کیا کرایا ملیامیٹ ہو جائے گا اُس کا کچھ ثواب نہ ملے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اسی حالت میں مر گیا تو آخرت میں تباہ حال اور دیا لکار رہے گا۔

مقصود بیان اہل کتاب ہوں یا دیگر اہل مذاہب ذبیحہ کے علاوہ ہر قسم کا کھانا تو ہر ایک کا جائز ہے مگر اہل کتاب کے ہاتھ کا پاک ذبیحہ بھی جائز ہے۔ آیت میں مذکورۂ ذیل امور کا لطیف مظاہرہ کیا گیا ہے۔ اسلامی رواداری، وسیع المشربی دیگر اقوام سے میل ملت باہم میں دین کھانا پینا وغیرہ۔ کتابی عورتوں سے جو مشرک نہ ہوں نکاح جائز ہے۔ باہم تعلقات قائم کر کے نکاح کر لینے کی ممانعت ہے۔ یعنی نکاح کے علاوہ نہ علی الاعلان تعلق زنا قائم کیا جائے نہ خفیہ یارانہ گانٹھا جائے۔ عورت جب تک پاک دامن نہ ہو یا توبہ کر کے پاکدامنی کا عہد نہ کرے اس سے نکاح جائز نہیں۔ مسلمان عورت کا کسی دوسرے مذہب والے سے نکاح جائز نہیں۔ وغیرہ۔

جب اوپر کی آیات میں حلت و حرمت کے احکام اور کچھ سوشل ضوابط کا بیان ہو چکا تو اب کچھ عبادات اور مبادی عبادت کا بیان ضروری معلوم ہوا، اس لئے ذیل کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے وضو، غسل اور تیمم کے احکام بیان فرمائے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ

مسلمانو! جب تم نماز کو اٹھو تو اپنے چہروں کو اور کہنیوں

toobaafoundation.com

اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا

سمیت ہاتھوں کو اور ٹخنوں سمیت پاؤں کو دھو لو اور سروں پر مسح کر لو اور اگر تم کو جنابت ہو تو

فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ

غسل کرو اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی جائے ضرور سے آیا ہو

اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو اور پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کر لو یعنی اپنے

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ

چہروں اور ہاتھوں پر اس سے مسح کر لو اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی کرنی نہیں چاہتا بلکہ تم کو

لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ

پاک صاف رکھنا اور اپنا احسان تم پر پورا کرنا چاہتا ہے شاید تم احسان مانو اور یاد رکھو اللہ کا وہ احسان جو تم پر ہو چکا اور اُس کا وہ

الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ

قول و قرار جو تم سے وہ لے چکا ہے جبکہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سُنا اور مان لیا لہٰذا خدا سے ڈرتے رہو بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔

تفسیر ارشاد ہوتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ مسلمانو! جب تم نماز کو کھڑے ہونے کا ارادہ کرو اور وضو نہ ہو تو وضو کرلو جس کی صورت یہ ہے کہ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ چہروں کو دھو ڈالو یعنی جس کو عرف میں چہرہ کہتے ہیں اس کو دھو ڈالو۔ اس میں سے کوئی حصہ خشک نہ رہنا چاہیے۔ خواہ ایک مرتبہ دھوؤ یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ اور ہاتھوں کو مع کہنیوں کے دھوؤ۔ کہنیوں سے اُوپر کی حد مقرر نہیں۔ ہاں کہنیاں دھونی ضروری ہیں۔ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ اور سروں پر مسح کرو۔ عرف عام میں جس کو سر پر مسح کرنا کہہ سکتے ہیں۔ اتنا کرو خواہ پورے سر کا یا آدھے سر کا یا چوتھائی سر کا۔ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ اور مع ٹخنوں کے دونوں پاؤں دھوؤ۔ بس وضو ہو گیا۔ یہی فرائض وضو ہیں۔ وضو کی پوری تفصیل اور فقہی اختلافات اور وجوہ و دلائل کتب فقہ میں دیکھنا چاہیئے۔ آیت کا جتنا تفسیری مطلب ہو سکتا تھا ہم نے بیان کر دیا اور مسلک حنفیہ کا لحاظ رکھا ہے: اب آگے غسل کا حکم دیا جاتا ہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا اور اگر جنابت کی حالت ہو اور عام شرعی ناپاکی ہو تو بدن کو خوب پاک کرلو اور پورا غسل کرلو۔ یعنی کُلّی بھی کرو اور ناک میں پانی بھی ڈالو۔ کوئی حصہ خشک نہ رہے۔ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى ہاں اگر تم بیمار ہو اور پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو اَوْ عَلٰى سَفَرٍ یا مسافر ہو اور دوران سفر میں ہو اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىِٕطِ یا تم میں سے کوئی پاخانے سے آیا ہو اور اُس کا وضو نہ ہو اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو یعنی وہ فعل کیا ہو جس کو معرفت میں قربت صنفی کہہ سکتے ہیں۔ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً اور مؤخر الذکر تینوں صورتوں میں تلاش کے بعد بھی پانی نہ ملے یا یہ خیال ہو کہ تلاش کے بعد بھی نہ ملے گا اور نماز کا وقت نکل جائے گا تو ہر چہار صورتوں میں تم پر لازم ہے کہ فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا پاک مٹی سے تیمم کرلو جس کی صورت یہ ہے کہ فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ

toobaafoundation.com

وَاَیْدِیْکُمْ مِّنْهُ (مٹی پر پہلی ضرب مار کر پورے چہروں کا مسح کرلو اور دوسری ضرب مٹی پر لگا کر ہاتھوں کا کہنیوں سمیت) مسح کرو۔ اس ترکیب سے بدرجۂ مجبوری طہارت شرعی ہو جائے گی اور تیمم کا یہ حکم خدا کی عنایت ہے۔ کیوں کہ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ ۔ خدا تعالیٰ دین اسلام میں تم پر کسی قسم کی تنگی رکھنا نہیں چاہتا اُس کو وضو و غسل کا حکم دے کر تم کو تنگ کرنا مقصود نہیں ہے۔ وَلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ بلکہ اس کا منشاء یہ ہے کہ تم جسمانی اور روحانی کثافتوں سے پاک صاف ہو جاؤ، اسی لئے اُس نے تیمم کی اجازت دے دی تاکہ تم تیمم کر کے نماز ادا کرلو ناغہ نہ کرو۔ اور جسمانی و روحانی کثافتیں دور ہو جائیں۔ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَیْكُمْ خدا تعالیٰ کا مقصود یہ بھی ہے کہ بندوں کی روحانی اور جسمانی دینی اور دنیوی اصلاح کے جو قواعد و ضوابط ہو سکتے ہیں اُن کو کامل طور پر بیان کردے اور پوری پوری اصلاحی نعمتوں سے تم کو سرفراز کرے۔ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ امید ہے اُن ضوابط پر پابندی کر کے فلاح روحانی اور نجاح جسمانی حاصل کرو گے اور خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قواعد پر عمل کر کے اُس کا شکریہ ادا کرو گے کہ اُس نے وہ قواعد تمہارے واسطے مقرر کئے جو تمہاری اصلاح کے لئے ضروری تھے۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ احکام بیان کرنے کے بعد یہ بھی ضروری تھا کہ ایسی بات ظاہر کی جائے جس سے ان احکام پر عمل پیرا ہونے شوق اور تعمیل امر پر ثابت قدمی حاصل ہو۔ یہاں سے اسی بات کا بیان مقصود ہے۔ جو چیز انسان کو کسی کے احکام ماننے کی جانب راغب کرتی ہے اُس کی دو ہی قسمیں ہو سکتی ہیں ایک تو اس حکم دینے والے کی نعمتوں اور عنایتوں کی یاد کیوں کہ نعمتوں کی کثرت سے انسان غافل ہو جاتا ہے اور نعمت کو نعمت نہیں سمجھتا بلکہ معمولی چیز تصور کرنے لگتا ہے اور اگر وہ واقعی نعمت سمجھتا بھی ہے، لیکن اگر اس کو بھول یا اُس کی طرف سے غافل ہو جائے تو اس کی نظر میں وہ نعمت نعمت نہیں رہتی اور وہ نعمت میسر نہ آئے یا ملی ہوئی نعمت جاتی رہے تو اس وقت اس کی طرف توجہ ہوتی ہے اور انسان اس کی قدر کرتا ہے آنکھ نہ ہو تو قدر آتی ہے۔ دوسری بات جو آدمی کو کسی کے احکام کے تعمیل کی طرف راغب کرتی ہے وہ قول و قرار اور عہد و میثاق ہے۔ جب آدمی دوسرے سے قول قرار کر کے بھول جاتا ہو تو پھر اُس کے احکام کی چنداں پرواہ نہیں کرتا، لیکن اگر اس کو اپنا پورا عہد یاد ہو جائے اور یاد دہانی کرا دی جائے کہ تم نے یہ قول کیا تھا تو اس کو اپنا عہد یاد آ جاتا ہے اور احکام کی تعمیل پر اُس کی طبیعت رغبت کرنے لگتی ہے۔ پہلی قسم کا اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ میرے انعامات کو یاد کرو میں نے تم کو کتنی نعمتیں عطا کیں۔ جسمانی اور روحانی ظاہری اور باطنی احسانات سے سرفراز کیا۔ لہٰذا میرے احکام کی تعمیل کرو۔ وَمِیْثَاقَهُ الَّذِیْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا یہ دوسری قسم کا بیان ہے یعنی اُس عہد کو بھی یاد کرو جو خدا نے تم سے لیا تھا اور تم نے کہا تھا کہ ہم نے حکم الٰہی سن لیا اور ہم بسرو چشم تعمیل کریں گے۔ اس آیت میں جس میثاق کی یاد دہانی کی گئی ہے اُس سے مراد بروایت کلبی مقاتل و مجاہد وہ عہد ہے جو روز ازل میں خدا تعالیٰ نے بندوں سے لیا تھا گویا اس میں یہود کی مذمت کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے میثاق ازل کو فراموش کر دیا۔ تم فراموش نہ کرو۔ بعض کے نزدیک بیعت رضوان مراد ہے۔ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ سے جان و مال کی قربانی کا عہد لیا تھا اور انھوں نے عہد کیا تھا ہم احکام الٰہی کی تعمیل میں تن من دھن قربان کر دیں گے۔ بندہ کے نزدیک میثاق فطری اور معاہدۂ عقل مراد ہے ہماری فطرت اور عقل بتاتی ہے کہ جب خدا نے ہم پر انعام و احسان کیا تو ہم اس کے شکریہ میں اس کے احکام کے سامنے سر تسلیم خم کریں۔ متوسط الذکر مطلب پر لفظ سمعنا و اطعنا قرینہ ہے اور یہی بہتر ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ یعنی جو معاہدہ خدا نے تم سے لیا تھا اس کو یاد کرو اور خدا سے ڈرتے رہو۔ اس کے حکم کی خلاف ورزی نہ ظاہری کرو نہ باطنی۔ کیوں کہ خدا تعالیٰ قلبی امور سے بھی واقف ہے اُس سے کوئی پوشیدہ چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

مقصود بیان بحالت حدث وضو کرنے کی ہدایت وضو کے فرائض اربعہ کا بیان۔ جنابت کے وقت غسل کامل کا حکم۔ اس بات کی صراحت کہ خدا تعالیٰ پاکی کو پسند کرتا ہے۔ جسمانی پاکی ہو یا روحانی، ظاہری ہو یا باطنی۔ بہرصورت پاکی بہتر ہے۔ اسلامی احکام کی وسعت کا اظہار۔ قوانین اسلام کے مکمل ہونے کی توضیح، مجبوری کی حالت میں تیمم کی اجازت، تیمم کی ترکیب، احکام کی طرف ترہیب آمیز مدلل ترغیب اس بات کی طرف لطیف اشارہ کہ ہر انسان کا فطرتاً اور عقلاً فرض ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل کرے اور قانون فطرت یعنی ضابطہ الٰہی پر کاربند ہو اور خالق تعالیٰ کی بخشی ہوئی نعمتوں کا عملی شکریہ ادا کرے۔ وغیرہ۔

toobaafoundation.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ

مسلمانو! اللہ کے واسطے انصاف کی گواہی دینے کو کھڑے ہو جایا کرو اور کسی قوم کی دشمنی تم کو

شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ

ناانصافی کرنے پر آمادہ نہ کرے انصاف کرو انصاف پرہیزگاری سے بہت قریب ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو

إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○

بلاشبہ اللہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے

تفسیر يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ جب گزشتہ آیات میں میثاق کی یاددہانی کرا دی گئی اور شکر گزاری کا حکم دیا جا چکا تو اب تکلیفِ عبادت کا بیان کیا جاتا ہے جس پر ہر انسان فطرتاً، عقلاً اور شرعاً مکلف ہے۔ اس تکلیفِ عبادت کی دو قسمیں ہیں: امرِ الٰہی کی عظمت کا اظہار اور مخلوقِ خدا پر رحمت و شفقت، پہلی قسم کی طرف قَوَّامِينَ لِلَّهِ میں اور دوسری قسم کی طرف شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ میں اشارہ ہے۔

حاصل ارشاد یہ ہے کہ مسلمانو! توحیدِ الٰہی کو دنیا میں پھیلانے اور خدا کا بول بالا کرنے اور مکارمِ اخلاق کی تعلیم کے لئے تمام لوگوں کے واسطے معلمِ صادق اور مجسمۂ عمل بن جاؤ اور اصلاحِ عالم کے قولاً اور فعلاً ذمہ دار بن جاؤ اور اپنے پرائے یگانہ و بیگانہ کا لحاظ ترک کر کے دوستوں اور اجنبیوں کے لئے سچی شاہد عدل بن جاؤ۔ خواہ تمہارا نقصان ہو یا فائدہ عدالت کو ہاتھ سے نہ جانے دو۔ ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا۔ اگر کوئی قوم تم سے دشمنی کرے تو تم اس کی دشمنی کی وجہ سے انتقام میں عدالت و انصاف کو بالائے طاق رکھ کر مجرم بن جاؤ اور جا و بیجا بغیر لحاظ انصاف کے اُس سے انتقام لینے کو تیار ہو جاؤ بلکہ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ عدل کرو کیوں کہ عدل ہی پرہیزگاری سے قریب ترین لگنے والا ہے۔ عدل حق الٰہی ہے خواہ حکم ہو یا شہادت سب میں انصاف کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ اور خدا سے ڈرنا اور اس کی منع کی ہوئی چیزوں سے پرہیز رکھنا تم پر لازم ہے۔

آیت وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ سے اخیر تک بعض لوگوں کے نزدیک خیبر کے یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ جنہوں نے حضور والا کو شہید کرنے کی تدبیریں کی تھیں، لیکن جب خیبر مسلمانوں نے فتح کر لیا اور یہودیوں پر تسلط ہو گیا تو فطرتاً انتقامی کارروائی کرنے کا مسلمانوں کو خیال ہوا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی اور تنبیہ کر دی گئی کہ حقانیت و عدالت سے تجاوز نہ کرو۔ بعض کا قول ہے کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی کیوں کہ قریش نے مسلمانوں کو بہت تکلیفیں دی تھیں، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش زیر ہو گئے تو مسلمانوں کو حکم دے دیا گیا کہ ان سے خلافِ عدل کوئی برتاؤ نہ کرنا بہرحال شانِ نزول کچھ بھی ہو حکم عام ہے۔

مقصودِ بیان اشاعتِ توحید، اعلاءِ کلمۃ اللہ، اعلانِ صداقت اور تعلیم مکارمِ اخلاق کا حکم۔ عدالت و انصاف پر کاربند رہنے کی ہدایت، دشمن دوست اور یگانہ و بیگانہ کے معاملے میں عدل سے تجاوز نہ کرنے کا خصوصی حکم تمدنِ عالم کے بقاء کے مخفی راز (عدالت) کی طرف لطیف اشارہ وغیرہ۔

toobaafoundation.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

جو لوگ مومن اور نیکو کار ہیں ان سے خدا نے وعدہ کر لیا ہے کہ ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝

اور جن لوگوں نے انکار کیا اور ہماری آیات کی تکذیب کی وہ دوزخی ہیں

تفسیر یہ گزشتہ مضمون کا تتمہ ہے اور اس میں تعمیل احکام کی رغبت اور نافرمانی سے خوف دلایا گیا ہے یعنی جو شخص اصلاح عقائد و اعمال کرے گا اس کی پہلی فروگذاشتیں خدا تعالیٰ معاف فرما دے گا اور اس کو حیات ابدی عطا فرمائے گا۔ اپنا دیدار نصیب کرے گا۔ جو احکام الہٰی کو نہ مانے گا اور حق و صداقت کی تکذیب کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

مقصودِ بیان۔ اصلاح عقائد و اعمال کی ترغیب اور نافرمانی و کفر سے ترہیب۔ مسلمانوں کو جنت کی بشارت کافروں کو دوزخ کی وعید۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ

مسلمانو! اللہ کے اس احسان کو یاد کرو کہ جب کچھ لوگوں نے تم پر دراز دستی کرنی چاہی

اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ع

تھی تو اللہ نے ان کے ہاتھوں کو تمہاری طرف سے روک دیا اور اللہ سے ڈرتے رہو ایمانداروں کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

تفسیر اس آیت کے شان نزول میں چند روایات ہیں ہم ذیل میں مختصر طور پر بیان کرتے ہیں: (۱) اس آیت میں صلح حدیبیہ کا حال مذکور ہے۔ سلسہ میں جب حضور والا نے عمرہ ادا کرنے کا ارادہ کیا اور مقام حدیبیہ پر جا کر فروکش ہو گئے اور قریش نے عمرہ نہ کرنے دیا اور صلح کا معاہدہ ہو گیا تو حضور نے واپسی کا ارادہ کیا، لیکن تقریباً اسی اوباشوں نے کوہ تنعیم کی طرف سے اتر کر مسلمانوں پر چھاپہ مارنا چاہا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اس قدر مغلوب الحواس کر دیا کہ ایک ایک مسلمان دس بارہ بارہ کافروں کو جیڑ بکریوں کی طرح ہنکا کر لے آیا اور مقید کر کے لا کر بٹھا دیا۔ لیکن حضور اقدس نے رحم کھا کر سب کو چھوڑ دیا۔

(۲) بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس آیت میں صلوٰۃ خوف والا قصہ بیان کیا گیا ہے جس کو ہم آیت وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔

(۳) بعض لوگ کہتے ہیں کہ عمرو بن امیہ ضمری نے قبیلۂ اسلم کے دو آدمیوں کو حربی کافر سمجھ کر قتل کر ڈالا تھا چونکہ بنو قریظہ کے یہودیوں سے مسلمانوں کا جنگ، صلح اور دیت کی شرکت کے متعلق معاہدہ تھا، اس لئے حضور اقدس کا جب مقتولین کی دیت دینے کا ارادہ ہوا تو آپ خلفائے اربعہ اور بعض دیگر جلیل القدر صحابہ کو ہمراہ لے کر یہودیوں کے پاس تشریف لے گئے تاکہ یہودی بھی حسب معاہدہ دیت میں شرکت کریں۔ ان خبیثوں نے خفیہ طور پر آپ کے اوپر پتھر گرا کر قتل کر دینے کا ارادہ کیا۔ حضرت جبرئیل نے آپ کو خبردار کر دیا اور آپ تدبیر سے مدینہ لوٹ آئے۔ ان آیات میں اسی قصہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۴) بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آیت میں اس قصہ کو بیان کیا گیا ہے جو حضرت جابر سے مروی ہے کہ کسی سفر سے واپسی میں حضور والا ایک جھاڑ

toobaafoundation.com

پہ اُترے۔ ساتھ کے آدمی ادھر ادھر درختوں کے سائے میں چلے گئے اور حضور والا بھی ایک درخت سے ہتھیار لٹکا کر تنہا سو گئے۔ ایک اعرابی آیا اور حضور کی تلوار نیام سے کھینچ کر کھڑا ہو گیا۔ حضور بھی بیدار ہو گئے۔ اعرابی بولا محمد! اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ حضورؐ نے فرمایا اللہ۔ یہ سنتے ہی اعرابی کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی۔ حضورؐ نے اٹھا کر فرمایا اب تم کو میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟ اعرابی نے خوشامد کی اور مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرنے لگا۔ اس اعرابی کا نام حورث بن حارث تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ کسی خاص واقعہ کو شان نزول قرار دینا مناسب نہیں۔ ایسے واقعات اور معجزات بیسوں مرتبہ ہوئے ان میں سے ہر ایک کی طرف آیت میں اشارہ ہو سکتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَمِیْثَاقَہُ الَّذِیْ وَاثَقَکُمْ بِہٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاتَّقُوا اللّٰہَ ؕ — یعنی مسلمانو! خدا کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب ایک قوم نے تم پر دست درازی کا ارادہ کر لیا تھا، لیکن خدا نے ان کی دست درازی کو روک دیا لہٰذا تم اس کے احسان کو یاد کرو اور اس سے ڈرتے رہو کسی قوم سے خوف نہ کرو کوئی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۟ اور ایمان والوں کو اللہ ہی پر توکل رکھنا چاہیئے اور یہ یقین رکھنا چاہیئے کہ اُسی کے قبضہ میں سب چیز ہے جو وہ چاہتا ہے وہی ہوتا ہے خود کسی کے فعل میں کوئی تاثیر نہیں لہٰذا جو کچھ اس کا ارشاد ہو اس کی بخوشی اطاعت ضروری ہے اور میثاق الٰہی کی پابندی لازم ہے کیوں کہ جن لوگوں نے اللہ پر بھروسہ نہ کیا وہ خوار ہوئے۔ ذیل میں ایسی ہی سرکشوں کا بیان ہے۔ آئندہ آیات کا مطلب سمجھنے سے قبل ایک تاریخی واقعہ جان لینا ضروری ہے تاکہ آیات کا مطلب سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

جب موسیٰ اور بنی اسرائیل مصر سے نکل کر سرگرداں اور پریشان پھرتے ہوئے دشت فاران میں پہنچے تو وہاں موسیٰؑ نے بحکم الٰہی بنی اسرائیل کے بارہ گروہوں میں سے بارہ جاسوس بنا کر کنعان کی سرزمین میں بھیجے کیوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سرزمین کے فتح ہونے کا وعدہ کیا تھا۔ جب یہ لوگ مقام جیرون علاقہ شام میں پہنچے تو دیکھا ملک نہایت سرسبز و شاداب ہے اور وہاں کے باشندے نہایت تن آور اور قوی الجثہ ہیں۔ ان سرداروں نے باہم معاہدہ کر لیا کہ بنی اسرائیل سے ان لوگوں کی قد آوری اور قوت کی حالت بیان کرنی مناسب نہیں۔ وہ لوگ خوف زدہ ہو جائیں گے اور ہرگز اس ملک پر چڑھائی نہ کریں گے۔ صرف حضرت موسیٰؑ سے جا کر کہہ دیں گے۔ چناں چہ حضرت موسیٰؑ سے جا کر کیفیت کہہ دی اور موسیٰؑ نے بھی اس بات کو پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کر دی اور سب نے عہد کر لیا، لیکن دس آدمیوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور بنی اسرائیل کو جبیرون والوں کی قوت سے خوب ڈرایا۔ صرف حضرت یوشع اور کالب معاہدہ پر قائم رہے۔ ایک عہد خدا نے اُن سے یہ بھی لیا تھا کہ کنعان کی سرزمین میں جا کر میرے احکام پر عمل کرنا، مگر دو نقیبوں کے علاوہ سب ہی نے اس کی بھی خلاف ورزی کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کا غضب اُن پر نازل ہوا اور وادی تیہ میں چالیس برس حیران و پریشان پھرتے رہے۔ وہیں سب دشمنوں کی تلواروں سے اور مختلف بیماریوں سے جہنم رسید ہو گئے۔ پھر حضرت یوشعؑ کے دور نبوت میں جب بنی اسرائیل کو ملک کنعان پر فتح حاصل ہوئی تو انھوں نے وہاں بت پرستی اور فسق و فجور شروع کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مختلف بادشاہوں کی جفاؤں کے تختۂ مشق بنتے رہے اور ذلت و رسوائی میں ہمیشہ کے لئے مبتلا ہوئے۔

اب ہم ذیل آیات کی تفسیر کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْھُمُ اثْنَیْ عَشَرَ نَقِیْبًا ؕ وَ

اولاد یعقوب سے اللہ قول و قرار لے چکا ہے اور اُنہی میں سے بارہ سردار ہم نے مقرر کئے تھے اور

قَالَ اللّٰہُ اِنِّیْ مَعَکُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّکٰوۃَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ

کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم پابندی سے نماز پڑھتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے اور میرے پیغمبروں پر ایمان لاتے رہے

toobaafoundation.com

وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ

اور اُن کی مدد کرتے رہے اور اللہ کو قرض حسن دیتے رہے تو میں تمہارے گناہ ساقط کردوں گا اور ضرور تم کو ایسے گنے باغوں میں

جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ

داخل کروں گا جن کے اندر نہریں بہتی ہوں گی پھر اس کے بعد بھی اگر کسی نے تم میں سے نہ مانا تو وہ بلاشبہ سیدھے

السَّبِيلِ ۝ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ لَعَنَّاهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً ۖ يُحَرِّفُونَ

راستے سے بھٹک گیا بالآخر انہی لوگوں کی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے اُن پر لعنت کی اور اُن کے دل سخت کر دیئے کہ وہ الفاظ کو

الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۙ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ ۳

اُن کے محل سے بدلنے لگے اور اُس نصیحت کا ایک بڑا حصہ بھول گئے جو اُن کو کی گئی تھی (اے نبی) باستثناء چند آدمیوں کے تم

خَائِنَةٍ مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

اُن سب کی کسی نہ کسی خیانت پر ضرور مطلع ہوتے رہو گے مگر ان کو معاف کرو اور درگزر کرو اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

تفسیر ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا یعنی ہم نے یہودیوں سے اشاعت دین کی تعمیل، احکام شریعت اور جہاد کا عہد لیا تھا اور انہی میں بارہ آدمیوں کو سردار بناکر (ملک کنعان کو) تبلیغ دین اور خبرگیری کے لئے بھیجا تھا۔ جن کے نام یہ ہیں:۔ سموع بن زکور، صفت بن حوری، کالب بن یفنہ، اجال بن یوسف، یوشع بن نون، فلطی بن رفو، جدی ایل بن سودی، عمی ایل بن جملی، ستور بن میکائیل، نحبی بن وفسی، جوایل بن ماکی جدعیاہ بن سوسی۔ وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ اور خدا نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تمہاری مدد کروں گا۔ لَئِنْ أَقَمْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي مجھے اپنی ذات کی قسم اگر تم لوگ باقاعدہ پابندی سے نماز پڑھو گے اور زکوٰۃ ادا کرو گے اور میرے پیغمبروں پر ایمان رکھو گے، اُن کی تکذیب نہ کرو گے اور اُن کی عزت توقیر اور امداد کرتے رہو گے اُن کی طرف سے دشمنوں کی مدافعت رکھو گے۔ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا اور خدا کو قرض حسن دو گے۔ یعنی اس کی راہ میں جان و مال سے دریغ نہ کرو گے اور تن من دھن اُس کی راہ میں قربان کرو گے۔ لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ تو میں تمہارے گناہ ساقط کر دوں گا اور خطاؤں کو معاف کر دوں گا۔ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اور آرام دہ عیش فزا جنتوں میں تم کو داخل کر دوں گا لیکن فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ جو شخص اس میثاق کے بعد کفر کرے گا اور عہد سے پھر جائے گا وہ سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہ ہوگا۔ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ مگر چونکہ بنی اسرائیل اور ان کے اکثر نقیبوں نے عہد کو توڑ دیا اور میثاق کی خلاف ورزی کی بت پرستی، فسق و فجور میں مبتلا ہوگئے اور اہل کنعان کی تن آوری کی خبر تمام قوم میں مشہور کر دی۔ لَعَنَّاهُمْ تو اس پاداش میں ہم نے بھی اُن کو اپنی رحمت کے دائرہ سے خارج کر دیا اور ان پر پھٹکار برسائی۔ وَجَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَاسِيَةً اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا جو ایمان کو مان لینے کے لئے نرم نہیں ہوسکتے۔ اس سنگدلی کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ تورات کے الفاظ میں رد و بدل کرنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو بشارات تورات میں مذکور تھیں، اور آپ کا جو حلیہ اس میں موجود تھا اُن کو بدل ڈالا اور بعض احکام کو بھی تورات سے نکال دیا۔ مثلاً آیت

toobaafoundation.com

رجم کو بدل ڈالا۔ وَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ اور تورات میں جو اُن کو نصیحت کی گئی تھی اُس کا بڑا حصہ انھوں نے چھوڑ دیا گویا اس کو بھول گئے یعنی تورات میں محمدؐ کے اتباع کا حکم تھا مگر یہودیوں نے اُس حصہ کو ترک کر دیا حالاں کہ وہ نصیحت کا ایک عظیم الشان حصہ تھا۔ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ یعنی کچھ اُن کی بدبختی اس پر آکر ختم نہیں ہوگئی بلکہ ان کی ازلی شقاوت کے آثار اب تک باقی ہیں۔ آپ برابر ان کی خیانت کاریوں پر مطلع ہوتے رہتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ إِلَّا قَلِيلًا مِّنْهُمْ مگر بعض لوگ اس حکم سے مستثنیٰ بھی ہیں۔ وہ شقاوت پسند اور خیانت کار نہیں (مثلاً عبداللہ بن سلام اور وہ مسلمان جو پہلے یہودی تھے) فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ آپ ان سے چشم پوشی اور درگزر کیجئے ان کو معاف کر دیجئے۔ خدا تعالیٰ احسان اور بھلائی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ انھوں نے اگرچہ آپ کے اور مسلمانوں کے ساتھ برائی کی اور برائی کرتے ہیں مگر آپ برائی کے عوض بھلائی کیجئے اور ان سے مواخذہ نہ کیجئے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اُن یہودیوں کے متعلق حکم تھا جو اہلِ معاہدہ تھے۔ قتادہ کہتے ہیں یہ عام یہودیوں کے متعلق حکم تھا، مگر آیت سیف منسوخ ہوگیا۔ مجاہد کا قول ہے کہ یہ حکم تالیف قلوب کے لئے دیا گیا تھا۔

مقصودِ بیان حقانیت و صداقت کا بالآخر غلبہ ہوتا ہے۔ اہلِ حق اخیر میں غالب ہوتے ہیں۔ خدا اُن کی غیب سے مدد کرتا ہے۔ آیت میں صراحتہً تعلیم دی گئی ہے کہ ہر مسلمان کو خدا ہی پر توکل کرنا چاہیئے۔ طاغوتی قوتوں سے ہرگز خوف نہ کھانا چاہیئے۔ میثاق الٰہی کی خلاف ورزی نہ کرنی چاہیئے ورنہ دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں جہنم نصیب ہوگا۔ اگر انسان فرائض الٰہی کو ادا کرتا رہے اور قانون الٰہی کے موافق اصلاح عقائد و اعمال کرے تو امداد الٰہی بھی اس کے شامل حال رہتی ہے اور خدا اس کی مدد کرتا ہے جو شخص میثاق خداوندی کے خلاف اور عہدِ ازلی سے انحراف کرتا ہے وہ خدا کی لعنت میں گرفتار اور دنیا و دین میں ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ انسان جب خود اپنے لئے کفر کو پسند کرتا ہے تو اس کا دل سخت ہو جاتا ہے اور اتنا زنگ آلود ہو جاتا ہے کہ پھر علم و معرفت کی صفائی کرنے سے اس میں فوراً ایمان نہیں چمک سکتا۔ وغیرہ۔

وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَىٰ أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا

جو لوگ اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں ہم نے اُن سے قول وقرار لیا تھا مگر وہ اُس نصیحت کا ایک بڑا حصہ بھول گئے جو اُن کو کی

بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ وَسَوْفَ

گئی تھی لہٰذا ہم نے بھی اُن کے آپس میں قیامت کے دن تک کے لئے دشمنی اور کینہ لگا دیا اور آخرکار

يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ○

اُن کی حرکات کی اللہ اُن کو خبر دے گا

تفسیر جب اوپر کی آیت میں ملعون یہودیوں کی سرکشیاں اور عہد شکنیاں اور ان کی سزا کا بیان ہو چکا اور تفصیل سے بیان کر دیا گیا کہ یہودی باوجودیکہ اہلِ کتاب تھے، لیکن میثاق الٰہی کو شکست کرنے سے بہت زیادہ ذلیل وخوار رہے تو مدعیان عیسائیت کی حالت بیان کی جاتی ہے کیوں کہ یہ بھی اہلِ کتاب تھے اور میثاق الٰہی کی مخالفت کر کے وبال میں ماخوذ ہوئے تھے۔ ان دونوں فرقوں کی حالت بیان کرنے سے اہلِ اسلام کو متنبہ کرنا مقصود ہے اور یہ بات دکھانی غرض ہے کہ اگر تم بھی عہد الٰہی کی مخالفت کرو گے اور نصیحت خداوندی کو پس پشت ڈال دو گے تو تمہارا بھی یہی حشر ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

toobaafoundation.com

وَمِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّا نَصٰرٰٓى اَخَذۡنَا مِيۡثَاقَهُمۡ وہ لوگ جو مدعیانِ عیسائیت تھے۔ اگرچہ واقع میں عیسائی نہ تھے مگر اپنی زبان سے عیسائی ہونے کا دعویٰ کرتے تھے۔ ہم نے ان سے بھی عہد لیا تھا کہ اگر مجھ سے محبت کا دعویٰ کرتے ہو تو میرے احکام کی تعمیل کرنا اور آئندہ جو فارقلیط (احمد) آئے گا اُس کی تصدیق کرنا اور اس کی مدد کرنا فَنَسُوۡا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوۡا بِهٖ انجیل میں جو نصیحت اُن کو کی گئی تھی اس کے بڑے حصہ کو انھوں نے ترک کر دیا۔ جب فارقلیط پیدا ہوا تو اس کی تکذیب کی اور بجائے امداد کرنے کے مخالفت کی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فَاَغۡرَيۡنَا بَيۡنَهُمُ الۡعَدَاوَةَ وَالۡبَغۡضَآءَ اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ہم نے ہمیشہ کے لئے ان میں آپس میں مذہبی پھوٹ ڈال دی جس سے ہر فرقہ دوسرے فرقے سے عداوت و کینہ رکھنے لگا۔ یہ تو دنیا میں سزا دی گئی اور آخرت میں وَسَوۡفَ يُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوۡا يَصۡنَعُوۡنَ ۝ خدا تعالیٰ اُن کے افعال و حرکات کی ان کو اطلاع دے گا اور وہاں ان کے کرتوت ظاہر کر کے سزا دے گا۔

مقصودِ بیان آیت میں اس امر کا اجمالی بیان ہے کہ عیسائیوں کو حضرت عیسیٰؑ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی اطلاع دے دی تھی اور ان سے عہد لے لیا تھا کہ میرے بعد آنے والے نبی کی تصدیق و امداد کرنا۔ اس بات کی طرف بھی لطیف اشارہ ہے کہ جو لوگ تعلیم الٰہی پر کاربند نہیں ہوتے اور قانونِ فطرت پر نہیں چلتے اُن میں خداوند تعالیٰ پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ مذہبی تفرقوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور پھر یہ تفرقے اور کفر کی مضرات قیامت تک بند نہیں ہوتیں۔ ان آیات میں مسلمانوں کے لیے ایک درس عبرت ہے کہ میثاقِ الٰہی کو شکست کرنے اور فرمانِ نبوی کی خلاف ورزی کرنے سے مسلمانوں میں پھوٹ، نفاق اور تفرقے پیدا ہو جائیں گے اور شیرازۂ ملت پراگندہ ہو کر شوکتِ اسلامی پارہ پارہ ہو جائے گی۔

يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ كَثِيۡرًا مِّمَّا كُنۡتُمۡ تُخۡفُوۡنَ مِنَ

اے اہل کتاب ہمارا رسول تمہارے پاس پہنچ گیا جو کتاب کی بہت سی وہ باتیں تم سے بیان کرتا ہے جن کو تم چھپایا کرتے تھے

الۡكِتٰبِ وَيَعۡفُوۡا عَنۡ كَثِيۡرٍ ؕ قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ ۝

اور بہت سی باتوں سے درگذر کرتا ہے بلاشبہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور روشن کتاب آ پہنچی جس کے

يَّهۡدِىۡ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضۡوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ

ذریعے سے اللہ اُن لوگوں کو نجات کے راستوں پر لے آتا ہے جو اُس کی رضا کے طلبگار ہوتے ہیں اور اپنے حکم سے اُن کو تاریکیوں سے نکال کر

اِلَى النُّوۡرِ بِاِذۡنِهٖ وَيَهۡدِيۡهِمۡ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ ۝ لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ

نور کی طرف لے آتا ہے اور اُن کو سیدھے راستہ پر چلاتا ہے بلاشک وہ لوگ کافر ہو گئے جنھوں نے کہا کہ

اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ ؕ قُلۡ فَمَنۡ يَّمۡلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيۡـئًا اِنۡ اَرَادَ اَنۡ

مسیح ابن مریم اللہ ہے تم کہہ دو کہ اگر مسیح ابن مریم کو اور اُس کی ماں کو اور زمین کے تمام لوگوں کو اللہ

يُّهۡلِكَ الۡمَسِيۡحَ ابۡنَ مَرۡيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ

ہلاک کر دینا چاہے تو اُس کے آگے کس کا زور چل سکتا ہے جو کچھ آسمانوں میں

toobaafoundation.com

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاۤءُ ۚ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

اور زمین میں اور ان دونوں کے درمیان ہے اللہ ہی کا ہے جس کو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے۔

تفسیر

ایک بار چند یہودی سنگساری کے حکم کے متعلق گفتگو کرنے کے لئے خدمت گرامی میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تم سب میں متبحر عالم کون ہے؟ یہودیوں نے بالاتفاق رائے ابن صوریا کی طرف اشارہ کیا۔ حضورؐ نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا تم کو اس خدا کی قسم جس نے موسیٰؑ پر توریت کو نازل فرمایا تھا۔ سچ بتاؤ کیا تمہاری کتاب میں زنا کے جرم کی سزا سنگساری نہیں ہے؟ ابن صوریا نے جواب دیا پھر اب تم نے قسم دلائی اور قسم بھی سخت دلائی اس لئے واقعی معاملہ ظاہر کرنا پڑا۔ بے شک ہمارے مذہب میں بھی اہل اسلام کی طرح سنگساری ہے، لیکن جب ہم میں زنا کی کثرت ہوئی اور خیال ہوا کہ اگر ہم روزانہ سنگسار کرتے جائیں گے تو ایک دن ہماری جماعت بہت کمزور پڑ جائے گی، اس لئے ہم نے رجم کے حکم کو خود بدل دیا۔ اب اگر کوئی زنا کا ارتکاب کرتا ہے تو ہم اس کے سو کوڑے مارتے اور سر منڈوا کر منہ کالا کر کے شہر میں تشہیر کرتے ہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس شان نزول کی بناء پر آیت میں صرف یہودیوں کو خطاب ہوگا، لیکن اکثر اہل تفسیر کا اتفاق ہے کہ خطاب تمام اہل کتاب کو عام ہے۔ یہودی ہوں یا عیسائی سب اس دعوت میں شریک ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:- يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ؕ اے یہود و نصاریٰ تم بہت سی باتیں اپنے مذہب کی چھپایا کرتے تھے۔ محمدؐ کے صفات اخلاق حلیہ نبوت اور رجم کی طرح بعض دیگر احکام کو پوشیدہ رکھتے تھے۔ اب ہمارا رسول تمہارے پاس آ گیا جو تمہاری اکثر تحریفات کی قلعی کھول کر رکھتا ہے اور تمہارے بہت سے مخفی کردہ امور کو ظاہر کرتا ہے۔ ہاں بہت سے وہ احکام جن کی اصلاح کی ضرورت نہیں ان سے درگزر اور چشم پوشی کرتا ہے۔ تم پہلے تاریکی اور گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام جانتے تھے۔ امور ہدایت کو چھپایا کرتے تھے اور ذلالت انگیز تحریفات کو پھیلایا کرتے تھے۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ اب خدا کی طرف سے تمہاری تاریک باطنی دور کرنے کے لئے نور مجسم آ گیا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ روشن کتاب بھی آ گئی جو حق کو باطل سے دین فطرت کو دین محرف سے جدا کر دینے والی ہے۔ يَّهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ اب جو شخص خدا تعالیٰ کی مرضی کا خواستگار ہوگا اور خوشنودی مولیٰ کا راستہ طلب کرے گا خدا تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ سے اس کو سلامتی اور نجات کے راستے بتا دے گا اور منزل مقصود تک پہنچا دے گا اور کتاب مبین۔ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ بحکم الٰہی اس کو تاریکی و گمراہی سے نکال کر روشنی اور ہدایت کی طرف لے آئے گی۔ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ دکھا دے گی اور جو شخص ازلی کور باطن ہوگا اور نور فطرت ہی سے محروم ہوگا اس کو اس فرقان مجید کی روشنی اور نور مجسم کی ضیا پاشی سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوگا جس طرح کہ اکثر یہودیوں اور عیسائیوں کی حالت ہے۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ عیسائی تو کہتے ہیں کہ مسیح باوجودیکہ ابن مریم تھا مگر واقع میں وہی خدا ہے (مریم کے پیٹ سے بھی پیدا ہوا اور خدا بھی ہے) یہ بالکل صریح کفر ہے (بھلا ایک مخلوق زادہ کیوں کر عالم کا خالق اور واجب مطلق ہو سکتا ہے اور کس طرح اپنی ماں کو پیدا کر سکتا ہے۔ الوہیت مسیح کا عقیدہ فرقہ یعقوبیہ کا تھا) قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ آپ ان سے کہہ دیجئے کہ خدا تو قادر مطلق ہے اگر وہ مسیح کو مسیح کی ماں کو بلکہ تمام عالم کو ہلاک کر دینا چاہے گا تو کس میں طاقت ہے کہ بچا سکے گا اور جب مسیح اتنے عاجز ہیں کہ اپنی جان کی اور اپنی ماں کی جان کی بھی حفاظت نہیں کر سکتے تو خدا کس طرح ہو سکتے ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ آسمان و زمین کی تمام کائنات خدا ہی کی پیدا کردہ اور اسی کی ملک ہے۔ خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے موجود کرتا ہے اور مسیح بغیر حکم خدا کسی کو پیدا نہیں کر سکتے تھے بلکہ اپنے نفس کو پیدا کرنے پر بھی قادر نہ تھے تو پھر کس طرح خدا ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ خدا میں مارنے، پیدا کرنے اور مارنے کی قوت ہونی

toobaafoundation.com

چاہیے۔ عالم کو فنا بھی کرسکے اور پیدا بھی کرسکے اور چونکہ مسیح میں یہ دونوں وصف نہ تھے، اس لئے خدا نہیں ہوسکتے۔ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ
اور خدا سب کچھ کرسکتا ہے۔ مار بھی سکتا ہے اور پیدا بھی کرسکتا ہے۔ کل کائنات اس کی مملوک اور زیر تصرف ہے لہٰذا وہی خدا ہے۔

مقصود بیان گزشتہ شریعتوں میں جو جو تغیرات اہلِ کتاب نے کر لئے تھے اُن سب کو رسولِ پاکؐ نے ظاہر نہیں کیا بلکہ جن کا اظہار اصلاح کے لئے ضروری تھا اُن کو ظاہر کر دیا اور باقی کو ویسے ہی چھوڑ دیا۔ رسول پاکؐ کی ذات گرامی نور مجسم تھی جس نے عالم کی تاریک باطنی کو دور کرکے اپنی ضیاء پاشی سے سیاہ دلوں کو روشن کر دیا۔ قرآن مجید حق و باطل میں تفریق کرنے والا ہے اس کا فیصلہ ناطق ہے۔ قرآن سے وہی شخص ہدایت یاب ہوسکتا ہے جس کو توفیق ازلی حاصل ہو اور نور فطرت سے محروم نہ ہو اور راہ حق کا جویاں ہو۔ جو خود گمراہی کو پسند کرے اور تاریکی باطن میں سرگرداں اور حیران پھرتا رہے اس کو خدا بھی ہدایت نہیں کرتا اور اسلامی تعلیم سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ آیت میں الوہیت مسیح اور تثلیث کے عقیدہ کی نہایت مدلل تردید پیش کی گئی ہے اور ایسا مسلمہ نظریہ پیش کیا ہے جس سے کوئی سلیم فطرت رکھنے والا انسان انکار نہیں کرسکتا۔ وغیرہ۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اُس کے چہیتے ہیں کہہ دو کہ پھر وہ تم کو تمہارے گناہوں کی سزا کیوں دیا کرتا ہے

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ

بلکہ بات یہ ہے کہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے انسان ہو جس کو چاہے گا وہ بخش دے گا اور جس کو چاہے گا سزا دے گا آسمانوں کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۟ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ

اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے وہ سب سلطنت اللہ ہی کی ہے اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اے اہل کتاب ہمارا رسول

قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا

تمہارے پاس پہنچ چکا جو رسولوں کا سلسلہ قطع ہونے کے بعد تم سے احکام بیان کرتا ہے کبھی تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ تو کوئی

مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۟ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ع

خوشخبری سنانے والا آیا نہ ڈرانے والا اب تمہارے پاس خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا آچکا اور اللہ سب کچھ کرسکتا ہے

تفسیر ایک بار نعمان بن اصی اور بحر بن عمرو اور شاس بن عدی خدمت مبارک میں حاضر ہوئے۔ سرکار عالیؐ نے ان کو اسلام کی ترغیب دی اور فرمایا اہل کتاب! خدا سے ڈرو اور میری نبوت پر ایمان لے آؤ۔ وہ بولے محمد! تم ہم کو کس سے ڈراتے ہو ہم تو خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے دوست ہیں ہم کو عذاب ہرگز نہ ہوگا اور نصاریٰ کا بھی یہی خیال تھا اُس پر یہ آیات نازل ہوئیں اور دونوں فریق کے خیالات کی مدلل تردید کر دی گئی (ابن عباس)

ارشاد ہوتا ہے وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ یعنی یہودی اور عیسائی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ ہمارا خدا سے قریبی تعلق ہے یا یہ مطلب کہ ہم قرب و مرتبہ اولاد کی طرح ہیں اور خدا ہم پر شفقت فرمانے میں باپ کی طرح ہے پھر ہم کو کس طرح عذاب ہوسکتا ہے۔ کہیں کوئی باپ اپنے بیٹے کو عذاب دیتا ہے یا کوئی دوست اپنے قریبی دوست کی تکلیف گوارا کرسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ

toobaafoundation.com

فرماتا ہے قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ ؕ محمدؐ آپ اُن سے کہہ دیجئے کہ اگر تم خدا کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہو تو آخر نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں تم پر اس نے مصائب اور تکالیف کیوں نازل کیں (کیوں تمہاری قدیمی) دولت وحشمت خاک میں مل گئی اور وقتاً فوقتاً کیوں تم پر بے شمار مصیبتیں آتی رہیں اور آخرت میں تمہاری ریاکاری اور خطاشعاری کی وجہ سے کیوں تم کو عذاب دے گا کہیں کوئی باپ بھی اپنے چہیتے بیٹے کے ساتھ ایسا کیا کرتا ہے۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے۔ تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ ہم خدا کے بیٹے ہیں اور خدا ہمارا باپ ہے اور ہمارا اسی سے خصوصی تعلق ہے۔ درحقیقت بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ ؕ خدا کے پیدا کئے ہوئے دیگر انسانوں کی طرح تم بھی انسان ہو تم میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں ہے اور جب دیگر آدمیوں کی طرح تم بھی آدمی ہو تو پھر خدا کے بیٹے کیسے ہو سکتے ہو؟ کہیں آدمی بھی خدا کا بیٹا ہو سکتا ہے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ ؕ پھر جب تم عام آدمیوں کی طرح ہوئے تو جس طرح عموماً آدمیوں کی مغفرت خدا کی مشیت پر موقوف ہے اسی طرح تمہاری مغفرت اور سزا بھی خدا کے دست مشیت میں ہے جس کو چاہے گا بخش دے گا نہ چاہے گا عذاب دے گا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ تم عذاب کی طرف سے مطمئن ہو کر بیٹھ رہو اور خدا سے اپنا خصوصی رشتہ ظاہر کرنے لگو۔ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ؕ اس کے علاوہ وہ تمام عالم موجودات خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔ اسی کا مملوک اور اسی کا زیر تصرف ہے اور اخیر میں مرنے اور فنا ہونے کے بعد سب کا رجوع اسی کی طرف ہوگا تو کس طرح ممکن ہے کہ خدا کی پیدا کی ہوئی مخلوق فانی اُس کا بیٹا بن جائے۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فَتْرَةٍ مِنَ الرُّسُلِ ۔ جب حضور اقدسؐ نے تمام اہل کتاب کو دعوت اسلام دی اور یہودیوں نے نہ مانا۔ خصوصاً یہودیوں نے تو سخت مخالفت شروع کر دی تو معاذ بن جبل اور سعد بن عبادہؓ نے یہودیوں سے کہا اے جماعت یہود خدا سے ڈرو۔ تم خوب جانتے ہو کہ محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں۔ ہمارے مسلمان ہونے سے پہلے اور رسول پاکؐ کے مدینے میں تشریف لانے سے قبل تم ہم کو پیدا ہونے والے نبی کی یہی تعریف یہی صفات واخلاق اور یہی حلیہ بتایا کرتے تھے۔ اب کیوں انکار کرتے ہو۔ یہ تقریر سن کر یہودی لاجواب ہو گئے اور اتنی ڈھٹائی سے رافع بن حریملہ اور وہب بن یہودا کہنے لگے "ہم نے تم سے یہ کبھی نہیں کہا نہ کسی نبی کے پیدا ہونے کا تذکرہ کیا" اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے موسیٰ کے بعد کوئی نبی پیدا ہی نہیں کیا اور نہ کوئی کتاب بھیجی۔ ہمارے پیغمبر حضرت موسیٰؑ خاتم الانبیاء تھے اور ہماری کتاب توریت خاتم الکتب تھی پھر ہم محمدؐ کی نبوت کس طرح تصدیق کر سکتے ہیں۔ اُس وقت خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ اہل کتاب مدت سے تمہارے پاس کوئی نبی نہ آیا تھا۔ ایک مدت دراز کے بعد خدا نے تمہارے پاس اپنا رسول بھیجا تاکہ تمہارے اندر جوں جوں خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں اور شریعت الٰہی سے تم نے جو سرتابیاں شروع کر دی ہیں اُن کو کھول کر بیان کرے اور ان کی اصلاح کرے اور رسول کی یہ بعثت صرف اتمام حجت کے طور پر ہے تاکہ قیامت کے دن تم أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ ۔ یہ نہ کہنے لگو کہ ہمارے پاس تو کوئی پیامبر آیا ہی نہ تھا اور عقل فطری ہماری اس قابل نہ تھی پھر ہم کو راہِ ہدایت کیسے ملتی۔ لہٰذا اب فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ ؕ تمہارے پاس بشیر ونذیر آگیا۔ فرماں بردار بندوں کو وہ نجات وثواب کی بشارت دینے والا اور نافرمانوں کو دوزخ سے ڈرانے والا ہے۔ تم اس کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور بلا تاخیر ایمان لے آؤ۔ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو خدا کا کچھ نقصان نہ ہوگا۔ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ؕ خدا سب کچھ کر سکتا ہے تمہاری جگہ اور مخلوق ایمان لانے والی پیدا کر دے گا۔

موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کے درمیان ایک ہزار نو سو سال کا فصل تھا مگر یہ زمانہ پیغمبروں کے انقطاع کا نہ تھا بلکہ ہزاروں نبی پیدا ہوئے۔ البتہ حضرت عیسیٰؑ اور حضور محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان جو ۵۷۱ (بقول علامہ خضری) سال کی مدت تھی۔ یہ انقطاعِ رسل کا زمانہ تھا۔ اس میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہوا۔ فتنہ وفساد جہالت وگمراہی کا عموم ہو گیا۔ مظاہر قدرت کی پرستش ہونے لگی۔ تمام مذہبوں کی تعلیمی حالت بدل گئی بانیانِ مذاہب کی ہدایت سے خلاف ورزی ہونے لگی۔ کتابوں میں تحریف وترمیم ہو گئی اور راہِ ہدایت بالکل مٹ گئی تو خدا نے اصلاحِ عالم اور تنویر ارواح کے لئے حضور اقدسؐ کو مبعوث فرمایا ایسا موقعہ غنیمت سمجھنا چاہیئے تھا۔ جن لوگوں کی روحیں سعید تھیں انھوں نے تو موقعہ سے فائدہ اٹھا لیا اور بلا پس وپیش کے خالص مسلم ہو گئے اور جو نورِ فطرت سے محروم تھے۔ توفیق ازلی اُن کے شاملِ حال نہ تھی وہ گمراہی میں پڑے رہے۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان

خدا کا کسی سے رشتہ نہیں برادری نہیں بلکہ اعمال سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ نافرمانی اور سرکشی موجب عذاب ہے خدا کسی کو بغیر قصور کے عذاب نہیں دیتا۔ تمام انسان مخلوق ہونے میں برابر ہیں بخشش کا دار و مدار خدا کی مشیت پر ہے۔ تمام عالم کی ابتدا بھی خدا ہی سے ہے اور انتہا بھی اسی پر ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے اور رسول گرامیؐ کے درمیان کوئی نبی نہیں ہوا۔ اصلاح خلق اور اتمام حجت کے لئے خدا تعالیٰ نے انبیاء کو مبعوث فرمایا تاکہ قیامت کے دن کسی کو عذر کرنے کی گنجائش باقی نہ رہے۔ رسول کا کام بشارت و انذار ہے۔ فرماں برداروں کو نجات کی خوشخبری اور منکروں کو دوزخ کا خوف دلانا نبی کا فرض ہے۔ آیت میں مسلمانوں کے لئے عبرت آموز سبق ہے اور اس بات کی روایت کرنی مقصود ہے کہ کوئی شخص اس بات پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے کہ ہم اُمتِ محمدی میں داخل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہماری نجات کے لئے کافی ہے اور ہمارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی کیوں کہ کسی شخص کا خدا سے رشتہ نہیں نہ کوئی محبوبِ خدا ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ ہر شخص عقائد و اعمال پر مکلف ہے۔ وغیرہ۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم جو احسان اللہ کا تم پر ہوا اُس کو یاد کرو کہ تم میں اُس نے پیغمبر

اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰقَوْمِ

بنائے اور تم کو بادشاہ بنایا اور وہ چیز دی جو دنیا جہان میں کسی کو نہیں دی اے میری قوم

ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ

اُس پاک زمین میں چلو جو اللہ نے تمہارے مقدر میں لکھ دی ہے اور پشت موڑ کر لوٹ نہ پڑو

فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖ وَاِنَّا لَنْ

ورنہ نقصان میں جا پڑو گے قوم والے بولے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست لوگ ہیں جب تک وہ وہاں سے

نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ۝ قَالَ رَجُلٰنِ

نکل نہ جائیں ہم ہرگز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل گئے تو ہم ضرور داخل ہوں گے ان ڈرنے والوں میں سے

مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا

دو شخص جن پر خدا نے اپنا فضل کیا تھا بولے تم دروازہ تک تو چلو جس وقت تم دروازہ

دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝

میں داخل ہو جاؤ گے تو بلاشبہ تم ہی کو غلبہ ہوگا اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو

toobaafoundation.com

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ

کہنے لگے　موسیٰ　جب تک وہ وہاں ہیں ہم تو ہرگز　وہاں　نہ جائیں گے　تم اور تمہارا　رب　جاؤ

فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ

اور لڑو　ہم تو یہیں　بیٹھے ہیں　موسیٰ نے کہا میرے پروردگار مجھے صرف اپنا اور اپنے بھائی کا اختیار ہے

فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ

تو ہم میں اور اُن نافرمان لوگوں میں جدائی کر دے　اللہ نے فرمایا　اچھا تو وہ ملک　ان پر چالیس برس تک حرام

سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝ ع

کر دیا گیا (اسی) زمین میں سر مارتے پھریں گے　اب تم نافرمان　قوم پر　کچھ تاسف نہ کرو

وقف لازم

تفسیر

جب آیات سابقہ میں یہودیوں اور عیسائیوں کے باطل خیالات، غلط عقائد اور بے بنیاد مسلمات کی مدلل تردید ہو چکی اور پھر بھی بنی اسرائیل دعوتِ حق کی طرف راغب نہ ہوئے اور سرکشی و طغیان سے باز نہ آئے تو اب بنی اسرائیل کا ایک طویل قصہ بیان کر کے اس طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ ان کی سرکشی کوئی نئی نہیں ہے بلکہ موسیٰؑ کے وقت سے ان کی بے باکیوں کی یہی حالت چلی آئی ہے۔ یہ بھی جان لینا ضرور ہے کہ یہ قصہ اس وقت کا ہے جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰؑ کے ساتھ مصر سے نکل کر بحر قلزم کو عبور کر کے عرب کے شمالی حصہ میں دشت فاران میں مقیم تھے اور حضرت موسیٰؑ نے بارہ نقیب ملک شام کو دریافت حال کے لئے بھیجے تھے اُن میں سے دس نقیبوں نے قوم عمالقہ کی قوت جسمانی اور قدآوری کے حالات بیان کر کے بنی اسرائیل کو بزدل بنا دیا تھا اور حضرت موسیٰؑ ان کو فلسطین لے جانا چاہتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ یعنی اُس وقت کی حالت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب کہ موسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے جہاد پر آمادہ کرنے اور فلسطین کی طرف لے جانے کے لئے کہا تھا کہ قوم والو! خدا کے حکم کی تعمیل کرو اور پروردگار کی اُس نعمت کو یاد کرو کہ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ خدا نے تم ہی میں سے تمہارے لئے انبیاء بنائے۔ حضرت ابراہیمؑ سے لے کر حضرت موسیٰؑ تک برابر انبیاء بنی اسرائیل میں پیدا ہوتے رہے اور فقط دینی حکومت ہی خدا نے تمہارے قبضہ میں نہیں دی بلکہ صدہا برس کی غلامی دور کر کے فرعون کے پنجہ سے چھڑا کر وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۔ تم کو مستقل حکومت عطا کی اور تم کو بادشاہ بنایا وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ اور وہ نعمتیں تم کو عطا کیں جو دنیا میں کسی کو نہیں دی تھیں۔ بحر قلزم کو تمہارے عبور کے لئے خشک کر دیا اور اس میں تمہارے عبور کے واسطے راستے بنا دئیے گئے۔ فرعونیوں کو تمہارے سامنے غرق کیا۔ تمہارے لئے جنگل میں ایک پتھر سے بارہ چشمے نکالے۔ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِىْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ لہٰذا اے قوم بنی اسرائیل اُس پاک زمین (ملک شام یا فلسطین) کو چلو جس کی فتح خدا تعالیٰ نے (بزبان یعقوب) تمہارے لئے مقرر کر دی ہے۔ یعنی خدا کے وعدے کو جھوٹا نہ سمجھو جہاں اس نے اور نعمتیں عطا کیں یہ نعمت بھی ضرور دے گا۔ وَلَا تَرْتَدُّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِكُمْ اور منہ پھیر کر ان کے مقابلے سے نہ بھاگو ورنہ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ انجام یہ ہوگا کہ کوشش رائیگاں جائے گی اور ذلت و خواری کا منہ دیکھنا ہوگا۔ لہٰذا مصر واپس جانے کا ارادہ ترک کر دو۔ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۔ بنی اسرائیل بولے موسیٰ وہاں تو بڑے زبردست قد آور تنومند اور طاقتور لوگ رہتے ہیں اُن کا وہاں بہت سخت تسلط ہے۔ اُن کے مقابلے کی ہم میں طاقت نہیں۔ وَاِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۔

toobaafoundation.com

ہم وہاں ہرگز نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں گے۔ فَإِنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ اگر (تمہاری دعا سے) وہ لوگ اُس سرزمین سے چلے جائیں گے تو پھر ہم ضرور آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے اور وہاں جائیں گے۔ قَالَ رَجُلَانِ مِنَ الَّذِينَ يَخَافُونَ ۔ بنی اسرائیل کا یہ جواب سُن کر دو خدا ترس آدمی (یعنی یوشع بن نون اور کالب بن یوقنا) أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمَا جن پر خدا نے اپنا انعام کیا تھا۔ علم معرفت اور ایمانِ کامل اُن کو عطا کیا تھا اور وہ شریعت موسوی کے راز دار تھے بولے کہ ادْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ملک شام کے باشندوں پر شہر کے دروازے سے گھس پڑو (اور ان کی ظاہری ہیبت ناک صورتوں سے مت ڈرو ان کے پاس دل نہیں ہے) فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَإِنَّكُمْ غَالِبُونَ جوں ہی تم دروازے میں داخل ہو گے فوراً اُن پر تمہارا تسلط ہو جائے گا کیوں کہ خدا تعالیٰ کا وعدۂ نصرت جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ اگر تم ایمان دار ہو تو اس کی فتح و نصرت کا کامل یقین رکھو اور اسی کی امداد پر بھروسہ رکھو۔ ان لوگوں کی ظاہری قوت و جلال سے مرعوب نہ ہو۔ قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّا لَنْ نَدْخُلَهَا أَبَدًا مَا دَامُوا فِيهَا ۔ بنی اسرائیل بولے موسیٰ جب تک وہ لوگ اس شہر میں ہیں ہم تو ہرگز وہاں نہ جائیں گے۔ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ ۔ اگر جانا ہے تو تم اور تمہارا خدا وہاں جا کر لڑیں۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں آگے ہرگز نہیں بڑھیں گے۔ بنی اسرائیل کی یہ سرکشی اور بدتمیزی دیکھ کر حضرت موسیٰؑ اور ہارونؑ سجدہ میں گر پڑے اور غضب الٰہی سے ڈرنے لگے۔ یوشع اور کالب نے بھی بہت کچھ سمجھایا مگر کور باطن جاہلوں کے ایک سمجھ میں نہ آئی بلکہ ان دونوں صاحبوں کو پتھروں سے خوب مارا مجبور ہو کر قَالَ رَبِّ إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي ۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا میرے پروردگار مجھے اپنی جان اور اپنے بھائی پر تو قابو ہے میں اپنے آپ کو اور اپنے بھائی کو تعمیل حکم پر مجبور کر سکتا ہوں مگر اور کوئی میرے قبضہ میں نہیں میں کسی کو اطاعت پر مجبور نہیں کر سکتا۔ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ اس لئے تو ہم کو ان نافرمانوں سے علیحدہ کر دے ہم کو ان کا ساتھی نہ بنا قَالَ فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً خدا تعالیٰ نے فرمایا تو چالیس برس تک ان کے واسطے وہ ارض پاک حرام کر دی گئی ۔ چالیس برس برابر یہ وہاں نہ پہنچ سکیں گے (اور مصر کو بھی واپس نہ جا سکیں گے) يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۔ یوں ہی اس سرزمین میں حیران و پریشان پھرتے رہیں گے۔ دن رات چلنے پر بھی پھر اسی مقام پر رہیں گے جہاں سے چلیں گے (اور بیس برس سے) اوپر کی عمر والے یوں ہی سرگرداں پھرتے وبا سے اور دشمنوں کے حملے سے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا چالیس برس تک بنی اسرائیل وادی تیہ میں سرگرداں پھرتے رہے جن کی عمر بیس سے زائد تھی وہ سب وبا سے اور دشمنوں کے حملوں سے ہلاک ہو گئے۔ حضرت موسیٰ بھی نہر یردن کے اس پار واصل بحق ہو گئے ان کی بجائے یوشع اور کالب خلیفہ ہوئے تو بنی اسرائیل کو وہاں سے نجات ملی اور ملک شام فتح ہوا۔ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ تم ان نافرمانوں کا غم نہ کھاؤ۔ ان کی تباہی اور ہلاکت کی پرواہ نہ کرو۔ یہ نافرمان ہیں اور نافرمان تباہ ہی کرنے کے لائق ہیں۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل تورات سفر عدد کے ۱۴ باب میں بخوبی کی گئی ہے۔

مقصودِ بیان

نعمت کی یاد موجب اطاعت ہے۔ عموماً نبوت اور سلطنت ہر قوم کے لئے خدا کی نعمت ہے۔ اس سے اصلاح معاش و معاد وابستہ ہے مگر جس قوم میں نبی کی بعثت یا بادشاہ کی پیدائش ہو اس پر خصوصیت کے ساتھ خدا کا احسان ہے ملک شام کی زمین پاک تھی وہاں سے بہت انبیاء پیدا ہوئے تھے۔ راہِ خدا میں جان لڑا دینے سے کامیابی اور نافرمانی و بزدلی سے ناکامی حاصل ہوتی ہے۔ آیت میں لطیف اشارات اس طرف ہیں کہ طاغوتی مادی طاقتیں خدا کی مخفی طاقت کے مقابلے میں ہیچ ہیں۔ جس مومن کا خدا پر کامل توکل ہوتا ہے خواہ اس کے پاس مادی طاقت نہ ہو، مگر خدا کی طاقت کی امداد سے وہ بہت بڑی بڑی مادی طاقتوں پر غالب آ سکتا ہے۔ بنی اسرائیل بہت سرکش اور طاغی قوم تھے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون بھی ان سے تنگ تھے اور ان کا کبھی ان پر کچھ بس نہ چلتا تھا۔ بنی اسرائیل کی قوم ہمیشہ سے سرتابی کرتی چلی آئی ہے۔ خدا کی شان میں بھی انھوں نے بڑی بڑی گستاخیاں کی ہیں۔ سرکشی اور نافرمانی کی سزا خدا کی طرف سے بہت سخت ملتی ہے۔

toobaafoundation.com

ربع لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ

(اے محمد) تم ان کو آدم کے دونوں بیٹوں کا سچا قصہ پڑھ کر سنا دو جبکہ دونوں نے نیاز پیش کی تو ایک کی نیاز قبول کرلی گئی اور

النصف

يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝

دوسرے کی نہ قبول کی گئی وہ بولا میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا پہلے نے کہا اللہ تو نیاز پرہیزگاروں ہی کی قبول کرتا ہے

لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّيْۤ

اگر مار ڈالنے کے لئے تو میری طرف ہاتھ بڑھائے گا تو بڑھا میں تجھے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف نہیں بڑھانے کا میں اس

اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ

اللہ سے ڈرتا ہوں جو رب العلمین ہے میں چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا دونوں کا گناہ سمیٹ کر

اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ۝ۚ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ

دوزخی ہو جائے اور یہی ظالموں کی سزا ہے غرض دوسرے کو اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر ابھارا اور اس

فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ

نے بھائی کو مار ڈالا اور خود ہی گھاٹے میں آ گیا بالآخر اللہ نے ایک کوا بھیجا جو زمین کرید رہا تھا تاکہ قاتل کو وہ طریقہ بتا دے

كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا

جس سے وہ اپنے بھائی کی لاش چھپا سکے کہنے لگا افسوس میں اس کوے کی طرح ہونے سے بھی گیا گذرا ہوا کہ اپنے

الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ۝ۚۛ

بھائی کی لاش کو چھپا دیتا غرض پھر وہ پچھتانے لگا

تفسیر

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ یہاں سے حضرت آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ شروع ہوتا ہے اور اس سے غرض وہ فوائد ہیں جن کو ہم مقصود بیان کے عنوان سے ذیل میں ذکر کریں گے

آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول آپ ان کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا سچا واقعہ سنا دیجئے تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور اعمال کا نتیجہ معلوم ہو جائے۔ جمہور کے نزدیک دونوں شخص صلبی آدمؑ کے نطفہ کے بیٹے ہی مراد ہیں اگرچہ حسن و ضحاک کی ایک ضعیف روایت میں یہ بھی ہے کہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے اور چونکہ تمام انسانوں کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ اس لئے ان کو بھی آدم کے بیٹے کہا گیا۔ مگر دیگر احادیث اور توریت سفر پیدائش کا چوتھا باب قول جمہور کی واضح تائید کرتا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔

toobaafoundation.com

ابن عباس، ابن مسعود اور صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ حضرت آدم کی اولاد کی پیدائش کا یہ دستور تھا کہ ایک بطن سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے اور دوسرے بطن سے بھی اسی طرح ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوا کرتی تھی اور بہ ضرورت وقت خدا کے حکم سے ایک بطن کے لڑکے کا دوسرے بطن کی لڑکی سے نکاح کر دیا جاتا تھا۔ چناں چہ ایک بطن سے ہابیل اور اس کی بہن لبوذا پیدا ہوئی اور دوسرے بطن سے قابیل اور اس کی بہن اقلیمیا ہوئی۔ اقلیمیا لبوذا سے حسین تھی اس لئے قابیل چاہتا تھا کہ دستور شریعت کے خلاف میرا نکاح اس سے ہو جائے اور وہ اپنا استحقاق بھی ظاہر کرتا تھا لیکن حضرت آدم نے حکم شریعت کے موافق ہابیل کا نکاح اقلیمیا سے کر دیا۔ قابیل کو اس پر رشک پیدا ہوا اور دل میں ہابیل کا دشمن ہو گیا۔ حضرت آدم نے قابیل کی دلجوئی اور اطمینان کے لئے حکم دیا کہ تم دونوں اپنی اپنی نذریں بارگاہ الٰہی میں پیش کرو جس کی نذر قبول ہو جائے گی وہی اقلیمیا کا جائز مستحق سمجھا جائے گا اور چوں کہ اس زمانے میں کوئی فقیر نہ ملتا تھا، اس لئے دستور تھا کہ کھلے میدان میں ہر شخص اپنی نذر لا کر رکھ آتا تھا۔ آسمان کی طرف سے آگ آتی اور جس کی نذر قبول ہوتی اُس کو کھا جاتی۔ ہابیل وقابیل دونوں (حضرت آدم علیہ السلام کے فیصلہ پر راضی ہو گئے۔ ہابیل کے پاس کچھ مویشی تھے اُس میں سے وہ ایک فربہ دُنبہ لایا۔ دونوں نے میدان میں اپنی اپنی نذریں رکھ دیں۔ آگ آئی اور ہابیل کی نذر قبول کر لی گئی۔ قابیل کو اس بات سے اور بھی حسد پیدا ہوا اور موقعہ کو منتظر رہا جب آدم علیہ السلام حج بیت اللہ کو گئے اور قابیل کو اپنا خلیفہ اور جانشین بنا گئے، اس لئے قابیل کو اور بھی اچھا موقعہ ہاتھ آیا۔ ہابیل سے کہنے لگا کہ تو اقلیمیا سے دست بردار ہو جا ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔ ہابیل بولا اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میں ہرگز تیری طرف دست درازی نہ کروں گا۔ مجھے خدا کا خوف ہے اگر میں تجھے قتل کر دوں گا تو اپنے گناہوں کے علاوہ تیرے خون کا وبال بھی میری گردن پر رہے گا اور اگر تو مجھے قتل کر دے گا تو ایک تو تیرے ذاتی گناہوں کا بار تیرے اوپر رہے گا دوسرے میرے قتل کا وبال بھی تیری گردن پر رہے گا۔ لہٰذا میں تو ایسا نہیں کر سکتا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر۔

بالآخر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ مارنے کو مار ڈالا مگر اب فکر ہو گیا کہ خونِ ناحق کو کس طرح چھپایا جائے گا۔ کاندھے پر لاش اٹھائے مدتوں پھرا مگر تدبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ اتفاق سے (خدا کے بھیجے ہوئے) دو کوّے آئے۔ ایک نے لڑ کر دوسرے کو قتل کر دیا اور پنجوں سے زمین کھود کر اس میں مُردہ کو دفن کر دیا۔ قابیل کی سمجھ میں بھی یہ بات آگئی۔ اُس نے بھی زمین کھود کر بھائی کی لاش کو دبا دیا اور خود عدن کی طرف بھاگ گیا۔ بنی آدم میں یہ خون سب سے پہلا خون تھا اسی لئے آئندہ انسانوں میں جو خونِ ناحق ہو گا اُس کے عذاب کا ایک حصہ قابیل کی گردن پر ہو گا۔ کیوں کہ وہی اس گناہ کا موجد اور بانی تھا چوں کہ دنیا میں فتنہ وفساد ظلم وحسد اور ناحق قتل کی ابتدا ہو گئی لامحالہ ایک قانون عدل کی ضرورت پڑی، اس لئے قصاص کا حکم سب سے پہلے بنی اسرائیل کو دیا گیا تاکہ زمین پر فساد نہ ہو اور خونِ انسانی بے دریغ نہ بہایا جائے۔ اسی قصہ کو ذیل کی آیات میں بیان کیا گیا ہے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا یعنی ہابیل وقابیل میں اقلیمیا کے متعلق اختلاف ہوا تو حضرت آدم نے دونوں کے اطمینان خاطر کے لئے بارگاہ الٰہی میں نذرانہ پیش کرنے کا حکم دیا تو دونوں نے اپنی اپنی نذر پیش کی۔ ہابیل نے ایک موٹا تازہ دُنبہ پیش کیا اور قابیل نے ردی غلہ کے چند خوشے پیش کئے کیوں کہ بروایت ابن عباسؓ اُس زمانے میں کوئی فقیر نہ تھا۔ فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ۔ یعنی ہابیل کا نذرانہ قبول کر لیا اور ایک بے دھوئیں کی آگ آسمان کی طرف سے آئی اُس نے دُنبہ کو کھا لیا اور قابیل کے گیہوں کے خوشے ویسے ہی باقی رہ گئے۔ آگ نے ان کو ہاتھ نہ لگایا۔ قابیل کو اس بات سے اور حسد وغصہ پیدا ہوا۔ لیکن چونکہ قدرت نہ تھی اس لئے حسد کو دل میں چھپا رکھا۔ جب حضرت آدم حج کو گئے اور اس کو اپنا جانشین بنا گئے تو اس کو اچھا موقعہ ہاتھ آیا۔ (ابن جریر بروایت ابن عباسؓ) اور ہابیل سے قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ کہنے لگا میں تجھے ضرور قتل کر ڈالوں گا ورنہ اقلیمیا سے دست بردار ہو جا۔ ہابیل نے کہا یہ معاملہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ قابیل بولا تیرا نذرانہ قبول ہو گیا اور اس سے تجھ کو عزت حاصل ہو گئی اور میرا ہدیہ قبول نہ ہوا میں تمام قوم میں بدنام ہو گیا میں تجھے ضرور مار ڈالوں گا۔ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ۔ ہابیل کہنے لگا اس میں حسد کی کون سی بات ہے خدا تعالیٰ اسی بندہ کا نذرانہ قبول کرتا ہے جو اتقاء نفس کے ساتھ اس کی

toobaafoundation.com

شریعت پر چلتا ہے تو نے دستورِ شریعت کو نہ مانا خدا نے تیرا نذرانہ قبول نہ کیا میرا اس میں کیا قصور ہے اور اس پر بھی لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ یَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ اگر مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ بڑھائے گا تو مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیْكَ لِاَقْتُلَكَ۔ میں کبھی ہرگز تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں بڑھاؤں گا۔ مجھ سے انتقامی کارروائی کی جرأت ہرگز نہ ہوگی کیوں کہ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ مجھے پروردگارِ عالم کا خوف ہے خدا نے تو اپنی مخلوق کو پیدا کیا اور رفتہ رفتہ ترقی دے کر سرحدِ کمال تک پہنچایا اور میں فطرتِ الٰہی کے خلاف اس کو ہلاک کر دوں یا ہلاک کر دینے کی جرأت کروں مجھ سے یہ ہرگز نہ ہوگا۔ اگر میں تجھے قتل کروں گا تو اپنے ذاتی گناہوں کے علاوہ تیرے قتل کا وبال بھی میری گردن پر ہوگا۔ اور اگر تو مجھے قتل کرے گا تو میرے قتل کا وبال اور تیرے ذاتی گناہ سب تیری گردن پر ہوں گے لہٰذا میں پہلی صورت کو پسند نہیں کرتا اور اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ۔ یہی چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا وبال لے کر خدا کی طرف جائے اور ہمیشہ کے لئے دوزخی بن جائے۔ یہی بات میرے نزدیک پہلی بات سے بہتر ہے۔ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِیْنَ ۝ ظالموں کی یہی سزا ہوتی ہے جو ناحق قتل کرتے ہیں وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے۔ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ بالآخر قابیل کو اس کے نفس نے ہابیل کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس کی رائے میں بھائی کو مار ڈالنا ہی معلوم ہوا، اس لئے اس نے ہابیل کو قتل کر ڈالا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے بہتری کے دونوں جہان میں خوار ہوا۔ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ۝ اور ہمیشہ کے لئے ٹوٹے میں رہا۔ کچھ فائدہ نہ اٹھایا دنیا میں بدنام ہوا اور آخرت میں دوزخی بنا۔ مارنے کو تو مار ڈالا لیکن اب حیران ہوا کہ اس کو کیا کروں کیوں کہ روئے زمین پر یہ انسان کی پہلی موت واقع ہوئی تھی۔ حیران سرگرداں بھائی کی لاش کاندھے پر رکھے رکھے پھر رہا تھا کہ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ خدا تعالیٰ نے ایک کوّا بھیجا جس نے اپنے ساتھ والے کوّے کو قتل کر کے پنجوں اور چونچ سے زمین کھودی اور مُردہ کوّے کو اس کے اندر دفن کر دبا اور یہ قصہ صرف اس وجہ سے ہوا۔ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ کہ قابیل کو اپنے بھائی کی لاش چھپانے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔ قابیل نے کوّے کی یہ حالت دیکھی تو نہایت افسوس اور ندامت سے بولا۔ یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ افسوس میں تو اس کوّے سے بھی گیا گزرا ہوا میں تو یہ سوچ بھی نہ سکا کہ زمین کھود کر فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ۔ اپنے بھائی کی لاش چھپا دیتا۔ افسوس! میری عقل و دانش اتنی کمزور نکلی اور میرے حواس پر ایسا بے وقوفی کا پردہ پڑ گیا۔ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِیْنَ کہ اپنی بدنامی دور کرنے کی کوئی تدبیر میرے دماغ میں نہ آئی۔ یہ سوچ کر قابیل بہت شرمندہ ہوا۔

مقصودِ بیان

بدنیتی اور بے دلی کی کوئی عبادت مالی یا بدنی مقبول نہیں۔ مؤمن متقی کی ہی طاعت مقبول ہوتی ہے۔ حاسد کی محرومی اپنے قصور کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اس کو اسبابِ محرومی دور کرنے لازم ہیں۔ ہر شخص کے واسطے ضروری ہے کہ حکمِ الٰہی اور فرمانِ نبوی کے موافق چلے اگر اپنی رائے پر اعتماد کرے گا اور نفس پر بھروسہ رکھے گا اور اپنی دماغی قوتوں کو فرمانِ الٰہی سے بڑھ کر سمجھے گا تو قابیل کی طرح ذلیل و خوار ہوگا۔ گناہ گار کے باطنی حواس اور ادراکی قوتوں پر گناہ کرتے وقت پردے پڑ جاتے ہیں اور وہ معمولی پرندے سے بھی زیادہ کور دانش ہو جاتا ہے۔ تفاخر، حسد، رشک، ظلم، بدعہدی، بغاوت اور ماں باپ کی نافرمانی کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو قابیل کا ہوا لہٰذا یہ اوصافِ قبیحہ واجب الترک ہیں۔ فتنہ و فساد اور خون ریزی فطرتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔ خداوند تعالیٰ ربّ العالمین ہے مخلوقاتِ عالم کا پیدا کرنے والا اور نظامِ عالم کا برقرار رکھنے والا ہے۔ اس نے پیدا کیا۔ نفسِ انسانی کو محترم قرار دیا پھر خون ریزی کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ

اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل کے متعلق لکھ دیا تھا کہ جو شخص کسی کو بغیر کسی جان کے عوض اور بغیر زمین میں فساد

فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ۭ وَمَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَآ

پھیلانے کے قتل کرے گا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک کو مرنے سے بچا لیا

toobaafoundation.com

اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ وَ لَقَدۡ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَیِّنٰتِ ۫ ثُمَّ اِنَّ کَثِیۡرًا

اس نے گویا سب آدمیوں کو بچا لیا بیشک اُن کے پاس ہمارے رسول صاف صاف حکم لے کر پہنچے تھے مگر اس پر بھی ان

مِّنۡہُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ فِی الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ۝

میں سے بہتیرے لوگ ملک میں زیادتی کرنے والے ہیں

تفسیر مِنۡ اَجۡلِ ذٰلِکَ ۔ یعنی اسی ناحق خوں ریزی بند کرنے کے لئے کَتَبۡنَا عَلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ ہم نے بنی اسرائیل کے واسطے یہ قانون مقرر کر دیا کہ اَنَّہٗ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ جو شخص کسی کو ناحق بغیر معاوضہ جان کے قتل کرے یا بلا وجہ بغیر فتنہ فساد مچائے مار دے یعنی بلا وجہ خوں ریزی کی، باوجودیکہ اُس نے اسلام سے بغاوت نہ کی، زنا نہ کیا، ڈاکہ نہ ڈالا اور زمین پر کسی قسم کی تباہی نہ پھیلائی اور پھر بھی اُس کو قتل کر دیا تو فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر دیا۔ ایک شخص کو بلا وجہ قتل کرنا تمام عالم کے قتل کی برابر ہے۔ جو شخص محض جذبۂ نفسانی کے ماتحت حرمت الٰہی کا نقض کر سکتا ہے۔ یعنی جب خوف الٰہی اور جذبۂ روحانی اس کا مغلوب ہو گیا اور جذبۂ نفسانی غالب آگیا تو پھر اُس کے نزدیک ایک کو قتل اور ہزار کو قتل کرنا برابر ہے۔ ایک پیسہ کی چوری اور ایک ہزار کی چوری میں چوری ہونے کے لحاظ سے کچھ فرق نہیں۔ وَمَنۡ اَحۡیَاہَا فَکَاَنَّمَاۤ اَحۡیَا النَّاسَ جَمِیۡعًا ؕ اور جس شخص نے ایک شخص کو بچا لیا اور خوف خدا کر کے حرمت الٰہی کی شکست سے باز رہا اُس نے گویا سب کو بچا لیا کیونکہ جب اُس کا جذبۂ نفسانی مغلوب اور حافظۂ روحانی غالب آگیا تو اب ہر جگہ یہی مغلوبیت اور غالبیت رہے گی۔ خلاصہ یہ کہ ایک شخص کو قتل کرنا سب کے قتل کی برابر اور ایک کو بچانا سب کو بچانے کی برابر ہے۔ ایک نیا گناہ نکالنے سے جس قدر آئندہ لوگ اس گناہ کا ارتکاب کریں گے سب کا وبال بانی پر ہوگا اور ایک اچھی بات ایجاد کرنے سے آئندہ سب آدمیوں کی نیکی کا ثواب بھی اس کو ملے گا، اگرچہ آئندہ بدی یا نیکی کرنے والے عوض شخصی سے محروم نہ ہوں گے۔ وَلَقَدۡ جَآءَتۡہُمۡ رُسُلُنَا بِالۡبَیِّنٰتِ ثُمَّ اِنَّ کَثِیۡرًا مِّنۡہُمۡ بَعۡدَ ذٰلِکَ فِی الۡاَرۡضِ لَمُسۡرِفُوۡنَ ۔ ہمارے پیغمبر بنی اسرائیل کے پاس طرح طرح کے معجزات لے کر پہنچے مگر ان ازلی بدبختوں کو کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بہت سے آدمی ویسے ہی قتل و غارت، کفر و شرک اور فتنہ و فساد پھیلانے میں منہمک رہے۔ پھر اے محمد! تم کو بھی ان کی نافرمانی اور سرکشی دیکھ کر تنگدل نہ ہونا چاہیئے۔ یہ اُن کا قدیمی شیوہ ہے۔ ۳

مقصود بیان قانونِ قصاص قتل و خونریزی کے انسداد کے لئے بنایا گیا۔ جذبۂ روحانی اور حافظۂ روحانی کی غالبیت و مغلوبیت کا اعتبار ہے۔ ہر فعل کا نیت پر دار و مدار ہے۔ ایک دفعہ حرمت الٰہی کی شکست ہزار دفعہ کی شکست پر جرأت دلاتی ہے۔ آیت میں ایسے افعال کی ممانعت کی گئی ہے جن سے فتنہ و فساد وغیرہ پھیلتا ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیۡنَ یُحَارِبُوۡنَ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَ یَسۡعَوۡنَ فِی الۡاَرۡضِ فَسَادًا

جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد کی غرض سے دوڑے دوڑے پھرتے ہیں

اَنۡ یُّقَتَّلُوۡۤا اَوۡ یُصَلَّبُوۡۤا اَوۡ تُقَطَّعَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ مِّنۡ خِلَافٍ اَوۡ یُنۡفَوۡا

اُن کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹ دیئے جائیں یا دیس سے

toobaafoundation.com

مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

نکال دیا جائے یہ تو دنیا میں اُن کی رسوائی ہے اور آخرت میں اُن کے لئے خصوصیت کے ساتھ بڑا عذاب ہے ع

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

ہاں تمہارے قابو میں آنے سے پہلے جنھوں نے توبہ کرلی تو جان لو کہ اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر

بخاری مسلم ترمذی اور ابوداؤد میں باختلاف الفاظ ایک جماعت صحابہ سے مروی ہے کہ قبیلۂ عکل و عرینہ کے کچھ آدمی مسلمان ہو کر ہجرت کر کے مدینہ آئے اور یہیں سکونت اختیار کرلی۔ مدینہ کی ہوا ان کو موافق نہ آئی۔ ہاتھ پاؤں دُبلے ہوگئے اور پیٹ بڑھ گیا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! ہم کو مدینہ کی آب و ہوا نا موافق ہے۔ ہم بیمار ہوگئے کوئی علاج بتائیے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا صدقہ کے اونٹ جو جنگل میں چرنے جاتے ہیں اُن کے ساتھ چلے جاؤ وہیں قیام کرو اور اونٹوں کا پیشاب اور دودھ پیا کرو۔ ان لوگوں نے کچھ دنوں یہی علاج کیا اور تندرست ہوگئے۔ تندرست ہونے کے بعد حضرت یسارؓ کو جو رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام اور اونٹوں کے چرواہے تھے، بیدردی سے قتل کر دیا۔ اُن کی آنکھوں میں کیکر کے کانٹے بھونکے اور تمام مال متاع لوٹ کر اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے۔ حضور والاؐ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے حضرت عبداللہ بجلی کو بیس سواروں کے دستے کے ساتھ اُن کے تعاقب میں روانہ کیا۔ عبداللہ کو گرفتار کر کے لائے۔ حضورؐ نے اُن کی آنکھوں میں سلائی پھروا کر ہاتھ پاؤں قطع کرا کے مدینہ کے باہر گرم ریت پر ڈلوا دیا اور وہ اسی طرح پیاس میں تڑپتے تڑپتے ریت میں ایڑیاں رگڑ کر مرگئے۔ انہی کے متعلق یہ مکمل آیت نازل ہوئی۔

بعض مفسرین نے شانِ نزول اس طرح بیان کیا ہے کہ ابوبردہؓ سے حضور اقدسؐ نے اس شرط پر صلح کی تھی کہ تو نہ مسلمانوں کا ساتھ دینا نہ مسلمانوں کے مقابلہ پر آنا۔ لیکن ابوبردہؓ نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کی۔ ایک بار چند آدمی مسلمان ہونے کے لئے مدینہ کو آرہے تھے کہ راستہ میں ابوبردہؓ نے اُن پر ڈاکہ ڈالا۔ اُس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

بہرحال شانِ نزول کچھ بھی ہو آیت کا حکم عام ہے۔ بقول قرطبی و ابن جریر مسلمان ڈاکو ہو یا کافر، جو شخص راہزنی کرے گا اس پر یہ حکم جاری ہوگا لیکن ائمہ فقہ (مالک، شافعی، ابوحنیفہ وغیرہ) کہتے ہیں کہ آیت میں اُن مسلمانوں کے متعلق حکم ہے جو بادشاہ اسلام سے باغی ہو کر راہزنی اور فساد کرنے لگیں اور ڈاکہ مارنے لگیں۔ عکرمہ اور حسن کے نزدیک آیت کا حکم مشرکوں کے حق میں ہے۔ اب ہم آیت کی تفسیر کرتے ہیں۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے:- اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ، مطلب یہ ہے کہ جو لوگ خدا اور رسول سے لڑتے ہیں یعنی شاہِ اسلام کے خلاف بغاوت کرتے اور اس کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھاتے ہیں اور مسافروں کو لوٹتے ہیں اور ڈاکے مارتے ہیں (مجاہد، عطاء، حسن، نخعی، ابن عباس، سعید بن مسیب) تو ان کی سزا ان چاروں میں سے ایک ہے۔ خواہ ان کو قتل کر دیا جائے یا سولی دیدی جائے یا جانب مخالف سے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیا جائے یا جلاوطن کر دیا جائے (یہ قول ابن عباس، مجاہد، انس، علی بن طلحہ وغیرہ کا ہے) (رواہ ابن جریر) لیکن ابو مجلز ابی بن خیبر، سعید بن جبیر، ابراہیم نخعی، حسن بصری، قتادہ، سدی، عطاء خراسانی اور جمہور ائمہ نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ جو لوگ مذکورہ بالا جرائم میں سے کسی جرم کے مرتکب ہوتے ہیں تو اُن کی سزا جرم کے موافق ہے۔ اگر صرف قتل کیا ہے تو اس کو قتل کیا جائے سولی نہ دی جائے۔ اگر صرف مال لوٹا ہے قتل نہیں کیا ہے تو ایک ہاتھ اور دوسرا پاؤں کاٹا جائے۔ اگر قتل بھی کیا ہے اور مال بھی لوٹا ہے تو ہاتھ پاؤں کاٹ کر اُس کو قتل کیا جائے اور پھر تشہیر کرنے کے لئے سولی پر بھی لٹکا یا جائے اور اگر صرف راہگیروں کو ڈرایا دھمکایا ہے۔ نہ کسی کو قتل کیا، نہ کسی کا مال لوٹا تو اس کو جلاوطن یا دائم الحبس کیا جائے۔

یہ بات بھی جان لینا ضرور ہے کہ مذکورۂ بالا جرائم کا ارتکاب کرنے والے شہر میں رہ کر ایسا کریں یا جنگل اور بیاباں میں رہ کر کریں دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔

toobaafoundation.com

مگر امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ حکم صرف اُن باغیوں اور ڈاکوؤں کا ہے جو جنگل اور بن میں رہتے ہیں۔ اگر شہر میں رہتے ہوں تو چونکہ حکومت اُن پر قابو پا سکتی ہے اس لئے وہ چوروں کے حکم میں ہیں اور جو سزا چور کو ملتی ہے وہی اُن کو ملے گی۔ یہی قول امام مالکؒ کا ہے۔ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ یعنی مذکورہ بالا سزا ان مجرموں کے لئے دنیا میں باعثِ رسوائی ہے۔ اسی وجہ سے ائمہ فقہ کا قول ہے کہ ان لوگوں کے جنازہ پر نماز نہ پڑھی جائے)۔ اور آخرت میں تو خصوصیت کے ساتھ اُن کے واسطے عذاب ہوگا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ۔ ہاں جو لوگ جرائم مذکورہ کے مرتکب ہوئے اور شاہِ اسلام کی گرفت میں آنے سے قبل خود بخود توبہ کر لی اور ناشائستہ حرکات کو چھوڑ دیا تو فَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ خوب سمجھ لو کہ خدا غفور رحیم ہے اپنا گناہ معاف فرما دے گا لیکن جمہورِ اسلام کے نزدیک توبہ سے حقوقِ عباد ساقط نہیں ہوسکتے۔ اگر اُس نے قتل کیا ہے تو توبہ کے بعد بھی قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ اگر کسی کا مال لوٹا ہے تو مال واپس دینا پڑے گا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ خدا غفور رحیم ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ تم اس پر حد جاری نہ کرنا۔ لیکن حضرت علیؓ حضرت ابوموسیٰؓ حضرت ابوہریرہؓ اور بعض دیگر صحابہ کے واقعات اور فیصلوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانی حقوق بھی توبہ کے بعد معاف ہو جاتے ہیں اور پھر کسی طرح سزا نہیں دی جاسکتی۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

مقصودِ بیان حکومتِ اسلامیہ سے بغاوت، قتل غارت، راہزنی اور فتنہ وفساد کی ممانعت۔ ان جرائم کی سخت سزاؤں کا بیان۔ آیاتِ مذکورہ میں لطیف د اشارات اس طرف بھی ہیں کہ اسلام دنیا میں امن آشتی اور صلح قائم کرنے آیا ہے۔ اس کا مقصد اصلی اصلاحِ عالم ہے اور ظلم و بیداد کی بیخ کنی ہے۔ فتنہ وفساد اور قتل و غارت کو کبھی اسلام نہیں پسند کرتا اور نہ اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ نہایت بلند آہنگی اور سخت ترین قوانین سے ایسے افعال سے باز رہنے کی ہدایت کرتا ہے۔ بصیرت کوش دماغ کے لئے ایک غور کرنے کی بات یہ بھی ہے کہ حقوقِ انسانی کو تلف کرنے والے کے لئے اسلام نے ایسی سخت سزائیں تجویز کی ہیں تاکہ دنیا میں تباہی نہ پھیلے۔ لیکن حقوقِ الٰہی کو ترک کرنے والے کے لئے اس میں سے کوئی سزا جائز نہیں۔ بلکہ صاف ارشاد فرما دیا گیا کہ توبہ کے بعد حقوقِ الٰہی معاف ہوسکتے ہیں۔ خدا اپنے حقوق معاف کر دے گا گویا اسلام کے دو جزو ہیں تمدنِ انسانی کی اصلاح اور حقوقِ الٰہی کی ادائیگی ان دونوں میں مہتم بالشان جزو اول ہے۔ اگرچہ آخیری جزو بھی ضروری ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ

ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اُس تک پہنچنے کا وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں

سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

جان لڑا دو تاکہ تمہارا بھلا ہو جو لوگ کافر ہیں اگر اُن کے پاس زمین کی تمام چیزیں

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ

ہوں بلکہ اتنی ہی اور بھی ہوں اور وہ سب کو دے کر روزِ قیامت کے عذاب سے چھوٹنا چاہیں تو ہرگز اُن سے یہ

مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا

چیزیں قبول نہ کی جائیں گی اور اُن کے لئے دردناک عذاب ہے وہ آگ سے نکلنا چاہیں گے مگر وہاں

toobaafoundation.com

هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝

سے نہ نکل سکیں گے اُن کے لئے دائمی عذاب ہے

تفسیر سابق آیت میں تمدن بشری کو تباہ کرنے والوں کی مذمت اور فریضۂ الٰہی کو ادا نہ کرنے والوں کی بدسیرتی کا بیان تھا اور مسلمانوں کو ایسی حرکات سے باز رہنے کی ضمنی ہدایت تھی۔ اس آیت میں فلاحِ دینوی اور نجاتِ اُخروی کا ایک زریں ضابطہ بیان کیا جاتا ہے۔ جس کو ہر ہوشمند انسان تسلیم کرتا ہے۔ ضابطہ کے دو جزو ہیں۔ ممنوعات کا ترک اور واجبات کی ادائیگی۔ پہلے جزو میں اس اِتَّقُوا اللّٰهَ کے فقرہ میں بلیغانہ طرز کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور دوسرے جزو کو آئندہ جملہ میں ظاہر کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ۔ مسلمانوں خدا سے ڈرو۔ پرہیزگاری اختیار کرو۔ بُری باتوں کو چھوڑ دو۔ جن امور سے خدا نے منع کیا ہے اُن کو نہ کرو۔ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ اور خدا تک پہنچنے کے لئے اس کے احکام کی تعمیل کرو۔ اطاعت و فرمان پذیری کو اپنا شعار بنالو۔ ایسی طاعات کو اختیار کرو جس سے قربِ الٰہی حاصل ہو (ابن عباس، مجاہد، ابووائل)، خدا کی بندگی و اطاعت کرو اور اعمالِ صالحہ کے پابند ہو جاؤ۔ خدا کی مرضیات کے طالب بنو (ابن کثیر) وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ۔ خصوصاً خالص نیت اور نیک دلی سے محض خدا کا بول بالا کرنے کے لئے جان مال سے کوشش کرو۔ تن من دھن اس کی راہ میں قربان کرو۔ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝ تاکہ تم کو دنیوی اور اُخروی بہبودی حاصل ہو۔ دنیا میں عزت، شوکت، سطوت، حکومت اور پرشکوہ جاہ و جلال حاصل ہو اور آخرت میں دوزخ سے نجات جنت کے انعامات اور دیدارِ رب العزت کا میسر آ جائے کیونکہ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لِيَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝ قیامت کے دن بالفرض اگر کافروں کو روئے زمین کی تمام دولت مل جائے اور وہ تمام دولت دے کر عذاب سے بچنے کے خواستگار ہوں تب بھی ان کو عذاب سے نجات نہ ملے گی يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا ۫ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ۝ وہ دل سے خواہشمند ہوں گے کہ دوزخ سے کسی طرح رہائی مل جائے مگر کبھی خلاصی نصیب نہ ہوگی بلکہ خصوصیت کے ساتھ وہی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے یعنی اہلِ اسلام تو گناہوں کی سزا اُٹھانے یا معاف ہو جانے کے بعد دوزخ سے نکال لئے جائیں گے مگر کافر ہمیشہ کے لئے جہنم میں پڑے رہیں گے۔ ہرچند کہ وہ رہائی کے طالب ہوں گے اگر آرزو میں کامیاب نہ ہوں گے۔

مقصود بیان ترکِ ممنوعات کی ہدایت، تعمیل اوامر کا حکم، راہِ خدا میں دل و جان سے کوشش کرنے کا امر۔ اس بات کی وضاحت کہ جو مرضی مولیٰ کا طالب ہوتا ہے اور اپنی رفتار گفتار اطوار میں خوشنودیٔ خدا کو پیشِ نظر رکھتا ہے وہ دنیا میں سُرخرو اور آخرت میں کامیاب ہوتا ہے اور نافرمان منکرانِ صداقت کو قیامت کے دن کسی طرح کبھی رہائی نصیب نہ ہوگی۔ بلاغتِ عبارت سے ایک بات یہ بھی نکلتی ہے کہ مسلمان ہمیشہ دوزخ میں نہ رہے گا بلکہ اپنے اعمال کی سزا بھگتنے یا معاف ہو جانے کے بعد اس کو نجات مل جائے گی۔ دوامی جہنم صرف کافروں کا حصّہ ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ۭ

چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ اُن کے کرتوت کی پاداش میں کاٹ ڈالو اللہ کی طرف سے یہ عبرت ہے

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ

اللہ زبردست مصلحت بین ہے ہاں جو شخص اپنے قصور کے بعد توبہ کرلے اور حالت درست کرلے تو خدا بھی

toobaafoundation.com

يَتُوبُ عَلَيْهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝

اس پر توجہ فرمائے گا بلاشبہ اللہ غفور رحیم ہے

تفسیر اس سے پہلی آیات میں کچھ راہزنوں، ڈاکوؤں اور غارتگروں کے احکام تھے اور اسی ذیل میں چند اور باتیں بھی بیان کردی گئی تھیں پہلے بیان کی تکمیل کے لئے چوروں کی سزا بیان کی جارہی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا یعنی چور مرد یا عورت اگر چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹو۔ چونکہ آیت کے حکم میں کوئی قید مذکور نہیں، اس لئے داؤد ظاہری اور ان کے متبعین حکم کو مطلق رکھتے ہیں۔ ایک پیسہ کی چوری ہو یا ایک کوڑی کی، راستہ میں پڑی ہوئی چیز اٹھائی گئی ہو یا مالک کی حفاظت میں سے چرائی گئی ہو۔ بہر صورت ہاتھ کاٹنا واجب ہے لیکن جمہور سلف وخلف کے نزدیک آیت مطلق نہیں بلکہ اس حکم کے ساتھ چند قیدوں اور شرطوں کی رعایت ضروری ہے۔ جن کو ہم ذیل میں تفصیل کے ساتھ مع اختلاف صحابہ وتابعین بیان کرتے ہیں۔

(۱) مال مسروقہ کی مقدار۔ جاہلیت کے زمانہ میں بھی قریش کا دستور العمل تھا کہ چور کا ہاتھ کاٹتے تھے۔ ایک شخص نے کعبہ کا خزانہ چرایا تھا اور اس کا ہاتھ قطع کیا گیا تھا۔ اسلام نے بھی اسی قانون کو باقی رکھا۔ رہی یہ بات کہ کس قدر مال چرانے پر قطع ید کی سزا دی جاسکتی ہے تو آیت میں اس کو کوئی بیان نہیں۔ اسی بنا پر ابن زبیر حسن بصری اور ابن عباس وغیرہ کا خیال ہے کہ نفس چوری سے قطع ید لازم ہے۔ مال مسروقہ کی کوئی مقدار معین نہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چور پر خدا کی لعنت (کمبخت) ایک خود چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ کشتی کی ایک رسی چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے (صحیحین) اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ مال کی قلت وکثرت کی کوئی شرعی مقدار مقرر نہیں۔ تھوڑا مال ہو یا بہت سب کی چوری میں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ لیکن اکثر صحابہ تابعین اور ائمہ فقہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس مال کی چوری پر ہاتھ قلم کرنے کی سزا دی جاسکتی ہے اُس کی کم از کم مقدار ضرور مقرر ہے۔ اب وہ مقدار کیا ہے؟ اس کے متعلق ائمہ کا اختلاف ہے۔

امام مالکؒ اسحاق اور امام احمد کی رائے ہے کہ تین درم یا تین درم کی قیمت کی چیز چرانے پر ہاتھ کاٹنا ضروری ہے اور اس سے کم قیمت کی چیز چرانے پر کوئی دوسری سزا دی جائے ہاتھ نہ کاٹا جائے۔ ابن عمر کی حدیث ہے کہ حضورؐ والا نے ایک ڈھال چرانے والے کا ہاتھ قطع کرایا تھا اور اُس ڈھال کی قیمت تین درم تھی (صحیحین)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک قطع دست کی سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ مال مسروقہ کی قیمت کم از کم چوتھائی دینار ہو۔ یہ بھی امام مالک کے قول کی طرح ہے۔ کیونکہ ایک دینار بارہ درہم کا ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے حضورؐ والا نے فرمایا کہ چور کا ہاتھ چہارم دینار یا اس سے زائد چوری کرنے پر کاٹا جائے (صحیحین)۔ یہی رائے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ، عمر بن عبدالعزیز لیث بن سعد، اوزاعی اور ابوثور وغیرہ کا ہے۔

امام ابوحنیفہؒ محمد ابو یوسف، زفر سفیان ثوری وغیرہ کا خیال ہے کہ دس درم سے کم قیمت چیز کی چوری پر ہاتھ نہ کاٹا جائے گا۔ کیونکہ جس ڈھال کی چوری پر رسول پاک نے چور کا ہاتھ کٹوایا تھا اس کی قیمت بروایت ابن عباس وابن عمرو بن عاص دس درم تھی۔ یہی قول حضرت علیؓ ابن مسعودؓ ابراہیم نخعیؒ اور امام ابوجعفر باقرؒ کا ہے۔

(۲) مال مسروقہ مالک کی حفاظت میں ہو کہیں راستہ گلی میں پڑا گرا نہ ہو۔ اگر ایسا مال چرائے گا تو ہاتھ کاٹا جائے گا۔ اگر راستہ میں پڑا ہوا مال اٹھایا تو اس کو چور نہیں کہا جاسکتا۔ ایسے آدمی کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ یہ قول جمہور علماء کا ہے۔

(۳) لوگوں کی نظر سے بچا کر اور چھپا کر مال لے جائے اور یہ خوف ہو کہ اگر لوگ دیکھ لیں گے تو پکڑ لیں گے یا میری آبروریزی کریں گے یا میری بدنامی ہوگی

toobaafoundation.com

چور کہلاؤں گا اس سے معلوم ہوا کہ ڈاکہ غصب وغیرہ کی سزا قطع ید نہیں بلکہ اس کی سزا کا اوپر بیان ہو چکا۔

(۴) ہاتھ کہاں سے اور کونسا کاٹا جائے گا آیت میں اس کا کچھ بیان نہیں۔ البتہ رسول پاک کی سُنت سے معلوم ہوتا ہے کہ پہونچے سے کاٹ کر داغ دیا جائے تاکہ خون بند ہو جائے۔ اگر پہلی بار چوری کرے تو دایاں ہاتھ اور دوبارہ چوری کرے تو بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ تیسری بار اگر چوری کرے تو امام ابو حنیفہؒ سفیان ثوری اور زفر وغیرہ کہتے ہیں کہ اب ہاتھ نہ کاٹا جائے گا تو اس کو قید کیا جائے گا یا کوئی اور سزا دی جائے گی۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ اگر تیسری بار چوری کرے تو بایاں ہاتھ کاٹا جائے گا۔ پھر چوتھی بار بھی اگر چوری کی تو دایاں ہاتھ بھی قلم کر دیا جائے گا۔

جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا۔ یعنی چور کا ہاتھ کاٹا جانا اس کے کرتوت کی سزا ہے۔ جیسا اس نے کیا اس کی پاداش ملنی ضرور ہے۔ رہا مال مسروقہ کی واپسی یا تاوان کا مسئلہ تو امام شافعیؒ کا قول ہے کہ اگر مال مسروقہ موجود ہو تو واپس کیا جائے۔ موجود نہ ہو تو تاوان دیا جائے خواہ تاوان دینے کی قوت ہو یا نہ ہو۔ اگر بالفعل تاوان کی رقم ادا کرنے کی قوت نہ ہوگی تو قرض سمجھی جائے گی۔ امام مالکؒ کہتے ہیں کہ اگر مال مسروقہ موجود ہو یا چور کے پاس اتنا سرمایہ ہو کہ تلف شدہ مال مسروقہ کی قیمت ادا کر سکتا ہے تو اصل مال (بشرط موجودگی) یا اصل مال کی قیمت (بصورت تلف مال مسروقہ) دی جائے ورنہ صرف ہاتھ کاٹنا کافی ہے۔ تاوان ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ اگر مال مسروقہ موجود ہو تو واپس کیا جائے اور تلف ہو گیا تو قیمت کا تاوان نہ پڑے گا خواہ سارق دولت اور سرمایہ دار ہو یا نہ ہو۔ نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ یعنی ہاتھ کاٹنے کی سزا چور کو خدا کی طرف سے اُس کے اعمال کی پاداش میں دی جائے اس نے حرمت الٰہی کی شکست کی ہے۔ قانونِ شرعی کی خلاف ورزی کی ہے۔ امنِ فطری میں خلل ڈالا ہے اس لئے خدا کی طرف سے دنیا میں اس کو سزا ملنی چاہیئے۔ اب کسی کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں ہے کہ خدا نے چوری کی ایسی سنگین سزا کیوں مقرر کی۔ کیونکہ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔ خدائے قدوس غالب اور حکیم ہے۔ اس کا حکم تمام عالم میں نافذ ہے۔ کسی کو چون و چرا کرنے کا حق نہیں ہے۔ نہ کسی کو وجہ دریافت کرنے کی طاقت ہے۔ خدا تعالیٰ کا کوئی فعل اور حکم مصلحت سے خالی نہیں ہوتا۔ خدا تمدنِ انسانی کو تباہ کرنے والی چیزوں کی بیخ کنی کرنا اور عالم بشری میں امن قائم رکھنا چاہتا ہے اور اس کے لئے سخت قوانین کی ضرورت ہے تاکہ شریعت الٰہیہ کی فطری غرض پوری ہو سکے۔ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ۔ مطلب یہ کہ چور کا ہاتھ کاٹنا یہ اُس کی چوری کی سزا اور خدا کی طرف سے عذاب ہے۔ ہاں جو شخص چوری کرنے کے بعد نادم ہو گیا اور سچے دل سے اُس نے توبہ کر لی تو خدا تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۔ کیونکہ خدا غفور رحیم ہے لیکن اس سے حقِ بشری ساقط نہ ہوگا ہاتھ ضرور کاٹا جائے گا۔ آخرت کا گناہ ضرور معاف ہو جائے گا۔

مقصودِ بیان

حقوقِ انسانی کا تحفظ، تمدنِ انسانی کو تباہ کرنے والی چیزوں کی بیخ کنی۔ دنیا میں جان و مال کو محفوظ رکھنے والے قوانین کا بیان۔ عدل و مساوات کے زرّیں اصول۔

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ

کیا تم نہیں جانتے کہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اللہ ہی کے لئے ہے جس کو چاہے گا عذاب دے گا اور جس کو

لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۝

چاہے گا بخش دے گا اور اللہ سب کچھ کر سکتا ہے

تفسیر

یہ سابق آیت کا تتمہ ہے۔ سابق آیت میں چوری کی سزا بیان کی گئی تھی۔ اور اس بات کا بھی ذکر تھا کہ اگر کوئی شخص توبہ کرے گا تو ہم اس کی توبہ قبول کر لیں گے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ توبہ قبول کرنا ہمارے اختیار میں ہے کیونکہ کائنات آسمانی اور موجوداتِ ارضی سب ہماری مخلوق مملوک اور زیرِ تصرف ہے۔ ہم کو ہر چیز کی اچھائی برائی کا اختیار ہے۔ ہم جس کو چاہیں گے عذاب دیں گے اور جس کو چاہیں گے معاف کریں گے۔ کوئی ہمارے کام

toobaafoundation.com

میں دخیل نہیں ہوسکتا۔ اس کے علاوہ ہم کسی پر ظلم ہی نہیں کرتے۔ نہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ سخت قوانین انسانی حق تلفی کی بندش کے لئے ہم نے بنائے ہیں۔ سب کی عافیت اور امن ہمارے پیش نظر ہے۔ کیونکہ ہم نے ہی سب کو پیدا کیا اور ہم ہی سب کے مالک ہیں۔ پھر ہم کسی کا نقصان کس طرح گوارا کرسکتے ہیں اور کس طرح کوئی ہمارے تصرف سے خارج ہوسکتی ہے یا حکم سے سرتابی کرسکتی ہے۔

مقصود بیان تمام کائنات خدا کی مملوک اور زیر تصرف ہے۔ خدا تعالیٰ کے احاطۂ قدرت سے کوئی چیز خارج نہیں۔ خدا تعالیٰ تمام عالم کی عافیت چاہتا ہے۔ وغیرہ۔

يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا

اے پیغمبر! تم کو ان لوگوں کی حالت مغموم نہ بنائے جو کفر میں دوڑتے ہیں (ان میں سے کچھ تو) ان لوگوں میں سے ہیں جو زبانوں سے تو کہہ دیتے ہیں

بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۛ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ

کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل مومن نہیں ہیں اور (ان میں سے کچھ) ان یہودیوں میں سے ہیں جو جھوٹی باتوں کی جاسوسی کرتے ہیں

سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ

اور دوسرے لوگوں کے جاسوس ہیں جو تم تک نہیں آئے یہ الفاظ کو ان کی جگہوں سے بے جگہ کردیتے ہیں

يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ يُّرِدِ

کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ حکم ملے تو لے لینا اور یہ نہ ملے تو بچے رہنا اللہ جس کو

اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ اُولٰۤـئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ

بے دین کرنا چاہتا ہے تو اللہ کے مقابلہ میں تمہارا اس پر کچھ بس نہیں چل سکتا یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو

اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِى الدُّنْيَا خِزْىٌ ۖ ۚ وَّلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ

پاک کرنا اللہ نے نہ چاہا ان کو دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں تو ان کے لئے بڑا عذاب

عَظِيْمٌ ۞ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ

ہے یہ جھوٹی باتوں کے جاسوس اور حرام خور ہیں

تفسیر مسلم، ابوداؤد، ابن ماجہ اور نسائی وغیرہ کتب حدیث میں بروایت ابن عمرؓ بیان کیا گیا ہے کہ خیبر کے کسی رئیس یہودی نے کسی شریف یہودن سے زنا کیا۔ توریت میں سنگساری کا حکم موجود تھا مگر یہودی رعایت چاہتے تھے۔ دولتمندوں کی طرفداری کے خواستگار تھے اور حیلہ ڈھونڈ رہے تھے کہ کسی طرح یہ سنگساری کی سزا دفع ہوجائے۔ ان کو امید ہوئی کہ شاید رسول اللہ ہماری شرافت و عزت کا لحاظ کرکے کچھ رعایت کریں اس لئے مقدمہ کو مدینہ منتقل کیا اور مدینہ کے یہودیوں کو کہلا بھیجا کہ مقدمہ کا فیصلہ محمدؐ سے کراؤ لیکن اگر وہ سنگساری کا حکم دیں تو نہ ماننا اور اگر ہماری رسم کے

toobaafoundation.com

موافق فیصلہ کریں تو مان لینا۔ مدینہ کے یہودی (بنی قریظہ) دربارِ رسالت میں مقدمہ لانے سے پہلے اس ٹوہ میں پڑے کہ مقدمہ کے فیصلہ کے متعلق حضورِ گرامی کی رائے معلوم کر لیں۔ مگر اُن کو معلوم نہ ہو سکی۔ بالآخر مقدمہ حضورؐ کے سامنے پیش کیا گیا اور سرکارِ گرامیؐ نے توریت کے حوالے سے مرد و عورت دونوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ یہودی بولے کہ توریت میں سنگسار کرنے کا حکم نہیں ہے۔ آخر توریت منگوائی گئی اور ابن صوریا نے پڑھنی شروع کی۔ آیتِ رجم پر پہنچا تو اس پر ہاتھ رکھ کر اس آیت کو چھوڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے چوری پکڑ لی۔ حضورؐ والا نے ابن صوریا سے قسم دے کر پوچھا کہ کیا واقعی توریت میں رجم کا حکم موجود ہے یا نہیں؟ قسم سے مجبور ہو کر اُس نے عرض کیا بیشک حکم تو سنگسار کرنے کا موجود ہے لیکن جب زنا کی کثرت ہو گئی تو ہم نے شریفوں اور دولتمندوں کی رعایت کرنی شروع کر دی اور بجائے سنگسار کرنے کے سو کوڑے مار کر منہ کالا کر کے شہر میں پھرانے لگے ——

الحاصل دونوں زناکاروں کو مسجد کے سامنے سنگسار کر دیا گیا۔ ہم نے روایت کا خلاصہ لکھا ہے ورنہ پورا قصہ تو بہت طویل ہے۔

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ایک شخص کو کسی یہودی نے قتل کر دیا تھا۔ قاتل کے وارثوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مرافعہ کرنا چاہا لیکن جن آدمیوں کو بھیجا تھا اُن سے کہہ دیا کہ اگر دیت کا حکم دیں تو مان لینا اور قصاص کا حکم دیں تو نہ ماننا۔ اس پر یہ آیات آخر رکوع تک نازل ہوئی۔

ارشاد ہوتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَ مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔ اس آیت کے مطلب میں اختلاف ہے۔ بعض مفسرین کا قول ہے کہ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ سے منافق اور مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا سے یہودی مراد ہیں۔ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اور سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ یہ دونوں وصف منافقوں کے ہیں۔ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَ اِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا۔ یہ دونوں وصف یہودیوں کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ منافق اور یہودی دونوں آپ کے مخالف ہیں۔ منافق بظاہر اقرارِ ایمان کرتے ہیں مگر دل سے کافر ہیں۔ یہ جھوٹی باتیں بہت جلد قبول کرتے ہیں۔ اسلام کی مذمت میں اگر اُن سے کوئی بے اصل بات بھی کہہ دے اس کو خوب سنتے ہیں اور مان لیتے ہیں۔ دوسری خرابی یہ ہے کہ جو لوگ آپ تک نہیں پہنچے اُن کو دور ہی سے یہ لوگ بہکاتے ہیں اور اسلام کی مذمت اُن کے سامنے کرتے ہیں۔ رہے یہودی تو وہ توریت کے الفاظ میں تغیر کرتے ہیں اور معانی کی بھی بے جا اور غلط تاویل کرتے ہیں۔ اصلی معنی بیان نہیں کرتے بلکہ اپنی طرف سے اپنے مقاصد کے موافق عبارت کے معنی ظاہر کرتے ہیں۔ ان دونوں مخالف فریقوں سے آپ کو کچھ رنج و غم نہ کرنا چاہیئے۔ یہ مخالفت اُن کا شیوہ ہے۔ آپ کے حزن و ملال سے ان کی مخالفت دور نہیں ہو سکتی۔ لیکن اکثر اہلِ تفسیر کے نزدیک مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَ لَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ سے تو منافق ہی مراد ہیں۔ لیکن سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اور سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ منافقوں کے اوصاف نہیں بلکہ یہودیوں کے چار اوصاف ہیں۔ اوّل سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ دوسرا سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ لَمْ یَاْتُوْكَ۔ تیسرا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ اور چوتھا یَقُوْلُوْنَ الخ۔ ہمارے نزدیک بھی یہی تفسیر بہتر ہے۔

اس صورت میں حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ منافق اور یہودی کفر میں ہم پٹ گرے پڑتے ہیں اور انکارِ صداقت کی طرف دل و جان سے دوڑے جاتے ہیں۔ منافق تو زبان سے دعویٰ اسلام کا کرتے ہیں۔ حالانکہ وہ دل سے مومن نہیں ہیں اور یہودیوں میں چار بُری خصلتیں ہیں اول تو یہ اپنے عالموں کی جھوٹی باتیں بہت غور سے سنتے ہیں اور اُن کو دل سے مانتے ہیں۔ دوسرے جو خیبر والے یہودی آپ کے پاس نہیں آئے اُن کو اطلاع کرنے کے لئے مدینہ کے یہودی آپ کے پاس آ کر آپ کے خیالات کی ٹوہ لگا لیتے ہیں اور جاسوسی کرتے ہیں۔ تیسرے توریت کے الفاظ و معانی کو انہوں نے بگاڑ رکھا ہے۔ بہت سے الفاظ بدل ڈالے اور بہت سے الفاظ کے غلط معنی بیان کئے۔ چوتھے خیبر کے یہودی اپنے ہم مذہب مدینہ کے یہودیوں سے کہتے ہیں کہ رسول پاک کے پاس جاؤ اُن سے فیصلہ لے کر آؤ۔ اگر تمہارے مطلب کے موافق وہ فیصلہ کر دے اور رجم کا حکم نہ دے تو مان لینا ورنہ مت ماننا

toobaafoundation.com

اے رسول! آپ کو اُن کی اس حالت کا کچھ غم و فکر نہ کرنا چاہیئے۔ یہ ان کا قدیمی شیوہ ہے۔ آپ کے فکر کرنے سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا۔ کیونکہ جس شخص کو خدا تعالیٰ بے دینی اور گمراہی میں چھوڑنا چاہے اس کو آپ ہدایت نہیں کرسکتے۔ آپ میں ایسی قوت نہیں کہ خدا تعالیٰ کے عذاب سے اس کو بچا سکیں اور کفر سے نکال سکیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ۔ ان لوگوں کے دلوں کو خدا تعالیٰ کفر کی نجاست سے پاک کرنا نہیں چاہتا اور جب ان کو خدا ہدایت کرنی نہیں چاہتا تو پھر آپ کیسے ہدایت کرسکتے ہیں۔ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۖ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔ ان کو دنیا میں بھی خصوصیت کے ساتھ رُسوائی حاصل ہوگی اور آخرت میں تو عظیم الشان عذاب ان کے لئے موجود ہی ہے۔ سَمَّاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّالُونَ لِلسُّحْتِ۔ یہ لوگ اپنے عالموں کی جھوٹی باتیں خوب دل لگا کر سنتے ہیں اور حرام مال کھاتے ہیں۔ حرام مال سے مراد یا تو یہ ہے کہ یہ سود کھاتے ہیں جو ان کی شریعت میں بھی حرام ہے یا رشوت مراد ہے۔ یعنی یہ لوگ رشوت خوار ہیں۔ رشوتیں لے کر احکام میں تحریف کرتے ہیں اور اس تحریف کے عوض حرام مال کھاتے ہیں۔

مقصود بیان

ہدایت و گمراہی خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ گمراہِ ازلی کو کوئی ہدایت نہیں کرسکتا۔ یہودیوں میں چار بدترین اوصاف تھے اپنے علماء کی جھوٹی باتوں کو سچ جانتے تھے۔ مسلمانوں کے برخلاف جاسوسی کرتے تھے۔ توریت میں لفظی اور معنوی تحریف کرتے تھے۔ الفاظ بھی اکثر انھوں نے بدل ڈالے تھے اور معانی کی غلط تاویل تو بہت زیادہ کرتے تھے۔ رسول اللہ کے پاس جستجوئے حق کے لئے نہ آتے تھے بلکہ صرف نفسانی خواہشات اور شیطانی جذبات کے ماتحت اپنی مطلب برآری کے لئے آتے تھے۔ ہر قسم کی جھوٹی باتیں سننی اور حرام مال کھانا ناجائز ہے۔ وغیرہ۔

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۖ وَإِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ

اگر تمہارے پاس آئیں تو تم اُن کا فیصلہ کر دینا یا اُن سے پہلو تہی کرنا اگر تم ان سے اعراض بھی کروگے تو یہ تمہارا

يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۖ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر فیصلہ کرو تو انصاف سے کرنا اللہ انصاف

يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝

کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے

تفسیر

فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ۔ یہ آیت بھی سابق آیات کا تکملہ اور اُن کے ساتھ مربوط ہے۔ گذشتہ آیت میں بیان تھا کہ یہ لوگ دوڑے ہیں۔ آپ کے پاس فیصلہ کے لئے مقدمہ بھیجتے ہیں مگر طلب حق مقصود نہیں ہوتی بلکہ اپنی مطلب برآری غرض ہوتی ہے۔ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ آپ سے فیصلہ کرانے کے لئے آئیں تو آپ کو اختیار ہے۔ آپ چاہیں تو فیصلہ کردیں نہ چاہیں نہ کریں۔ علامہ سیوطی کے نزدیک یہ آیت منسوخ ہے۔ امیر المسلمین پر واجب ہے اگر غیر مسلم اپنا فیصلہ کرانا چاہیں تو شریعت اسلامیہ کے موافق فیصلہ کرے۔ خواہ ذمی ہوں یا نہ ہوں۔ حسن بصری، مجاہد، عکرمہ اور ابن عباس کی بھی یہی رائے ہے۔ امام ابو حنیفہؒ و شافعیؒ کا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن ابراہیم نخعی، شعبی، زہری، سعید بن جبیر، قتادہ اور عطاء کا خیال ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔ رسول پاکؐ کو کفار کا باہمی فیصلہ کرنے نہ کرنے کا اختیار تھا۔ امام احمد بن حنبل کی بھی یہی رائے ہے۔

toobaafoundation.com

وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْئًا ؕ اوپر کی آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا تھا۔ اس آیت میں دونوں شقوں کے متعلق اطمینان آمیز بیان ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر آپ ان کا فیصلہ نہ کریں گے تو یہ آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے۔ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ اور اگر آپ ان کا فیصلہ کرنا چاہیں تو انصاف یعنی شریعت (اسلامیہ) کے موافق فیصلہ کریں۔ ان کی نفسانی خواہشات اور اُن کے علماء کی تحریفات کی رعایت نہ کریں۔ کیونکہ خدا کے نزدیک منصف اور عدالت سے حکم کرنے والے ہی پسندیدہ ہیں۔ لہٰذا آپ عدالتِ الٰہی کے موافق ان کا فیصلہ کریں۔

مقصودِ بیان امام المسلمین پر واجب ہے کہ غیر مسلموں کے اندرونی مقدمات کے فیصلے بھی شریعت اسلامیہ کے موافق کرنے۔ کسی کی ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کا لحاظ نہ کرے۔

آیت سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ مسلمان حاکم کسی غیر قوم کے فیصلہ جات ان کی مذہبی کتابوں کے موافق نہ کرے اور قوانینِ اسلام کے خلاف دیگر قوانین پر بھی عملدرآمد نہ کرے۔

وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ ۲

وہ تم سے کس طرح فیصلہ کراتے ہیں اُن کے پاس تو خود تورات موجود ہے جس کے اندر اللہ کا حکم ہے پھر اس کے بعد بھی

ع ۱۰ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝

یہ پھرے جاتے ہیں یہ لوگ ماننے والے نہیں ہیں

تفسیر اس آیت میں یہودیوں کی بے ایمانی اور کور باطنی کو بیان کیا گیا ہے اور یہود کی مذبذب حالت پر اظہارِ تعجب کیا گیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ یعنی اے نبی تعجب ہے کہ ان یہودیوں کے پاس (ان کے دعوے کے موافق) تورات موجود ہے اور اس میں حکمِ الٰہی یعنی رجم کی سزا بھی موجود ہے مگر پھر بھی یہ آپ سے فیصلہ کرانا چاہتے ہیں اور جب آپ فیصلہ کر دیتے ہیں ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ تو اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ وَمَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ کہ ان کا ایمان نہ تو اپنی مذہبی کتاب پر ہے اور نہ آپ کے احکام پر۔ اگر اپنی مذہبی کتاب پر ایمان ہوتا تو آسان حکم کی تلاش میں آپ سے فیصلہ کرانے کیوں آتے۔

مقصودِ بیان تحریفِ تورات کی تصریح ۔ اس امر کی وضاحت کہ یہود احکامِ توریت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔ وغیرہ

اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ

ہم نے ہی توریت نازل کی تھی جس کے اندر ہدایت اور نور تھا اُس کے مطابق فرماں بردار انبیاء اور

اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ

اللہ والے اور علماء یہودیوں کو حکم دیتے تھے کیونکہ انہی کو کتاب اللہ کا محافظ

toobaafoundation.com

كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا

ٹھہرایا گیا تھا اور وہی اُس کی خبرگیری پر مقرر تھے تو (مسلمانو) تم لوگوں سے مت ڈرو مجھ سے ڈرو اور بیچو

تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

آیات کے عوض ناچیز مول مت لو جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق فیصلہ نہ کریں

فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

وہی کافر ہیں

تفسیر اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ درحقیقت تورات کو ہم نے ہی نازل کیا تھا اور وہ ہماری ہی کتاب تھی جس کے اندر عقائد کی اصلاح اور اعمال کے درست کرنے کے احکام تھے۔ توحید و تنزیہ اور نبوت و قیامت کا بیان تھا۔ احکام و قوانین اور ہدایت کے ضوابط تھے۔ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا۔ تمام انبیاء مثلاً حضرت موسیٰؑ، حضرت داؤدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت عزیرؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحییٰؑ، حضرت دانیالؑ، حضرت لحیاؑ، حضرت عیسیٰؑ وغیرہ بھی چونکہ خدا کے فرمانبردار بندے تھے۔ اس لئے یہودیوں کو اسی توریت پر چلنے کا حکم دیتے چلے آئے اور سب کو احکام توریت پر کاربند رہنے کی ہدایت کرتے رہے۔ پھر جب بخت نصر کے زمانہ میں توریت برباد ہوگئی اور ظالم انسانوں نے احکام الٰہی کو درہم برہم کردیا تو بنی اسرائیل کے مشائخ و علماء نے کوشش کرکے بقدر امکان توریت کے احکام اور ٹکڑے جمع کئے۔ قوانین کو منضبط کیا۔ وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ اور پھر اس مجموعہ پر عملدرآمد شروع کردیا۔ کیونکہ یہی کتاب اللہ کے محافظ امانتدار اور جامع تھے۔ انھوں نے ہی پراگندہ احکام کو ایک جگہ کیا تھا اور یہی تورات کے عامل تھے لیکن بعد کو یہودیوں نے احکام میں تحریف شروع کردی۔ کتاب اللہ پر عمل چھوڑ دیا۔ ہوا و ہوس کے بندے بن گئے۔ حکم الٰہی کے خلاف فیصلے کرنے لگے۔ اس کی دو وجوہ تھیں۔ اول تو حکام کا خوف، دوسرے مال کا لالچ۔ حکام کے خوف سے انھوں نے احکام میں تبدیلی کی۔ حاکم طبقہ اگر جرم کرتا تو اس کے لئے سزائیں تخفیف مقرر کی اور عوام کے واسطے بدستور وہی قانون رہا۔ دوسرے رشوت اور مالی لالچ کی وجہ سے لوگوں کو غلط احکام بتلائے اس لئے آگے ارشاد ہوتا ہے کہ اے یہودیو فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ۔ تم لوگوں سے نہ ڈرو۔ ان حاکموں کا خوف نہ کرو۔ ان کے واسطے بھی وہی احکام جاری کرو۔ احکام میں تفریق نہ کرو اور میرے احکام کی خلاف ورزی سے ڈرتے رہو۔ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اور مالی لالچ میں بھی نہ پڑو۔ میرے احکام کو چھپا کر حقیر، بے مقدار دنیوی منافع کو حاصل کرنے کے خواستگار نہ بنو۔ اصل احکام کو چھپانے کے عوض تم کو کتنا ہی مال مل جائے مگر وہ ہیچ ہے اور خوب یاد رکھو کہ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ جو لوگ خدا کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے (اور دل سے اُن کے منکر ہوتے ہیں) وہ کافر ہیں۔ لہٰذا تم کو احکام الٰہی کے موافق فیصلہ کرنا چاہیئے۔ حضرت براء بن عازب، حذیفہ بن یمان، ابن عباس، ابومجلز، ابورجاء، عطاردی، عکرمہ، عبیداللہ بن عبداللہ کا قول ہے کہ اس آیت کا حکم صرف اہل کتاب کے ساتھ مخصوص ہے اور انہی کے حق میں نازل ہوئی تھی۔ حسن بصری، سفیان ثوری اور ابراہیم نخعی کہتے ہیں کہ یہ آیت اگرچہ اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی لیکن اُمت اسلامیہ کو بھی اس کا حکم شامل ہے (رواہ ابن جریر) ابن عباسؓ نے آیت کا مطلب اس طرح بیان کیا ہے کہ جس نے مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ سے انکار کیا وہ کافر ہے اور جس نے اقرار کیا مگر اس کے موافق حکم نہ کیا تو ظالم فاسق ہے (رواہ ابن جریر) یہی مطلب صحیح ہے۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان مساواتِ انسانی کا مظاہرہ، احکامِ شریعت میں عدم تفریق کا حکم۔ تحریف تورات کی تصریح۔ اس امر کی وضاحت کہ بہت سے انبیاء توریت کے موافق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ اس بات کا اظہار کہ یہودیوں کے علماء و مشائخ نے منتشر اور برباد شدہ توریت کے احکام جمع کئے تھے اور اس کو حفظ بھی کیا تھا۔ موجودہ توریت اصلی توریت نہیں ہے۔ یہودی ہوا و ہوس اور نفسانی جذبات کے پرستار تھے۔ نہ ان کا اپنی مذہبی کتاب پر پختہ ایمان تھا، نہ اسلامی احکام پر۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ احکامِ قرآنی پر پختہ یقین رکھیں اور اس کے احکام واجب العمل سمجھیں۔ قرآن کے مقرر کردہ احکام کا انکار کرنے والا کافر ہے۔ اگرچہ قرآن کے خلاف فیصلہ کرنا بھی سخت جرم ہے۔
حکم شریعت کے اظہار سے کسی باجبروت حاکم کا خوف مانع نہ ہونا چاہیئے۔ اور نہ دنیوی عزت و جاہ اور دولت و مال و حشمت کا حصول امرِ حق کے اظہار سے مانع ہونا چاہیئے۔ وغیرہ۔

وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ

ہم نے توریت میں یہودیوں پر یہ بھی لازم کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے

بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ۚ فَمَن

بدلے ناک اور کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا بدلہ برابر ہے ہاں جو

تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ ۚ وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ

شخص بدلہ کو معاف کر دے گا تو اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گا اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی

هُمُ الظَّالِمُونَ ○

ظالم ہیں

تفسیر اوپر کی آیات کی شانِ نزول میں بیان کیا گیا تھا کہ زنا کی سزا میں یہودیوں نے حکم توریت کی مخالفت کرتے ہوئے امیر و غریب کی تفریق کر دی تھی۔ امیر کو سنگسار کرنے کی بجائے کالا منہ کر کے سو کوڑے مار کر تشہیر کیا کرتے تھے۔ اس آیت میں یہودیوں کی دوسری سرتابی کا بیان ہے۔
واقعہ یہ تھا کہ مدینہ کے خاندان قریظہ والے یہودیوں میں سے اگر کوئی عمداً نضیری یہودی کو قتل کر دیتا تو اس کا قصاص لیا جاتا تھا اور اگر نضیری قرظی کو قتل کر دیتا تو قصاص نہ لیا جاتا تھا بلکہ خون بہا دیا جاتا تھا۔ اسی طرح اگر قتل عمد نہ ہوتا تو نضیری مقتول کی دیت قرظی سے دوگنی ہوتی تھی۔ یہ تفریق اور امتیاز حکم توریت کے صریح خلاف تھا۔ اس کے تردید کا ثبوت میں حکم توریت کو بیان کیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:
وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنفَ بِالْأَنفِ وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے توریت میں لکھ دیا تھا کہ قتل عمد کے عوض میں قصاص ضروری ہے۔ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے عوض آنکھ، ناک کے عوض ناک، کان کے عوض کان اور دانت کے عوض دانت اور باقی اعضائے جسم کے زخموں کے عوض اسی طرح کے زخم لازم ہیں۔ ہاں، فَمَن تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهُ اگر صاحبِ حق معاف کر دے تو عوض ساقط ہو جائے گا۔ لیکن توریت کے اس حکم کے باوجود یہودیوں نے حکم میں تفریق کی۔ شریف و ذلیل اور امیر و فقیر کے درمیان امتیاز کیا اور توریت کے حکم کو پس پشت ڈال دیا۔
حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ یہ حکم اگرچہ بنی اسرائیل کے لئے تھا مگر امت کے واسطے بھی باقی ہے۔ علمائے اصول فقہ اس آیت سے استنباط کر کے کہتے ہیں کہ پہلے

toobaafoundation.com

انبیاء کی شریعتوں سے جس قدر احکام غیر منسوخ ہیں وہ بدستور امتِ اسلامیہ کے واسطے بھی واجب التعمیل ہیں۔ چناں چہ اس آیت کا حکم بھی باقی ہے۔ مگر زخم کے بدلے زخم دینے کا حکم اُس وقت جائز نہیں جبکہ زخم دینے سے موت کا اندیشہ ہو یا اس زخم کا طول و عرض عمق معلوم نہ ہوسکے۔ ایسی صورت میں مجرم سے مالی تاوان لیا جاوے گا۔

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ اس کی تفسیر اوپر گزر چکی ہے۔ صرف فرق یہ ہے کہ پہلے کافرون فرمایا اور یہاں ظالمون ہے۔ وجہ فرق ظاہر ہے کہ زانی کی سزا کی تفریق کو یہودیوں نے ضابطۂ دینی قرار دے لیا تھا اس لئے وہ کافر ہو گئے اور قتل کی سزا میں امتیاز و تفریق کو دینی مسئلہ قرار نہ دیا تھا اور نہ تمام قوم یہود اس کو ضابطۂ دینی جانتی تھی، بلکہ صرف نضیری اور قرظی یہودیوں نے اس قانون کے اجراء میں تفرقہ اور امتیاز قائم کر رکھا تھا اور یہ صرف خاندانی وجاہت اور مالی فوقیت کی وجہ سے مخصوص خاندانوں میں تھا۔ علماء کا مذہبی قول نہ تھا اس لئے یہاں ان کو ظالم قرار دیا۔

مقصود بیان انسانی مساوات کا اظہار، امتیاز خاندانی وجاہت، قومی اور فوقیت مالی کا انسداد، اس امر کی صراحت کہ اگر صاحب حق معاف کر دے تو ہر قسم کی سزا خواہ وہ مالی تاوان ہو یا بدنی تکلیف یا جانی نقصان ساقط ہو جاتی ہے۔ خلاف شرع حکم دینے والا ظالم ہے۔ وغیرہ

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اور بعد کو ہم نے انہی کے قدم بقدم عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو اپنے سے پہلے والی توریت کو سچا بتاتے تھے

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ

اور ہم نے اُن کو انجیل دی جس کے اندر ہدایت اور روشنی تھی اور جو اپنے سے پہلے والی توریت کی تصدیق کرتی تھی

وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ؕ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور پرہیزگاروں کے لئے ہدایت و نصیحت تھی اہل انجیل کو اس حکم کے مطابق فیصلے کرنے چاہئیں جو اللہ نے انجیل میں نازل

فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

کیا ہے اور جو لوگ اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہی نافرمان ہیں

تفسیر جب یہودیوں نے توریت میں تحریف شروع کر دی اور احکام توریت کو بدل ڈالا اور حضرت موسیٰ کی تعلیم بگاڑ دی گئی تو اُن کی اصلاح کے لئے اور توریت کی اصلی تصدیق کے لئے خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو انجیل دے کر مبعوث فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ یعنی ہم نے گزشتہ انبیاء کے نقش قدم پر بغیر انقطاع نبوت کے عیسیٰ بن مریم کو نبی بنا کر بھیجا۔ عیسیٰ نے سابق تورات کی تصدیق اور تائید کی۔

وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ
یعنی حضرت عیسیٰ کو انجیل عطا کی جس میں چار اوصاف تھے۔ عملی احکام کی اصلاح۔ عقائد کی درستگی مطابق اصلی توریت کی تصدیق، یعنی توریت کے اکثر احکام کی برقراری اور بعض احکام کا نسخ۔ آئندہ لوگوں کے واسطے وعظ و نصیحت جو ازلی سعید ہیں، خدا سے ڈرتے اور خواہشاتِ نفسانی سے کنارہ کش،

toobaafoundation.com

رہنا چاہتے ہیں جن کی قسمت میں سعادت لکھی ہے۔

وَلْيَحْكُمْ أَهْلُ الْإِنْجِيلِ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ۔ جب حضرت عیسیٰ کو انجیل عطا کر دی تو اُن کو حکم دے دیا کہ تمہاری اُمت پر لازم ہے کہ انجیل میں جو احکام نازل کئے گئے ہیں اُن کے مطابق فیصلے کریں اور توریت کے فیصلے منسوخ سمجھیں۔

وَمَنْ لَمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝ جو لوگ انجیل کے احکام کے موافق عملدرآمد نہیں کریں گے اور خدا کے نازل کردہ قوانین کے بموجب فیصلے نہ دیں گے وہ سرکش اور نافرمان ہوں گے۔

مقصود بیان

حضرت عیسیٰؑ سے قبل مسلسل انبیاء آتے رہے۔ کوئی زمانہ انقطاعِ نبوت کا نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰؑ نے توریت کی تصدیق اور تائید کی مگر اُن کو انجیل مستقل کتاب عطا کی گئی۔ انجیل توریت کی ناسخ تھی۔ یعنی توریت کے بعض احکام انجیل سے منسوخ ہو گئے۔ انجیل میں نہ فقط وعظ ونصیحت کی باتیں ہی نہ تھیں بلکہ عملی احکام اور عقائد کی اصلاح کے لئے قوانین بھی تھے۔ انجیل مستقل دستور العمل اور علیحدہ شریعت کی حامل تھی۔ نزول انجیل کے بعد انجیل کے قوانین پر عمل کرنا واجب تھا۔ ایک لطیف اشارہ اس طرف بھی ہے کہ جب تک سابق کتاب بغیر ردّوبدل کے اصلی حالت پر رہتی ہے خدا تعالیٰ نئی کتاب نہیں بھیجتا اور جدید شریعت کو نازل نہیں فرماتا ہے۔ جب پہلی کتاب میں تحریف اور ردّوبدل ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ نئی کتاب اور نئی شریعت جاری فرماتا ہے۔ چنانچہ جب تک توریت اصلی حالت میں باقی رہی خواہ لوگوں نے عمل کیا یا نہ کیا مگر قانون ہدایت اصلی شکل میں رہا۔ اس وقت تک خدا نے کوئی نئی کتاب نہیں بھیجی اور نہ کوئی جدید شریعت جاری کی۔ جب توریت میں ردّوبدل ہو گیا اور لوگوں نے الفاظ اور معانی کو بگاڑ دیا تو خدا تعالیٰ نے انجیل بھیج کر ایک نئی تجدیدی شریعت قائم کی۔ پھر جب اہل انجیل نے انجیل میں بھی ردّوبدل اور تحریف شروع کر دی اُس کے احکام کو اپنے مطلب کے موافق بنا لیا تو خدا تعالیٰ نے قرآن پاک نازل فرمایا جس کا بیان ذیل میں آتا ہے۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَ

اور تم پر بھی ہم نے برحق کتاب نازل کی جو اگلی کتابوں کو سچا بتاتی ہے اور ان

مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا

کی محافظ ہے لہٰذا تم اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق اُن کے فیصلے کرو اور اس حق کو چھوڑ کر جو تمہارے پاس آچکا

جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ ۚ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ

اُن کی خواہشوں پر نہ چلو تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور خاص طریقہ مقرر کر دیا ہے اگر اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَٰكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۖ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ ۚ

تو تم سب کو ایک اُمت کر دیتا مگر اپنے دیئے ہوئے حکم میں تم کو آزمانا چاہتا ہے لہٰذا تم نیکیوں کی طرف لپکو

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ﴿٤٨﴾

اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے وہ تم کو بتا دے گا

toobaafoundation.com

تفسیر

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ یعنی خدا نے پہلے بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے توریت نازل فرمائی۔ پھر توریت میں ردّ و بدل ہونے کے بعد انجیل بھیجی اور جب انجیل میں بھی تحریف اور افراط و تفریط ہوگئی تو قرآن پاک حضورؐ کا لا پر نازل فرمایا۔

بِالْحَقِّ۔ اس قرآن کا نزول حقانیت اور صداقت کے ساتھ ہوا۔ یعنی قرآن حقانیت اور صداقت کا حامل ہے۔ اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ قرآن پاک کے دو اوصاف میں پہلا وصف تو یہ ہے کہ یہ (انجیل کی طرح) پہلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اُن کو خدا کی نازل کردہ کتابیں کہتا ہے اور سب کو سچا بتاتا ہے۔ دوسرا وصف یہ ہے کہ۔

وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ جو اصول و ضوابط پہلی کتابوں میں مذکور تھے وہ قرآن میں بھی ہیں۔ اس لئے قرآن اُن کا محافظ و نگراں ہے۔ عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد، محمد بن کعب، عطیہ، حسن، قتادہ، عطا اور سدی نے یہ مطلب بیان کیا ہے کہ قرآن گذشتہ کتابوں کا امین ہے۔ یعنی جو احکام پہلی کتابوں کی طرف منسوب کئے جائیں اور وہ قرآن کے مطابق ہوں۔ یعنی قرآن نے ان احکام کے من اللہ ہونے کی تائید کی ہو تو حق ہیں۔ اگرچہ منسوخ ہوگئے ہوں اور اگر صراحتِ قرآنی کے خلاف ہوں تو باطل ہیں (ابن جریج) ابن عباسؓ نے یہ مطلب بیان کیا کہ قرآن پہلی کتابوں پر حاکم ہے۔ (عوفی)

فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ۔ بہرحال چونکہ قرآن گذشتہ کتابوں کا مؤید محافظ امین اور حاکم ہے اس لئے خدا نے قرآن میں جو حکم نازل فرمایا اور تم کو تعلیم دیا۔ اس کے مطابق سب لوگوں کے فیصلے کرو۔

وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ۔ اور احکام حق سے انحراف کرکے لوگوں کی خواہشات و نفسانیات کی پیروی مت کرو۔ اُن کی رضامندی اور ناراضی کا لحاظ نہ کرو۔ جو حکم قرآن میں موجود ہے اُس پر فیصلہ کرو۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ ہم نے ہر قوم کے لئے مصالحِ زمانہ کا لحاظ کرتے ہوئے ایک دستور العمل اور راستہ مقرر کر دیا تھا۔ لیکن اصل مقصود کے اعتبار سے راستہ ایک ہی ہے۔ توحیدِ الٰہی کا اعلان تمام کتابوں کا اصلی منشا ہے۔

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ لیکن اگر خدا چاہتا تو سب کے لئے ایک ہی دستور العمل رہنے دیتا اور سب کو ایک اُمت بنا دیتا اور سب کو جزئیات کے لحاظ سے بھی ایک ہی شریعت عطا کرتا مگر اس نے اوامر و نواہی حلال حرام اور جزئیات کا اختلاف صرف اس لئے کر دیا کہ۔

وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَآ اٰتٰىكُمْ۔ لوگوں کو فرمانبرداری اور نافرمانی کی کھلم کھلا آزمائش ہو جائے۔ فرماں پذیر بندوں کا سرکش شیطانوں سے امتیاز ہو جائے اور میدانِ عمل میں سب کو دوڑنے کا موقع مل جائے اور ہر ایک بڑھنے کی کوشش کرنے میں مجبور و معذور نہ ہو۔

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِط۔ لہٰذا اے امتِ محمدیہ کے شہسوارو تم اس میں آگے بڑھو۔ اطاعت کی طرف رغبت کرو اور کسی کارِ خیر کے حصول میں سستی نہ کرو۔ اپنی شریعت کے اوامر و نواہی پر کاربند رہو۔ دوسروں کے بہکانے میں نہ آؤ کیونکہ۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا۔ تم سب کو بالآخر خدا کے پاس جانا ہے۔ وہیں سے تمہاری ابتدا ہوئی اُسی پر انتہا ہوگی۔

فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ o وہی تمہارے دعووں کی حقانیت و بطلان کو ظاہر کرے گا اور بتائے گا کہ کس کے عقائد و اعمال صحیح تھے اور کون جزا کا مستحق ہے اور کس کو عذاب میں مبتلا ہونا ضروری ہے۔ یعنی قیامت کے دن سب کے اعمال و عقائد کی جزا سزا کھل جائیگی جس سے ہر شخص کو واضح ہو جائے گا کہ کون حق پر تھا۔

مقصود بیان

قرآن حقانیت و صداقت کا حامل ہے۔ گذشتہ آسمانی کتابوں کی تائید اور تصدیق کرتا ہے۔ گذشتہ کتابوں کے اصول و ضوابط کو قرآن نے منسوخ نہیں کیا بلکہ احکام حلت و حرمت اور فروعی جزئیات کو منسوخ کیا۔ قرآن گذشتہ شرائع کا امین محافظ اور نگراں ہے۔ غیر مذہب والوں کے باہمی معاملات بھی حکمِ قرآنی کے مطابق فیصلہ کرنے چاہئیں۔ ہر زمانہ میں مصلحتِ زمانہ کا لحاظ کرکے الگ الگ شریعت اور کتاب بھیجی گئی تھی۔ مقصود تمام شریعتوں کا ایک ہی تھا۔ احکام حلت و حرمت وغیرہ میں شریعتوں کا اختلاف

toobaafoundation.com

صرف جذبات اطاعت و عصیان کی آزمائش کے لئے ہے۔
آیت میں ہر نیکی اور اوامر کی طرف دوڑنے اور منہیات سے باز رہنے کا حکم ہے۔ وغیرہ

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ

اور (اے نبی) اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق تم ان کے باہمی فیصلے کرتے رہو ان کی خواہشات پر نہ چلو اور ان سے بچتے رہو تاکہ کہیں

يَّفْتِنُوْكَ عَنْ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ

اُس حکم سے تم کو نہ بہکا دیں جو اللہ نے تم پر اُتارا ہے پھر اگر وہ یہ کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ اُن کے کسی قصور کی

اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ۝

پاداش میں خدا اُن پر کوئی مصیبت ڈالنی چاہتا ہے بلاشبہ بہت لوگ نافرمان ہیں

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ۝ ع

کیا یہ زمانۂ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں یقین رکھنے والوں کے لئے اللہ سے بہتر حکم کرنے والا کون ہوگا

تفسیر پہلی آیت میں بھی حکم قرآنی پر چلنے اور قرآن کے مطابق فیصلہ کرنے کی ہدایت تھی۔ یہاں بھی اسی مضمون کو بیان کیا جاتا ہے لیکن اغراض میں فرق ہے۔ پہلی آیت سے مقصود یہ تھا کہ خدا نے قرآن نازل فرما دیا تاکہ تم کو اس کے بموجب فیصلہ کرنے کا حق ہو جائے اور لوگوں کی گھڑی ہوئی بات کی حاجت نہ ہو۔ یہاں احکام قرآن پر مضبوط رہنے کی ہدایت ہے۔ آیت کی شان نزول یہ ہے کہ کعب بن اسید، عبداللہ بن صوریا اور شاس بن قیس نے باہم مشورہ کیا کہ چلو محمدؐ کو دین سے بھٹکا دیں اور حکم قرآنی کے خلاف کسی معاملہ میں فیصلہ کرا دیں۔ چنانچہ یہ شیطانی مشورہ کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ محمدؐ! تم جانتے ہو ہم یہودیوں میں سردار شمار کئے جاتے ہیں۔ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو سارے یہودی مسلمان ہو جائیں گے۔ اس لئے ہم کہنے آئے ہیں کہ ہم میں اور ہماری قوم میں ایک جھگڑا ہے اس کا فیصلہ ہونے آپ تک آئے گا آپ ہمارے مطابق حکم دیں۔ حضور اقدسؐ نے یہ سُن کر فرمایا کوئی ایمان لائے یا نہ لائے مجھ سے اس کی ہرگز توقع نہ رکھو۔ اگر میرے پاس کوئی مقدمہ آیا تو میں یقیناً حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ خواہ کسی کا نقصان ہو یا نفع۔ اسی کے متعلق اس آیت کا نزول ہوا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:-

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ آپ ان لوگوں کی خواہشات پر نہ جائیے۔ خدا تعالیٰ کے حکم کے موافق فیصلہ کیجئے۔ ان کی نفسانی معروضات کا لحاظ کیجئے۔ یہ شیطان ہیں۔ آپ کو فریب دینا چاہتے ہیں۔ آپ کو بہکا کر حق سے پھیر دینا ان کا مقصود ہے۔

وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ - لہٰذا آپ ان سے احتیاط رکھیں کہیں آپ کو بعض احکام الٰہی سے یہ نہ بہکا دیں کیونکہ انھوں نے اغوا کرنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ اگر یہ آپ کے فیصلہ کو مان لیں تو خیر۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا اور اگر نہ مانیں اور آپ کے فہمائش کی اُن پر تاثیر نہ ہو تو فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ سمجھ لیجئے کہ خدا تعالیٰ ہی ان کو ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے کسی بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ یعنی ان کی فطرت میں ہی شقاوت ہے۔ یہ پیدائشی کج فہم اور بدبخت ہیں۔ نور سعادت سے محروم ہیں۔ معصیت اور نافرمانی کے خوگر ہیں۔ ان کی معصیت کوشی نے رحمت خدا سے ان کو محروم کر دیا ہے۔

toobaafoundation.com

وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ بہت سے لوگ نا فرمان ہیں۔ دائرۂ توحید و اطاعت سے خارج رہنا چاہتے ہیں۔

أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۔ کیا یہ نافرمان طبقہ جاہلیت کے احکام کا خواستگار ہے۔ یعنی نظریت پر یقین رکھنے کے دعوے کے ساتھ ساتھ جاہلانہ حکم چاہتا ہے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ حالانکہ جو لوگ ایمان دار ہیں۔ علم و معرفت سے جن کو کافی بہرہ حاصل ہے اُن لوگوں کے نزدیک حکمِ الٰہی سے بڑھ کر اور کونسا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ پھر یہ لوگ باوجودیکہ توریت پر ایمان رکھنے کے مدعی ہیں، لیکن حکمِ الٰہی سے کیوں سرکشی کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ ان کا خدا پر اور اس کے احکام پر خواہ وہ احکام توریت میں ہوں یا قرآن میں ایمان ہی نہیں ہے۔

مقصودِ بیان احکامِ الٰہی پر کاربند رہنے کی ہدایت، کسی کی جنبہ داری کرنے کی ممانعت، کفار کی سازشوں کی طرف سے محتاط رہنے کا حکم۔ اس سے ضمناً یہ بات بھی نکلتی ہے کہ دنیا کے اندر انسان کو عقل سے کام لینا چاہیئے۔ اچھے بُرے اور دوست دشمن کا امتیاز کرنا چاہیئے۔ اسبابِ دنیوی کو ترک نہ کرنا چاہیئے۔ دور اندیشی اور معاملہ فہمی کو لازم سمجھنا چاہیئے۔

آیت سے یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ انسان کی گمراہی اور کور باطنی اس کے اپنے اعمالِ بد کا نتیجہ ہے اور دنیا میں جو مصائب انسان پر آتے ہیں وہ اسی کی ناشائستہ حرکات کا خمیازہ ہوتے ہیں۔

نہایت بلاغت کے ساتھ اس بات کو بھی واضح طور پر بیان کیا ہے کہ عقلمند اور معرفت کوش طبقہ جس کا ایمان خدائے قدوس پر ہے اس بات کا یقین رکھتا ہے کہ نظامِ عالم کی درستگی اور دنیائے عدالت و امن قائم رکھنے کے لئے انسان کے بنائے ہوئے قوانین ناکافی ہیں۔ خدا کے بھیجے ہوئے احکام کے بغیر دنیا میں عدالت قائم نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۘ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ

مسلمانو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ ایک دوسرے کے رفیق

بَعْضٍ ۚ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝ وقف لازم

ہیں تم میں سے جو شخص اُن کو دوست بنائے گا وہ انہی میں ہوگا اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا

تفسیر اس مکمل آیت کی شانِ نزول میں دو روایات ہیں:- (۱) عکرمہ کی روایت ہے کہ یہ آیت ابو لبابہ بن عبد المنذر کے حق میں نازل ہوئی۔ ابو لبابہ خالص مسلمان تھے۔ لیکن بمقتضائے بشریت اُن سے ایک ناشائستہ حرکت سرزد ہو گئی۔ واقعہ یہ ہوا کہ ابو لبابہ کو رسول پاک نے بنو قریظہ کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ تم لوگ بلا شرط اپنے قلعہ سے نکل آؤ اور ہمارے فیصلہ کو تسلیم کر لو۔ جاہلیت کے زمانہ میں ابو لبابہ کی ان یہودیوں سے دوستی تھی۔ جب یہودیوں نے دریافت کیا کہ اگر ہم تمہارے رسولؐ کے کہنے سے نکل آئے اور بغیر شرط کے اُن کے حکم کو مان لیا تو ہمارا انجام کیا ہوگا! ابو لبابہ نے جواب میں اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا۔ مراد یہ تھی کہ ذبح کئے جاؤ گے۔ (ابن جریر)

(۲) محمد بن اسحاق نے بروایت ابن عباس بیان کیا ہے کہ مدینہ کے یہودیوں نے رسول پاکؐ سے معاہدہ کیا تھا کہ ہم مسلمانوں کے خلاف کسی کو مدد نہ دیں گے اور نہ خود مسلمانوں سے لڑیں گے۔ لیکن چند روز کے بعد ہی غزوۂ خندق کے موقع پر سب سے پہلے انہوں نے عہد شکنی کی اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں خوب جنگ آزمائی کی۔ لیکن بالآخر ذلیل و خوار ہو کر اپنے قلعوں میں پناہ گیر ہو گئے اور انجام کار قلعوں سے اس شرط پر باہر نکلے کہ ہمارے حق میں جو کچھ فلاں شخص (سعد) حکم دے گا ہم اس پر راضی ہیں۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ کیفیت دیکھی تو یہودیوں کے بچانے میں انتہائی

toobaafoundation.com

جدوجہد کی اور کہنے لگا کہ میں گردشِ زمانہ سے ڈرتا ہوں معلوم نہیں اونٹ کس کل بیٹھے۔ مجھے یہودیوں کی دوستی کی ضرورت ہے۔ اس پر حضرت عبادہ بن صامت بولے میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے موالات کرتا ہوں۔ مجھے اُن کی موالات کی ضرورت نہیں اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ارشاد ہوتا ہے۔ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ مسلمانو! یہودیوں اور عیسائیوں سے دلی دوستی مت کرو۔ اُن کو اپنا دوست نہ سمجھو۔ یہ خیال نہ کرو کہ اگر ہم اس وقت ان سے موالات کریں گے تو کبھی آئندہ یہ ہمارے کام آسکیں گے۔ یہ تمہارے کام نہیں آئیں گے۔ کیونکہ

بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۔ یہ خود باہم ایک دوسرے کے دوست ہیں تمہارے دوست نہیں ہو سکتے۔ یہ سب کافر ہیں۔ تمہارے مقابلہ میں سب ایک دوسرے کے شریک ہیں۔

وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ تم میں سے جو شخص ان سے دلی دوستی کرے گا اور ان کا اندرونی یار بنے گا دین کے لحاظ سے اس کا بھی انہی میں شمار کیا جائے گا۔ وہ بھی کافر سمجھا جائے گا۔ یعنی جو شخص اسلام کے مقابلہ میں غیر مسلم کی حمایت کرے گا وہ بھی غیر مسلم ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ خدا تعالیٰ ناحق کوش اور ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا ہے۔ جو لوگ خود اپنی گمراہی کے خواستگار ہیں۔ خدا اُن کو راہِ راست نہیں دکھاتا ہے۔ اگر تم خود اپنے نفس پر ظلم کرو گے تو خدا بھی تم کو گمراہی میں چھوڑ دے گا۔

مقصودِ بیان اخوتِ اسلامی اور اتحادِ ملی کی پر زور ہدایت اور بصورت نافرمانی سخت ترین وعید۔ اس امر کی صراحت کہ غیر مسلم بوجہ اتحاد فی الکفر کے مسلمانوں کے مقابلہ میں سب ایک دوسرے کے حامی اور شریک کار ہیں۔ ان سے دوستی کی اُمید رکھنی فضول ہے۔ غیر مسلم کا حامی دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ وغیرہ

فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوْنَ فِیْهِمْ یَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓی اَنْ

کیا تم اُن لوگوں کو دیکھتے ہو جن کے دلوں میں بیماری ہے کہ وہ دوڑ کر اُن میں گھستے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو خوف ہے کہ

تُصِیْبَنَا دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَی اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ

ہم پر کوئی مصیبت نہ آپڑے سو کوئی دن جاتا ہے کہ اللہ (مسلمانوں کی) فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے بھیجدے گا تو

فَیُصْبِحُوْا عَلٰی مَآ اَسَرُّوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِیْنَ ۝ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ

اُس وقت یہ اپنے اُن خیالات پر پشیمان ہوں گے جن کو اپنے دلوں میں چھپاتے تھے اور مسلمان کہیں گے

اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَیْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ

کیا انھوں نے ہی بڑے زور سے اللہ کی قسمیں کھا کر کہا تھا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں

حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِیْنَ ۝

اُن کا سارا کیا کرایا اکارت ہوگیا اور نقصان میں رہ گئے

toobaafoundation.com

تفسیر فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰۤى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ ۔ یعنی اے رسول! دیکھو جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کی بیماری ہے جن کا ایمان پختہ نہیں ہے نہ زندہ ہیں نہ مردہ بظاہر زندوں میں داخل ہیں اور باطن میں مُردوں کے ساتھ شامل ہیں وہ ان غیر مسلموں کی دوستی کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ اور نہایت شوق و رغبت سے اُن کی موالات کے خواہشمند ہیں اور کہتے ہیں ممکن ہے پانسہ اُلٹ جائے۔ ہم کو زمانہ کی گردش پر بھروسہ نہیں خوف ہے کہیں معاملہ دگرگوں نہ ہو جائے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اگر ہم اُن سے موالات نہ کریں گے تو قحط کے وقت یہ ہم کو کھانے کو نہ دیں گے۔ لیکن ان کا یہ خیال غلط ہے۔

فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ کیونکہ پختہ امید ہے خدا تعالیٰ مسلمانوں کو فتح نصیب کرے گا اور اپنے رسول کی مدد فرمائے گا۔

اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ یا کوئی اور امر اپنی طرف سے پیدا کرے گا جس سے مسلمانوں کو کامیابی اور یہود و نصاریٰ کو شکست ہو کر انتہائی ذلت سے جزیہ دینا پڑے گا۔ تمام شان و شوکت ان کی خاک میں مل جائے گی۔

فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَاۤ اَسَرُّوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ۝ اس وقت یہ پچھتائیں گے اور دلوں میں جو خیالات قائم کرتے تھے اُن پر اُن کو ندامت ہوگی۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَهٰۤؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ اور جب حقیقت حال اور ان منافقوں کی غداری کھل جائے گی تو مسلمان تعجب سے کہیں گے کہ کیا یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے پختہ قسمیں کھا کر کہا تھا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ بلاشک و شبہ ہیں اور مسلمانوں کے طرفدار ہیں۔ ہمارے خلوص ایمان میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔ اُس وقت حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ان منافقوں کا سب کیا کرایا برباد جائے گا۔ جو اعمال انھوں نے ریاکاری اور دکھاوٹ کے لئے کئے تھے سب بے سود جائیں گے اور ظاہری ایمان مفید نہ ہوگا۔ سب حقیقتِ حال کھل جائے گی۔

فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ۝ دنیا دین میں تباہی حاصل ہوگی۔ دنیا میں رسوا اور قیامت میں عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوں گے اور تمام منصوبے ملیامیٹ ہو جائیں گے۔

مقصود بیان غیر مسلموں سے موالات کے نتیجہ بد کی صراحت۔ مسلمانوں کی فتح کی بشارت۔ منافقوں کی حوصلہ شکنی۔ مسلمانوں کو اللہ سے ترک موالات کرنے کی ترغیب اور منافقوں کی ترہیب۔ وغیرہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ

ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائیگا تو پھر جائے کہ ترت کے بعد اللہ ایسی چیز پیدا کر دے گا جو اللہ سے محبت

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ

کرتی ہوگی اور اللہ اس سے محبت کریگا وہ مسلمانوں کے حق میں نرم دل اور کافروں پر سخت ہوگی راہِ خدا میں

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ

اپنی جانیں لڑا دے گی اور کسی ملامت گر کی ملامت سے نہ ڈرے گی یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے عطا

يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

کرے اللہ بڑا وسیع الفضل باخبر ہے

toobaafoundation.com

تفسیر پہلی آیت میں یہود و نصاریٰ سے موالات کرنے کی ممانعت اور اس بات کی صراحت تھی کہ جو شخص کفار سے اندرونی یارانہ کرے گا وہ بھی کافر شمار کیا جائے گا۔ اس آیت میں مرتدوں کے کچھ حالات اور آئندہ مسلمانوں کے متعلق کچھ پیشین گوئیاں بیان کی جاتی ہیں۔

علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ مرتدوں کے گیارہ گروہ ہو گئے تھے۔ تین تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر دورِ حیات میں ہی پیدا ہو گئے اور سات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہوئے اور ایک فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد میں ہوا۔

(۱) اسود عنسی ایک ساحر تھا۔ اطرافِ یمن پر اُس نے قبضہ کر کے حضور والا کے کارندوں کو نکال دیا تھا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضؓ کو گورنر بنا کر بھیجا اور بالآخر فیروز دیلمی نے اسود کو قتل کر دیا۔

(۲) ملک یمامہ میں مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور بنو حنیفہ کو اسلام سے پھیر کر اپنا ساتھی بنا لیا تھا۔

(۳) طلیحہ بن خویلد نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ بنو اسد کو گمراہ کر کے مسلمانوں سے جنگ کی۔ انجام کار شکست کھا کر بھاگ کر ملک شام کو چلا گیا۔ لیکن اخیر میں توبہ کر کے سچا مسلمان ہو گیا۔

یہ تینوں گروہ حضور والا کے زمانہ ہی میں مرتد ہو گئے تھے۔

ذیل کے سات گروہ صدیق اکبر رضؓ کے زمانہ میں مرتد ہو گئے اور امیرالمومنین نے اُن پر لشکر کشی کی اور زیر کیا:۔

(۱) فزارہ (۲) غطفان (۳) بنو سلیم (۴) بنو یربوع (۵) بنو بکر بن وائل (۶) بنو کندہ (۷) بنو تمیم۔ یہ قوم سجاح بن منذر کے پیرو ہو گئی تھی۔ سجاح نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آخر میں مسیلمہ کذاب سے نکاح کر کے دو نبوتوں کو ایک جگہ جمع کر لیا تھا۔

حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں جبلہ بن ایہم غسانی کی قوم مرتد ہو گئی تھی اور جبلہ مرتد ہو کر روم چلا گیا تھا۔

ارشاد باری ہے کہ: يَآ أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ عَن دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ۔ مسلمانو! تم اپنے ایمان پر نازاں نہ ہو اور یہ خیال نہ کرو کہ اسلام کا ہمارے اوپر ہی مدار ہے۔ کیونکہ اگر لوگ مرتد ہو جائیں گے تو اسلام کا کوئی حرج نہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ عنقریب ایسی دوسری قوم پیدا کر دے گا جس سے خدا کو محبت ہو گی اور خدا سے اس کو محبت ہو گی۔ خدا اُن کو محبوب ہو گا اور خدا کو وہ محبوب ہوں گے۔ ذیل کے چار خصوصی اوصاف ان میں امتیازی طور پر ہوں گے:۔

(۱) أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ: مسلمانوں کے حق میں وہ نرم دل ہوں گے۔ اہلِ ایمان سے مہربانی اور شفقتِ خاطر سے پیش آئیں گے۔ یہ نرم دلی کمزوریٔ خاطر کی وجہ سے نہ ہو گی بلکہ اُن کے جذبۂ محبت اور داعیۂ اخوت کے ماتحت ہو گی۔ ورنہ!۔

(۲) أَعِزَّةٍ عَلَى الْكَافِرِينَ: منکرانِ دین کے حق میں تو وہ بہت سخت ہوں گے۔ بڑے سے بڑے کافر کی حمایتِ دین کے مقابلہ میں پرواہ نہ کریں گے۔

(۳) يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ: راہِ خدا میں دل و جان سے جہاد کریں گے مرضیٔ مولا کے حصول کے لئے جانیں لڑا دیں گے۔

(۴) وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ: امرِ حق کے اظہار اور توحیدِ الٰہی کے اعلان میں کسی کو ملامت اور بُرا بھلا کہنے کا خوف نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ خوش خلق، رحیم، شفیق، بہادر، حامیٔ دین، متحد القوت، مجاہد فی سبیل اللہ اور بالکل بے لاگ ہوں گے۔ دینِ الٰہی کے پھیلانے میں مستغرق ہوں گے۔ اعلانِ توحید میں اپنا تن من دھن قربان کرنے والے ہوں گے۔ اب رہی یہ بات کہ اس قوم محبوب سے کون سی قوم مراد ہے؟ اس کی وضاحت کے لئے ہم ذیل میں مختلف اقوال نقل کرتے ہیں:۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا وہ اس شخص کی قوم ہو گی (رواہ الحاکم وابن ابی حاتم وابن جریر و ہو فی الصحاح ایضاً)۔ ابن کثیر نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا کہ اہل قادسیہ مراد ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ شہر سبا کی ایک قوم مراد ہے۔ سعید بن جبیر کا قول ہے کہ کندہ کی قوم مراد ہے۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ وہ سردارانِ قریشی مراد ہیں جو خالص مسلمان ہو گئے تھے۔

toobaafoundation.com

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ چونکہ اس آیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کا بیان ہے اور انہی کے متعلق آیت کا نزول ہوا ہے۔ لہٰذا صدیق اکبرؓ اور صحابہ و تابعین کا جرار لشکر ہی مراد ہے۔ انھوں نے مرتدوں کو قتل کیا تھا اور ارتداد کی جڑ جزیرۂ عرب سے بیخ کنی کی تھی اور حکم آیت میں ہر وہ قوم بلاتخصیص کے داخل ہیں جس میں مذکورہ اوصاف پائے جاتے ہوں۔ یہی قول زیادہ صحیح ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ یہ اخوتِ اسلامیہ اعدائے دین سے مقابلہ اعلانِ توحید اور اظہارِ حق میں بیباکی خدا داد نعمت ہے۔ خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے کسی کا استحقاق نہیں۔

وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ خدا کا فضل وسیع ہے۔ وہی ہر ایک کی اہلیت قابلیت مصلحت اور حکمت سے واقف ہے۔ جہاں اور جس میں اہلیت ہوتی ہے اُسی کو اپنے فضل سے سرفراز فرماتا ہے ورنہ اس پر نہ کوئی چیز بالذات واجب ہے، نہ کسی کے اعمال اس کے موجب ہیں۔

مقصودِ بیان آئندہ ارتداد اور استیصالِ ارتداد کی پیشین گوئی مسلمانوں کو رحم، اخوت، اتحاد کی تعلیم، کفار کے مقابلہ میں جان و مال سے کوشش کرنے اور اتفاقِ ملی قائم رکھنے کی ہدایت، اظہارِ حق میں کسی ملامت گر کے برا بھلا کہنے کی پرواہ نہ کرنے کا حکم، گویا ترقی اسلام اور اشاعتِ ایمان کے اصولِ اربعہ کی تصریح۔ اس بات کی صراحت کہ کسی کا خدا پر حق نہیں۔ خدا تعالیٰ صاحبِ ارادہ مالک مختار اور صاحبِ فضل ہے۔ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ کسی کے اعمال اس فضل اور استحقاقِ فضل کے موجب نہیں۔ وغیرہ

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

بس تمہارے دوست اللہ اُس کا رسول اور وہ مسلمان ہیں جو پابندی سے باقاعدہ نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

دیتے اور ہمیشہ خشوع خضوع کرتے رہتے ہیں جو شخص اللہ سے اس کے رسول سے اور ایمان والوں سے دوستی کریگا

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ع ۱۲

تو سمجھ لے کہ اللہ کا گروہ ہی غالب رہے گا

تفسیر ابن ابی حاتم، ابن جریر، عبد الرزاق، ابن مردویہ، ابن عساکر اور ابوالشیخ نے ایک روایت اس آیت کے شانِ نزول میں نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے۔ رکوع میں پہنچے تو ایک سائل آیا اور اس نے جماعت سے سوال کرنا شروع کیا۔ حضرت علیؓ نے رکوع کی حالت ہی میں انگشتری اتار کر اس کو دے دی۔ اس روایت کے درمیانی راوی ضعیف ہیں۔ اس لئے سیوطی اور ابن کثیر نے اس شانِ نزول کی تضعیف کی ہے بلکہ بات یہ ہے کہ گزشتہ آیت میں کافروں کی دوستی سے منع کیا گیا تھا۔ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولایت اور مسلمانوں کی حمایت میں رہنے کی ترغیب دی جا رہی ہے اور اس بات کی وضاحت کر دی گئی ہے کہ انجام کار خدا کے خالص بندوں کو ہی غلبہ ہوتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:- اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ مسلمانو! تمہارا دوست حامی اور سرپرست مددگار خدا ہے اُس کا رسول ہے اور وہ خالص مومن بندے بھی ہیں جو نماز کو نہایت خشوع خضوع اور پابندیٔ ارکان و شرائط سے ٹھیک ٹھیک اوقات میں ادا کرتے ہیں اور دل سے زکوٰۃ دیتے ہیں اور ان کی نماز رکوع سے خالی نہیں ہوتی۔ جس طرح یہودی بغیر رکوع کے نماز پڑھتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے ہیں، الگ الگ پڑھنے کو پسند نہیں کرتے۔

toobaafoundation.com

وَمَن يَتَوَلَّ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ - اور جو شخص خدا رسول اور مسلمانوں کی حمایت و رفاقت کو پسند کرتا ہے اور اُن کا ساتھی بنتا ہے وہ خدا کے گروہ میں داخل ہوتا ہے اور :-

فَإِنَّ حِزْبَ ٱللَّهِ هُمُ ٱلْغَٰلِبُونَ ۝ انجام کار خدا کا گروہ ہی غالب رہتا ہے - لہٰذا خدا رسول اور مسلمانوں کے رفیقوں ہی کو انجام میں فتح نصرت اور غلبہ ہوگا اور خدا کے خالص بندے ہی کامیاب ہوں گے - اخیر میں حق ہی غالب رہے گا -

مقصودِ بیان

خالص مسلمانوں کی حمایت خدا کرتا ہے - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی رفاقت و ہمدردی کا بھی وہی مستحق ہے جو سچے دل سے ان کا دوست ہو -

آیت میں مسلمانوں سے موالات کرنے اور اتحاد ملی کو برقرار رکھنے کی نہایت بلاغت آمیز عبارت میں ہدایت کی گئی ہے اور صراحت کر دی گئی ہے کہ انجام کار حق کو ہی غلبہ ہوگا اگرچہ درمیان میں کبھی مسلمانوں کا پلڑا کمزور اور کبھی کفار کو شکست ہو جائے -

ایک وضاحت اس بات کی بھی ہے کہ جو لوگ کفار سے موالات نہ کریں اور اسلام کی حمایت میں سرگرم عمل رہیں وہی حزب اللہ کہلانے کے مستحق ہیں -

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ

مسلمانو! گذشتہ اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور دل لگی

ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَٱلْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ ۚ وَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ إِن كُنتُم

بنا رکھا ہے تم اُن کو اور کافروں کو دوست نہ بناؤ اور مسلمان ہو تو

مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا نَادَيْتُمْ إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ ٱتَّخَذُوهَا هُزُوًا وَلَعِبًا ۚ ذَٰلِكَ

اللہ سے ڈرو اور جب تم نماز کی ندا دیتے ہو تو یہ اُس کو ہنسی اور دل لگی بنا لیتے ہیں اس کی وجہ

بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُونَ ۝

یہ ہے کہ یہ لوگ بالکل عقل نہیں رکھتے

تفسیر

ابن ابی حاتم اور ابن جریر نے بروایت سدی بیان کیا ہے کہ جب اذان ہوتی اور مسلمان نماز پڑھنا شروع کرتے تو یہودی کہتے یہ کھڑے ہوئے ہیں خدا کرے کبھی کھڑا ہونا نصیب نہ ہو اور جب مسلمانوں کو رکوع اور سجدہ میں دیکھتے تو ہنستے اور مذاق اُڑاتے تھے - اسی طرح مدینہ میں ایک عیسائی رہتا تھا جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کی آواز سنتا تو کہتا یہ جھوٹا جل جائے - ایک رات اتفاق سے یہ عیسائی اور اس کے سب گھر والے سو رہے تھے - ایک خادم آگ لے کر گیا - راستہ میں ایک چنگاری گر پڑی جس کی وجہ سے وہ اور اُس کے گھر والے اور گھر بار سب جل کر خاکستر ہو گیا - اسی طرح رفاعہ بن زید اور سوید بن حارث بظاہر مسلمان ہو گئے تھے اور باطن میں منافق تھے - مسلمان ان سے میل جول رکھتے تھے - ان تینوں فریق سے اختلاط کی ممانعت اس آیت میں کر دی گئی کہ :-

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ لَا تَتَّخِذُواْ ٱلَّذِينَ ٱتَّخَذُواْ دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ ٱلَّذِينَ أُوتُواْ ٱلْكِتَٰبَ مِن قَبْلِكُمْ وَٱلْكُفَّارَ أَوْلِيَآءَ ۚ اے دینداروا اُن اہل کتاب کو اپنا دلی دوست نہ بناؤ جنھوں نے دینِ اسلام کو ہنسی ٹھٹھا سمجھ رکھا ہے اور کافروں سے بھی موالات

toobaafoundation.com

ذکرو اور:-

وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۔ اگر تم سچے مومن ہو تو راہِ توحید و اسلام پر چلو۔ ان کافروں سے موالات چھوڑ دو۔ دیکھو!-

وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ○ تم جب نماز کی اذان دیتے ہو اور نماز کو کھڑے ہوتے ہو تو یہ نماز پر ہنستے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ جانوروں کی طرح بے عقل ہیں، نورِ انسانیت سے محروم ہیں عقل کی روشنی ان میں موجود نہیں۔ یعنی اذان سے لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ مناجاتِ الٰہی کے مقام میں حاضر ہوں یہ ندائے حق ہوتی ہے اسی شخص کے کان میں پہنچتی ہے جو سعید ازلی ہیں اور ندائے ازلی کو قبول کر چکا ہے اور جو حقیقتِ حال سے غافل ہے وہ اس کو لہو ولعب کے کانوں سے سنتا ہے۔

مقصودِ بیان کسی دینی بات کو ٹھٹھا سمجھنا اور اس کا مذاق اڑانا کفر ہے۔ احکامِ شریعت پر طعن کرنے والا احمق جاہل اور بے عقل ہے اس میں اور جانور میں سوائے ظاہری شکل کے اور کوئی فرق نہیں۔ جس شخص کو دین کی عقل نہیں وہ حیوان ہے۔ آیت میں مسلمانوں کو ایسے بے عقل کافروں سے موالات کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔ وغیرہ

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا

(اے محمدؐ) کہہ دو اے اہلِ کتاب تم ہم میں بجز اس کے کیا عیب پاتے ہو کہ ہم اللہ پر اور اس کتاب پر جو ہماری طرف نازل کی گئی

وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ○ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ

اور ان کتابوں پر جو پہلے اتر چکی ہیں ایمان رکھتے ہیں۔ اور تم میں سے اکثر نافرمان ہیں کہہ دو کیا میں تم کو ان فرضی عیب داروں سے

ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ

اللہ کے نزدیک بڑی سزا والے بتا دوں وہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی اور غضب نازل کیا اور ان میں سے بعض

الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰۤئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ

کو بندر اور سور بنا دیا اور وہ شیطان کو پوجنے لگے یہی لوگ درجے میں بدترین اور سیدھی

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ○

راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں

تفسیر ابو یاسر ابن اخطب، نافع بن ابی نافع، غازی بن عمر اور کچھ دوسرے یہودی ایک بار خدمتِ گرامی میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ محمد! تمہارا ایمان کن کن چیزوں پر ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ پر، تمام نبیوں پر یعنی ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، موسٰیؑ اور عیسٰیؑ پر۔ جب حضورؐ نے حضرت عیسٰیؑ کا نام لیا تو یہودی بولے ہم عیسٰیؑ کو نہیں مانتے اور جو شخص عیسٰی کو مانے ہم اس کو بھی نہیں مانتے۔ ہماری رائے میں تمہارے دین سے بدتر کوئی دین نہیں۔ اس وقت یہ آیت:- قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ نازل ہوئی۔

toobaafoundation.com

حاصل مطلب یہ ہے کہ آپ کہہ دیجئے یہودیو! تم کو ہم سے صرف اس وجہ سے بیَر ہے کہ ہمارا ایمان خدا پر بھی ہے اور اپنی کتاب پر بھی اور گذشتہ آسمانی کتابوں پر بھی اور تم میں سے اکثر آدمی اطاعتِ الٰہی سے خارج ہیں۔ یہ بیر کی کونسی وجہ ہوسکتی ہے اور اس سے انکارِ حقیقت کس طرح کیا جاسکتا ہے۔ بیر رکھنے کی بات اور عیب و بُرائی کے قابل تو:-

قُلْ هَلْ أُنَبِّئُكُم بِشَرٍّ مِّن ذَٰلِكَ مَثُوبَةً عِندَ اللَّهِ ۚ مَن لَّعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وہ لوگ ہیں جو خدا کے لعنت وغضب میں گرفتار رہیں۔ خدا تعالیٰ نے وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ جن میں سے بعض کو (داؤد کے زمانہ میں طاعون میں مبتلا کرکے) بندروں اور سوروں کی شکل پر کردیا تھا۔

وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ اور بدترین انسان تو وہ ہیں جنھوں نے شیطان کی پرستش اور پیروی کی۔

أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ۔ایسا سرکش اور جاہل فرقہ درجہ کے لحاظ سے بدترین اور راہِ راست سے سب سے زیادہ منحرف ہے نہ کہ وہ ایماندار گروہ جس کا ایمان خدا پر، رسول پر، قرآن پر، تمام انبیاء پر اور کل آسمانی کتابوں پر ہے۔ پھر یہ دعویٰ کرنا کہ اسلام سے بدتر کوئی دین نہیں، حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

مقصودِ بیان یہودی بہت زیادہ گمراہ تھے اور اُن کے دل اندھے ہوگئے تھے۔ حق بات سے انکار کرنا اُن کے نزدیک قابلِ مدح تھا۔ یہودیوں نے اللہ کو چھوڑ کر دیوتاؤں اور شیطانوں کی پرستش شروع کردی تھی۔ خدا تعالیٰ نے ان کو (طاعون کے مرض میں مبتلا کرکے) بندروں اور سوروں کی مشابہ ان کی شکلیں کردی تھیں۔

آیت میں اس امر کی طرف بھی واضح اشارہ ہے کہ معیارِ ہدایت و گمراہی، توحید و اطاعتِ الٰہی ہے۔ جو مومن توحید و اطاعتِ الٰہی سے منحرف ہے وہ گمراہ ہے۔ وغیرہ

وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَد دَّخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ۚ وَاللَّهُ

جب تمہارے پاس آتے ہیں کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں حالانکہ کفر ہی کو لے کر آئے اور کفر ہی کو لے کر چلے گئے اور اللہ

أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ۝ وَتَرَىٰ كَثِيرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ

خوب جانتا ہے جو کچھ وہ چھپارہے تھے تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ

وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ لَوْلَا

ظلم اور حرام خوری میں دوڑے دوڑے پھرتے ہیں جو حرکات وہ کررہے ہیں وہ بُری ہیں اللہ والے

يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ عَن قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۚ

اور علماء ان کو ان کے گناہ کے الفاظ بولنے اور حرام کھانے سے کیوں نہیں منع کرتے

لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

وہ بُرے افعال کررہے ہیں

toobaafoundation.com

تفسیر

یہودیوں کی کور باطنی اور ناحق کوشی اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ فسق و فجور اُن کے نزدیک کوئی قابل وزن چیز نہ رہی تھی۔ اسی لئے جب وہ اغراضِ دنیا کے حصول کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوتے تھے تو زبان سے مدعی اسلام بنتے تھے اور واپس جاتے تھے تو ویسے ہی دامن جھاڑ کر کورے چلے جاتے تھے۔ اسی مطلب کا بیان ان آیات میں ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ۔ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ یہودی جب مسلمانوں کے جلسوں میں آتے ہیں تو دل میں کفر کو چھپا کر زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ کفر کو لے کر آتے ہیں اور ویسے ہی کفر لئے ہوئے چلے جاتے ہیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ۝ صرف زبان سے اسلام کا اقرار کرتے ہیں، اور دل کی حالت کو چھپائے رکھتے ہیں۔ حالانکہ جس نفاق و کفر کو وہ چھپانا چاہتے ہیں۔ خدا سے وہ پوشیدہ نہیں ہیں۔

وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ۔ تعجب ہے کہ ان میں سے بہت سے آدمی بدگوئی، کذب اور ناحق کوشی و حرام خواری کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔ خوب رشوتیں کھاتے، پرایا مال غبن کرتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اُن کے یہ کرتوت بہت بُرے ہیں۔

جب عام یہودیوں کی حالت بیان ہو چکی تو اب سردارانِ قوم اور مذہبی لیڈروں کے بیان حال کی طرف روئے سخن کیا جاتا ہے۔

لَوْلَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ اُن کے مشائخ اور علماء کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ عام لوگوں کو دروغ بافی اور حرام خواری سے کیوں نہیں منع کرتے اور کیوں قوم کو ان تباہ کاریوں سے نہیں روکتے۔

لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ۝ ان کی یہ حرکات بدترین ہیں۔

خلاصہ یہ کہ یہودی قوم کے عوام و خواص کی اخلاقی اور دینی حالت بالکل تباہ ہے۔ عوام کی زبانیں پیٹ اور اعضاء سب ہی گناہگار ہیں۔ زبان سے جھوٹ بولتے ہیں پیٹ میں حرام مال کھاتے ہیں اور ہاتھ پاؤں سے دوسروں پر ظلم کرتے ہیں۔ رہے خواص تو وہ بھی مالی لالچ میں گرفتار ہیں۔ رشوتیں کھاتے ہیں اور عوام کو ان حرکاتِ شنیعہ سے محض اپنے شخصی فوائد کی وجہ سے نہیں روکتے اور جس قوم کے عوام و خواص کی یہ حالت ہو وہ دین دنیا میں کس طرح کامیاب اور بافلاح ہو سکتی ہے۔

مقصودِ بیان

یہودیوں کے نفاق اور بد باطنی کا بیان اور اس امر کی صراحت کہ ان کی روحیں مُردہ ہو چکی ہیں۔ عوام و خواص سبھی گناہ کے عادی اور فسق و فجور کے خوگر ہو گئے ہیں۔ گناہ ان کی نظر میں گناہ نہیں رہا۔ لطیف تنبیہ اس بات پر بھی ہے کہ جب تک زبان پیٹ اور دیگر اعضاء کو گناہ سے نہ روکا جائے فلاح و سعادت حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک بلیغ اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ مشائخ و علماء پر لازم ہے کہ عوام کو حق تعالیٰ کی نافرمانی اور دینی و اخلاقی تباہی سے روکیں اور جہاں تک ممکن ہو قولی اور عملی کوششیں لوگوں کی اصلاح و نصیحت کے واسطے صرف کریں ورنہ ان کا شمار بھی انہی کے ساتھ ہو گا۔ شرعی امور میں چشم پوشی کرنی حرام ہے۔ وغیرہ

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ (وقف لازم)

یہودی کہتے ہیں کہ اللہ کا ہاتھ جکڑا ہوا ہے انہی کے ہاتھ جکڑ جائیں اور اس قول کی وجہ سے اُن پر پھٹکار اُس کے

يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ

دونوں ہاتھ کشادہ ہیں جس طرح چاہتا ہے وہ خرچ کرتا ہے تم پر جو قرآن تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے

toobaafoundation.com

أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا ۚ وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ

اُس سے ان میں کے بہت سے آدمیوں کی شرارت و کفر میں اور اضافہ ہوگا اور ہم نے روزِ قیامت تک ان کے آپس میں دشمنی اور کینہ

إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۚ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِّلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ ۚ وَيَسْعَوْنَ فِي

ڈال دیا جب کبھی لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اس کو بجھا دیتا ہے اور وہ ملک میں

الْأَرْضِ فَسَادًا ۚ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

فساد پھیلانے کو دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ مفسدوں کو پسند نہیں کرتا

تفسیر خدا تعالیٰ نے یہودیوں کو توریت میں نہایت تاکید سے حکم دیا تھا کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو اُن پر ایمان لانا اور اُن کی مدد کرنا۔ لیکن جب حضورِ والا مبعوث ہوئے تو علمائے یہود کو خوف ہوا کہ کہیں ہمارے مریداور معتقد مسلمان نہ ہو جائیں اور ہماری پیری جاتی رہے اور آمدنی ختم ہو جائے۔ یہ خیال کر کے انھوں نے رسول پاک کے اوصاف اور حلیہ کو بدل ڈالا اور مریدوں کو مسلمان ہونے سے بہکایا۔ خدا تعالیٰ نے اس فعل کی پاداش میں ان کو مفلس اور تنگ حال کر دیا۔ جس بات کا اُن کو خوف تھا وہی پیش آئی۔ آمدنی کم ہوگئی اور معاش کی طرف سے پریشان ہوگئے یہ حالت دیکھ کر مردود زبان درازی کرنے لگے۔ چنانچہ محمد بن اسحاق نے بروایت ابن عباسؓ بیان کیا ہے کہ فخاص یہودی نے جو خاندان بنی قینقاع کا سردار تھا نہایت گستاخی اور بیباکی سے کہا کہ اب خدا کا ہاتھ بند ہوگیا ہے۔ اس قول پر اور یہودی بھی راضی ہوئے۔ اس وقت یہ آیت "وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ" نازل ہوئی۔ عکرمہ کی روایت میں اس قول کا قائل شاس بن قیس تھا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ یہودی کہتے ہیں خدا کا ہاتھ جکڑ گیا ہے وہ کنجوس ہوگیا ہے۔ مخلوق کو رزق دینا نہیں چاہتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:۔

غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ۔ درحقیقت اُن کے ہاتھ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ نیک کاموں کی طرف سے اُن کے ہاتھ رُکے ہوئے ہیں۔ ہر کارِ خیر سے یہ اپنے نفسوں کو روکتے ہیں۔

وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا۔ اور اس کفریہ کلام کی وجہ سے یہ ہمیشہ کے لئے رحمتِ الٰہی سے خارج ہوگئے۔ قیامت تک اُن پر پھٹکار برستی رہیگی۔ خدا کے متعلق ان کا خیال غلط ہے۔

بَلْ يَدَاهُ مَبْسُوطَتَانِ خدا کے تو دونوں ہاتھ کشادہ ہیں۔ وہ فیاض اور بخشش کرنے والا ہے۔

لہ خدا جسم و جسمانیات اور تمام عوارضِ مادّی سے پاک ہے۔ اس میں صفاتِ خلق میں سے کوئی صفت نہیں۔ اس کے نہ ہاتھ ہیں نہ پانوؤں نہ چہرہ نہ قلب، نہ بدن نہ اس کو مکان کی ضرورت نہ وہ زمانہ کا محتاج نہ زمانہ اُس کو محیط نہ اُس میں حرکت نہ سکون نہ تغیراتِ فضا نہ نہ عوارض ہیں نیہ قرآن پاک یا حدیث میں جہاں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے خدا کے جسم یا جسمانی ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے اُن کے مجازی معنی مُراد ہیں۔ مثلاً آیت میں یَدٰی سے مراد جود و فیض ہے۔ خدا کے ہاتھ کشادہ ہیں یعنی اس کا فیض جاری ہے۔ ابوالحسن اشعری کہتے ہیں کہ خدا کے واسطے مخلوق جیسے ہاتھ پانوؤں نہیں۔ نہ اُس کے اندر یہ عوارض جسمانیہ ممکن ہیں بلکہ صفاتِ الٰہی تصور اور اُن کی ماہیت انسان کے وہم و قیاس اور قوائے مدرکہ سے بالاتر ہے۔ اس کے ہاتھ ہیں لیکن مخلوق کے ہاتھوں کی طرح نہیں۔ اس کے پانوؤں ہیں اس کا چہرہ ہے۔ لیکن ممکنات جیسا نہیں۔ وہ دیکھتا ہے بغیر مخلوق کی آنکھوں کے، وہ سنتا ہے بغیر کانوں کے لیکن جمہور متکلمین کہتے ہیں کہ ان الفاظ کا اطلاق خدا تعالیٰ پر بطور مجازِ عقلی کے نہیں ہے بلکہ مجازِ لغوی کے طور پر ہے۔ ہاتھ سے مراد قدرت (باقی بر صفحہ آئندہ)

toobaafoundation.com

يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ اس کا فیض جاری ہے جس طرح چاہتا ہے صرف کرتا ہے۔ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۔ یہود اس گمراہ اور فطرتی شقی ہیں۔ ہدایت مجسّم سے ان کو فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ آفتاب رہبری یعنی قرآن سے بجائے ہدایت کے ان کی سرکشی اور کفر بڑھتا جاتا ہے۔ شریر اور بدنہاد دل کا قاعدہ ہی یہ ہے کہ جس قدر ان کو نصیحت کی جائے وہ اُسی قدر ضد میں آکر اور کفر بکنے لگتے ہیں۔ کیونکہ فطری صلاحیت ہی اُن کے اندر نہیں ہوتی۔ اپنے نفسانی جذبات اور شخصی خواہشات کے بندے ہوتے ہیں۔ جو کوئی ان کو نفسانی جذبات اور ہوا و ہوس سے روکے اُس کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ چونکہ ان میں حق جوئی کا مادہ نہیں رہا اور یہ سب بندگانِ نفس اور پرستارانِ ہوا و ہوس ہو گئے۔ اس لئے ہم نے بھی :-

وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ اُن کے آپس میں قیامت تک کے لئے مذہبی پھوٹ اور کینہ و عداوت ڈال دی اور فقط یہی نہیں بلکہ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ؕ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں انھوں نے لڑائی کی آگ بھڑکانا چاہی خدا نے اُسے بجھا دیا اور ان کو کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اُن کے آپس میں پھوٹ پڑگئی اور مسلمانوں کے مقابلہ میں اُن کو شکست ہوئی۔

بیضاوی میں ہے کہ آیت کے یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ یہ یہودی جب کسی سے لڑے ہمیشہ ناکام اور نامراد ہوئے۔ انھوں نے حکم توریت سے خلاف ورزی کی۔ خدا نے ان پر بخت نصر کو مسلط کر دیا۔ جب انھوں نے دوبارہ فساد کیا تو قسطوس رومی نے ان کو برباد کرنے میں کسر نہ چھوڑی۔ تیسری بار فساد کیا تو شاہ کیرش اور ایرانی قوم نے ان کو تباہ کیا۔ اب چوتھی بار فساد کیا تو اہلِ اسلام کے مقابلہ میں ذلیل و خوار ہوئے۔

وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ انھوں نے زمین پر تباہی اور فساد بپا کرنے کی کوشش کی اور کرتے ہیں خدا نے ان کو تباہ کیا اور کرے گا۔ کیونکہ خدا کو فسادی آدمی پسند نہیں۔

مقصودِ بیان ۔ یہودیوں کی گستاخیوں اور بیباکیوں کا بیان اور اس امر کی صراحت کہ محرومانِ ازلی کو بارشِ رحمت اور چشمۂ ہدایت سے بھی کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا بلکہ ان کو جتنی ہدایت کی جائے اتنی ہی ان کی گمراہی بڑھتی ہے۔

اس بات کی بھی وضاحت ہے کہ خدا سے سرکشی کرنے والے کو کبھی عافیت نصیب نہیں ہو سکتی ہمیشہ ذلیل و خوار ہونا پڑتا ہے۔ خدا تعالیٰ امن و آشتی اور صلح کو پسند فرماتا ہے تاکہ نظامِ عالم برہم نہ ہو۔ جو لوگ تباہ کاری پھیلانا چاہتے ہیں وہ مردودِ بارگاہ ہیں۔

آیات میں اہلِ اسلام کو ایک عبرت انگیز سبق دیا گیا ہے کہ خدا کی نافرمانی اور عصیاں شعاری کا نتیجہ آپس کی عداوت، پھوٹ اور مذہبی فرقہ بندی کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے اور اس تفرقہ اور پراگندگی سے ذلت و رسوائی لازم ہے۔ خدا مسلمانوں کی حالت پر رحم فرمائے اور ان کو عقل و فہم دے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ

اگر اہلِ کتاب ایمان لے آتے اور پرہیزگار بنتے تو ضرور ہم اُن کے گناہ دور کر دیتے اور ان کو آرام کے باغوں میں

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

داخل کر دیتے اور اگر وہ توریت و انجیل پر اور اُن کتابوں پر جو ان کے پروردگار کی طرف سے اُن پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۰۰) یا نعمت یا تائید یا جود و فیض ہے۔ سمع و بصر سے مراد مشاہدہ کامل یا واقفیت اور علم کمل ہے۔ اسی طرح تمام متشابہ الفاظ کا اطلاق خدا پر مجازاً ہے بڑے علماء کی کتابوں میں اس بحث کو نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے

toobaafoundation.com

مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ۭ مِنْهُمْ اُمَّةٌ

نازل ہوئیں اپنے اعمال کو قائم رکھتے تو بلاشبہ اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے خوب کھاتے اُن میں سے کچھ لوگ

مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝ ع ۱۰ / ۱۳

اعتدال پر بھی ہیں مگر اکثر کے اعمال بُرے ہیں

تفسیر وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۔ یعنی ان کی یہ تباہ حالی اور رحمتِ الٰہی سے محرومی صرف اس وجہ سے ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے اور حضورؐ کی ہدایت پر عمل نہیں کیا۔ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو مان لیتے اور کفر سے بچتے تو خدا تعالیٰ اُن کی گذشتہ سیاہ کاریاں اور موجودہ سرتابیاں معاف فرما دیتا اور بجائے دوزخ میں داخل کرنے اور عذاب دینے کے جنّاتِ نعیم میں داخل فرماتا۔ مگر انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی اسلام کا مذاق اُڑایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا دین میں ذلیل ہوئے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ یعنی اگر یہودی اور عیسائی توریت و انجیل کی تعلیم پر صحیح عمل کرتے۔ جو جو مواعظ و نصائح ان کتابوں میں ہیں ان کو مان لیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و احوال جو توریت و انجیل میں مذکور تھے ان میں تحریف نہ کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتے قرآن کو یہ منحوس حالت دیکھنی کیوں پڑتی۔ روزی کی تنگی ان پر کیوں ہوتی۔ خدا نہایت کشادگی اور فراخی سے ان کو رزق عطا فرماتا اور زمین آسمان سے اُن پر برکت کی بارش ہوتی لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔

مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۭ وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَاۗءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ۝ البتہ بعض آدمی ان میں سے میانہ رفتار رکھنے والے بھی ہیں اہلِ سبقت کا درجہ اگرچہ ان کو حاصل نہیں ہوتا ہم متوسط درجہ پر ضرور فائز ہیں۔ مگر زیادہ گروہ تو بدکار ہے۔

مقصود بیان ایمان لانے سے گذشتہ گناہ خواہ کتنے ہی بڑے ہوں معاف ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کرنی روزی کی کشائش کا سبب ہے۔ نافرمانی سے تنگ حالی اور افلاس پیدا ہوتا ہے۔ نافرمان کو دنیا میں تباہی اور آخرت میں روسیاہی حاصل ہوتی ہے۔ وغیرہ

يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۭ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ

اے نبی! جو حکم تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُس کو پہنچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم اللہ کا پیغام

رِسَالَتَهٗ ۭ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

نہ پہنچایا اللہ تم کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا اس میں شک نہیں کہ کافر قوم کو اللہ ہدایت نہیں کرتا

تفسیر جب گذشتہ آیات میں یہود و نصاریٰ کی خرابیاں بیان کر دی گئیں تو اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تبلیغ کامل کا تاکیدی حکم دیا جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ

toobaafoundation.com

يَاۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ جو احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے تم پر نازل ہوں اُن کو کامل طور پر لوگوں کو پہنچا دو۔ کسی کی رورعایت نہ کرو۔ کسی حکم کا کوئی حصہ کسی مصلحت سے بھی بچا نہ رکھو۔

وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ اگر ایسا نہ کروگے۔ کسی حکم کا کوئی حصہ لوگوں کے سامنے ظاہر نہ کروگے اور کافروں کو کسی خوف یا مصلحت کی وجہ سے کافر نہ کہو گے تو فرضِ تبلیغ سے عہدہ برآ نہ ہوگے۔ تبلیغ وحی کا بار تمہارے ذمہ رہے گا۔ کیونکہ ایک حکم کی تبلیغ نہ کرنی کل کی تبلیغ نہ کرنے کی طرح ہے۔ جب آیت يَاۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ نازل ہوئی تو حضورؐ والا نے باقتضائے بشریت اس بھاری بوجھ کے پورے طور پر اُٹھا نہ سکنے کا خیال کرکے بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا کہ الٰہی میں تنہا ہوں چاروں طرف دشمن بھرے ہوئے ہیں۔ میں کس طرح اس فرض کو ادا کروں۔ اس وقت یہ فقرہ نازل ہوا اور بتلا دیا گیا کہ جو کچھ بھی ہو یہ تم کو کرنا ہوگا۔ رہا دشمنوں کا خوف تو اس کا خطرہ تمہارے دل میں نہ آنا چاہیے اور دشمنوں کی طرف سے اطمینان رکھنا چاہیے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ کیونکہ کافروں سے خدا تمہاری حفاظت کرتا رہے گا۔ کبھی یہ تم کو قتل نہ کرسکیں گے۔

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کافروں سے مطمئن نہ تھے۔ خصوصًا یہودی ہر وقت مارِ آستین بنے ہوئے تھے۔ اس لئے شب کے وقت ارکان پر پہرہ لگا دیا کرتے تھے۔ کیونکہ مکان بہت معمولی قسم کے ہوتے تھے۔ دشمن سے حفاظت کا ان میں کوئی ذریعہ نہ تھا۔ حضرت عباسؓ، حضرت زبیرؓ اور دیگر صحابہ باری باری سے پہرہ دیتے تھے اور حضورؐ والا اندر استراحت فرماتے تھے۔ جنگ احد کے بعد ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بستر پر لیٹے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ حضورؐ نے قبہ سے سر مبارک نکال کر فرمایا اے لوگو! اپنے گھر چلے جاؤ میرا محافظ اللہ ہے۔ اس روز سے حضور نے پہرہ چوکی موقوف کردیا۔

اب غور کرنے کے قابل یہ بات ہے کہ مدینہ کے اندر سینکڑوں دشمن جان موجود تھے اور پورا ملک عرب مقابلہ کے لئے تیار تھا۔ ہر وقت مسلمانوں کی بیخ کنی کی فکر میں تھے اور ان ظالموں کو روکنے والا کوئی حاکم یا بادشاہ بھی نہ تھا کہ جس کی امداد کے بھروسہ پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم آزادی کے ساتھ رہ سکتے۔ لیکن باایں ہمہ حضورؐ کی ذاتِ والاصفات کو کوئی گزند نہ پہنچا۔ محض ذاتِ الٰہی پر توکل کرکے آپ نے شخصی تحفظ بھی موقوف کردیا۔ یہ کل واقعات حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کے رسولِ برحق ہونے پر دلالت کرتے ہیں۔ مگر منکرانِ حقیقت کی آنکھوں پر جہالت فطرتی کے پردے پڑے ہوئے تھے۔ اس لئے ان کو صداقتِ رسول دکھائی نہ دیتی تھی اور وہ ہدایتِ الٰہی سے محروم رہے۔ کیونکہ:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ خدا تعالیٰ منکرانِ حقیقت کو ہدایت نہیں فرماتا ہے۔ جو کور بصیرت ہیں اُن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے راہِ حقیقت دیکھنے کی توفیق عطا نہیں ہوتی ہے۔

مقصود بیان رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کل احکام الٰہی کی تبلیغ کردی۔ عالم اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے اگرچہ عقل انسانی کا یہی تقتضا ہے کہ انسان اپنی امکانی حفاظت کرے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تکلیف دور کردی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ کا ایک حکم بھی چھپا کر رکھنا اور بندوں تک نہ پہنچانا شانِ رسالت کے منافی ہے۔ پیدائشی کور بصیرت اور بدباطن لوگ توفیقِ سعادت سے محروم رہتے ہیں۔ وغیرہ

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَ

کہہ دو اے اہلِ کتاب تم کسی دین پر نہیں ہو تاوقتیکہ توریت اور انجیل اور

مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

اُس کتاب پر اپنے اعمال کو قائم نہ کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کی گئی ہیں (اے محمد) جو قرآن تم پر تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اُس سے

toobaafoundation.com

مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ

ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور کفر میں مزید اضافہ ہوگا پس تم اس کافر قوم پر افسوس نہ کرنا بیشک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور عیسائی ان میں سے جو کوئی بھی اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان

وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○

رکھتے ہوں اور نیک عمل کریں تو اُن پر نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ (گزشتہ زندگی پر) غمگین ہونگے

تفسیر ایک مرتبہ رافع بن ابو رافع، سلام بن مشکم اور مالک بن صیف یہودیوں نے خدمتِ گرامی میں حاضر ہوکر عرض کیا تم اپنے آپ کو ملتِ ابراہیمی پر بتاتے ہو اور ہماری کتاب پر ایمان لانے کو ضروری کہتے ہو۔ پھر ہم کو کافر کیوں کہتے ہو؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے اپنی کتاب بدل دی اور اللہ کے احکام چھپالئے۔ یہودی بولے نہیں ہم تو حق و صداقت پر ہیں اور اپنے دین پر قائم ہیں۔ ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی کہ:۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ۔

حاصلِ ارشاد یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! جب تک تم کامل طور پر توریت، انجیل اور تمام گزشتہ صحائف و کتب پر ایمان نہ لاؤ گے اور جب تک ان سب کو خدائی کتابیں نہ جانو گے اور جب تک ان تمام نوشتوں پر نہ چلو گے سعادت و ہدایت کا منہ نہ دیکھو گے اور قرآن چونکہ تمام گزشتہ اصلی کتابوں کا ترمیم کردہ خلاصہ ہے اس لئے اُس پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ اس کے بغیر راہِ ہدایت ملنی ناممکن ہے۔ مگر اس سے وہی اشخاص فائدہ اُٹھاسکتے ہیں جن کے دلوں کے اندر نورِ فطرت چمک رہا ہے اور جو سچے دل سے طلبگارِ حق ہیں اور ایسے لوگوں کی تعداد ان اہلِ کتاب میں بہت کم ہے۔ ان میں اکثر اہلِ عناد اور سرکشی پسند ہیں۔ قرآن سے ایسے لوگوں کی سرکشی اور کفر میں اور زیادتی ہوگی کچھ فائدہ نہ ہوگا۔

فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ لہٰذا آپ کو ان کافروں کی گمراہی اور سرکشی کا کچھ افسوس نہ کرنا چاہیئے۔

چونکہ دنیا کے تمام الہامی مذاہب کا دعویٰ رکھنے والے مدعی ہیں کہ ہماری ہی نجات ہوگی۔ دوسرے مذاہب والے جہنم میں جائیں گے۔ یہودی مدعی تھے کہ ہم حق پر ہیں عیسائی باطل پر ہیں۔ نصاریٰ کہتے تھے کہ حقانیت ہماری میراث ہے۔ یہودی گمراہ ہیں اور واقعہ درحقیقت یہ تھا کہ محمدؐ کے عہدِ نبوت میں نہ یہودی حق پر تھے نہ عیسائی نہ دوسرے مذاہب والے جب تک اسلام کے حلقہ بگوش نہ ہوں نجات کا دعویٰ کرنا لغو تھا۔ اس مقصد کو نہایت بلاغت آمیز طرزِ عبارت میں ثابت کیا جاتا ہے اور لطیف ترین پیرایہ بیان میں ہر مدعی حقانیت کے دعوے کو رد کیا جاتا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ یعنی مسلمان ہو یا یہودی یا صابی (امتِ نوح یا مجوسی یا موحد محض) یا عیسائی کوئی بھی نجات کے دعویٰ میں حق پر نہیں ہے (جب تک اس کی قوتِ نظریہ و عملیہ کی تکمیل نہ ہو جائے۔ جب تک مبداء و معاد پر اس کا ایمانِ کامل صحیح نہ ہو اور جب تک اس کے اعمال صالح نہ ہوں۔ اگر ان فرقوں میں سے کسی کے عقائد صحیح اور اعمال صالح ہوں گے تو اس کی نجات ضرور ہوگی۔ نہ عذابِ اخروی کا خوف ہوگا۔ نہ دنیوی نعمتوں کے چھوٹ جانے کا غم اور چونکہ ایمان و عقائد کی صحت اور اعمال کی اصلاح اس دور میں بغیر شریعتِ محمدیؐ کے ممکن نہیں اس لئے شریعتِ محمدی پر ایمان نہ رکھتے ہوئے حقانیت و نجات کا دعویٰ غلط ہے۔

toobaafoundation.com

مقصودِ بیان

توریت، انجیل اور دیگر کتبِ الہامیہ پر ایمان لانا درحقیقت شریعتِ اسلامیہ کا اقرار کرنا اور نبوتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا ہے۔ قرآن سے فیض اٹھانے والے اہلِ کتاب میں سے بہت کم لوگ تھے جس شخص کی قوتِ نظریہ اور قوتِ عملیہ صاف ستھری اور روشن ہے وہی نجات یافتہ ہے خواہ کسی مذہب کا شرع میں پیرو ہو۔ عقائد و اعمال کی صحت کا مدار شریعتِ اسلامیہ پر ہے۔ لہٰذا نجات کا دارومدار بھی توحیدِ الٰہی اور اقرارِ رسالت پر ہے۔

لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ

ہم نے　اولادِ اسرائیل　سے　عہد لیا تھا　اور اُن کے پاس بہت سے پیغمبر بھیجے تھے (لیکن) جب کوئی پیغمبر اُن

رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ ۝ وَحَسِبُوْٓا

کے پاس اُن کی طبعی خواہشات　کے خلاف احکام　لے کر گیا　تو انھوں نے کتنوں ہی کو جھٹلایا　اور کتنوں ہی کو قتل کرنے لگے　اور خیال کیا

اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ

کہ کوئی　سزا نہ ہوگی　نتیجہ یہ ہوا کہ اندھے بہرے بن گئے　مگر پھر بھی خدا نے ان پر توجہ فرمائی　لیکن ان میں سے بہت سے پھر اندھے بہرے

مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝

بن گئے　اور اللہ　اُن کے کرتوت کو　دیکھ رہا　تھا

تفسیر

یہ آیات بطور اتمامِ حجت کے ہیں اور ان سے مقصود یہودیوں کی قدیمی سرکشی کا اظہار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دینی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ: لَقَدْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ رُسُلًا ۭ ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا تھا کہ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لانا، اور وقتاً فوقتاً ان کی ہدایت کے لئے ہم نے رسول بھی بھیجے۔ چنانچہ ایک ہزار سے زائد رسول صرف بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے لیکن ان اشقیائے ازلی کا دستور تھا کہ:۔

كُلَّمَا جَاۗءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُهُمْ۔ جب کوئی رسول ان کی نفسانی خواہشات کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا اور ان کی رغبت نفس کی اس رسول نے مخالفت کی تو:۔

فَرِيْقًا كَذَّبُوْا۔ بعض انبیاء کو تو انھوں نے مانا ہی نہیں۔ تکذیب اور مخالفت کرنے لگے یعنی فقط مخالفت و تکذیب ہی پر بس کیا۔

وَفَرِيْقًا يَّقْتُلُوْنَ۔ اور بعض انبیاء کو قتل کرنے لگے۔ زکریاؑ کو قتل کر دیا، یحییٰؑ کو قتل کر دیا، حضرت عیسیٰؑ کو بزعم خود قتل کر دیا۔

وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ۔ اور چونکہ وہ اولادِ اسحٰق و ابراہیم میں سے تھے اس لئے نسلی شرافت کو تمام گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہوئے انھوں نے خیال کیا کہ ہمارے واسطے کوئی سزا اور خرابی نہ ہوگی۔ مگر ان کا یہ خیال غلط تھا۔ بات درحقیقت یہ تھی کہ:۔

فَعَمُوْا وَصَمُّوْا۔ ان کی بصیرت نابینا اور گوشِ عقل بہرے ہو چکے تھے۔ نہ اُن کو راہِ حق دکھائی دیتی تھی نہ آوازِ صداقت سنائی دیتی تھی۔

ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ لیکن پھر خدا نے اُن پر رحم کیا اور وقتاً فوقتاً ان کو ہدایت کی۔ بخت نصر شاہِ بابل کے مسلط ہونے کے بعد یہودیوں نے توبہ کی اور خدا نے ان کی توبہ قبول فرمائی اور آخیر میں ان کی ہدایت کے لئے نبی آخر الزماں کو مبعوث فرمایا اور ان کی گزشتہ بداعمالیوں کا لحاظ نہ کیا۔ لیکن پھر بھی ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ان میں سے بہت سے آدمی اندھے بہرے ہو گئے۔ نہ راہِ حق عقل کی آنکھوں سے دیکھی نہ کلامِ حق دل کے

toobaafoundation.com

کانوں سے سُنا تو اب یہ ان کی حرمان نصیبی ہے خدا کے رحم و فضل کا کچھ قصور نہیں ہے۔

وَاللّٰهُ بَصِيرٌۢ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ خدا تعالیٰ اُن کے کرتوت سے خوب واقف ہے۔

مقصودِ بیان یہودیوں کی قدیمی سرکشی کا بیان، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین۔ یہودیوں کا نسلی شرافت کے بھروسہ پر گناہوں سے بے خوف ہونے کا اظہار۔ اس بات کی صراحت کہ بنی اسرائیل انبیاء کو قتل کرتے تھے اور بہت سے انبیاء کو انھوں نے قتل کیا تھا۔ شرافتِ خاندانی اور عزت نسبی پر غرہ نہ کرنے کی ضمنی ہدایت۔ وغیرہ

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ ۖ وَقَالَ الْمَسِيحُ

جن لوگوں کا قول ہے کہ اللہ ہے مسیح ابن مریم وہ یقیناً کافر ہوگئے مسیح نے تو کہا تھا

يَٰبَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ ۖ إِنَّهُۥ مَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

کہ اے بنی اسرائیل اللہ کی پرستش کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی کیونکہ جو شخص اللہ کا شریک قرار دے گا اللہ نے

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَىٰهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّٰلِمِينَ مِنْ أَنصَارٍ ۝

اُس کے لئے جنت حرام کردی ہے اور اُس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں

وقف لازم

لَّقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلَٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلَٰهٍ إِلَّآ إِلَٰهٌ

جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے وہ یقیناً کافر ہوگئے کیونکہ معبود تو سوائے اللہ کے کوئی

وَٰحِدٌ ۚ وَإِن لَّمْ يَنتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

نہیں اور اگر وہ اپنے اس قول سے باز نہ آئیں گے تو ان میں سے کافر رہنے والوں کو دردناک

عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُۥ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ

عذاب پہنچے گا یہ لوگ کیوں اللہ سے توبہ استغفار نہیں کرتے حالانکہ اللہ غفور رحیم

رَّحِيمٌ ۝ مَّا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ

ہے مسیح ابن مریم تو محض ایک پیغمبر تھے جن سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے

الرُّسُلُ ۖ وَأُمُّهُۥ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ

ہیں ان کی ماں صدیقہ تھیں دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح ان سے

toobaafoundation.com

لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

دلائل بیان کرتے ہیں　پھر دیکھو کہ وہ اُلٹے کدھر جارہے ہیں　کہہ دو کیا تم اللہ کے سوا　ایسی چیز کو　پوجتے ہو

مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

جس کو نہ تمہارے ضرر کا اختیار ہے　نہ نفع کا　اور اللہ ہی　سنتا جانتا　ہے

تفسیر اوپر کی آیتوں میں مجموعی طور پر بیان کردیا گیا تھا کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے توریت و انجیل پر عمل ترک کردیا اور ان کتابوں کو بگاڑ دیا۔ اب اس کی تفصیل کی جاتی ہے اور ہر فرقہ کے باطل عقیدہ کی مدلّل تردید کی جاتی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ مطلب یہ ہے کہ عیسائی یعنی کلیسائے عرب والے کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا تھا یعنی تھا تو بظاہر انسان مگر اس کے اندر خدا کا حلول ہوگیا تھا۔ اس عقیدہ کی وجہ سے وہ لوگ کافر ہوگئے۔ کیونکہ مسیح جب انسان تھا اور ایک عورت کا بیٹا تھا تو پھر کس طرح خدا ہوسکتا ہے۔ خدا تو قدیم لم یزل و لایزال ہے۔ نہ وہ کسی سے پیدا نہ اس سے کوئی پیدا، نہ وہ کسی کا محتاج اور عیسیٰؑ اپنی پیدائش میں ماں کے محتاج۔ یہ مضحکہ خیز عقیدہ سراسر کفر ہے۔ اس کے علاوہ مسیح کا یہ دعویٰ بھی نہ تھا۔

وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ؕ مسیح نے تو خود کہا تھا کہ بنی اسرائیل میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ اس کی پرستش کرو۔ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا، نہ میں تمہارا پروردگار ہوں۔ تم کو اللہ نے پیدا کیا، وہی تمہارا رب ہے۔ بلکہ میں بھی اپنی ہستی میں مستقل نہیں ہوں۔ وجود اور بقائے وجود میں اُسی کا محتاج ہوں۔ لہٰذا قابلِ پرستش بھی وہی اللہ ہے۔ میں معبود نہیں ہوسکتا اور معبود کیسا معبود کے ساتھ شریک بھی نہیں ہوسکتا۔

وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ اب جو شخص خدا کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک کرے گا وہ رحمتِ الٰہی سے محروم ہے۔ خدا نے اُس پر جنت کو حرام کردیا ہے۔ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ کبھی دوزخ سے اُس کو نجات نہیں ملے گی۔ کیونکہ وہ ظالم اور ناحق کوش ہے۔ اصولِ فطرت کی مخالفت کررہا ہے اور ایسی بے جا بات کررہا ہے جس سے بڑھ کر ناحق بات کوئی اور ہو نہیں سکتی۔ لہٰذا اس کی نجات ناممکن ہے۔ کوئی اس کا مددگار اور ساتھی نہ ہوگا۔

وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ○ اور ناحق کوشوں کا کوئی ناصر اور مددگار نہیں ہوسکتا (یہی عقیدہ آج کل کے فرقہ پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک والوں کا ہے) اس کی تفصیل اور ثبوت کے لئے دیکھو انجیل مرقس باب ١٢ درس ٢٩۔

خلاصہ یہ کہ مسیح کی تعلیم خود یہی تھی کہ میں اور تم سب خدا کے بندے ہیں۔ وہ ہمارا سب کا پروردگار ہے۔ لہٰذا تم سب اُسی کی عبادت کرو اور اس کی ذات و صفات میں کسی کو شریک نہ کرو۔ مسیح کا یہ قول یا تو جھوٹ ہے یا سچ دونوں صورتوں میں مسیح کو خدا کہنا حماقت ہے۔ خدا جھوٹ نہیں بول سکتا آگے ارشاد ہوتا ہے:۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ؕ پولوس اور اُس کے شاگردوں کا عقیدہ تھا کہ مسیح میں خدا نے حلول نہ کیا تھا بلکہ جوہر الوہیت کے تین جزو ہیں۔ باپ، بیٹا، روح القدس (یعنی جبرئیل یا مریم) باپ گویا اس مجموعہ کا تیسرا جزو ہے۔ اس مجموعہ کا نام خدا ہے۔ یہ عقیدہ بھی چونکہ کفریہ اور مشرکانہ تھا اس لیئے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں خدا تین اقانیم میں کا تیسرا ہے وہ کافر ہیں۔ بھلا یہ بھی کوئی عقل کی بات ہے کہ وہ مجموعہ جس کا وجود اور بقائے وجود اجزاء کے وجود پر موقوف ہے خدا بن جائے، کہیں محتاج بھی ہوسکتا ہے۔

وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ گذشتہ آیات میں بھی عیسائیوں کے عقائد کی نقل کے ضمن میں اگرچہ تردیدی دلائل کا ضمناً ذکر کیا گیا تھا لیکن اس آیت سے خصوصی طور پر عیسائیوں کے عقائد کی
ہو جاتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ معبود برحق محض ایک ذاتِ واحد قدوس جامع صفاتِ کمالیہ

toobaafoundation.com

ہے جو اپنی صفات میں بھی یگانہ اور مشابہتِ خلق سے پاک ہے۔ وہ معبودِ مطلق لاشریک لہٗ ہے۔ پھر مسیح کس طرح خدا یا خدا کا جزو ہو سکتا ہے اس لئے عیسائیوں کا عقیدہ بالکل غلط ہے۔

وَاِنْ لَّمْ یَنْتَھُوْا عَمَّا یَقُوْلُوْنَ لَیَمَسَّنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ اگر یہ لوگ شرک سے باز نہ آئے اور خدائے قدوس کو واحد لم یلد ولم یولد نہ مانا تو عذابِ الیم میں مبتلا ہوں گے۔

اَفَلَا یَتُوْبُوْنَ اِلَی اللّٰہِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یعنی جب خدائے واحد خالق عالم رب کائنات اور معبودِ مطلق ہے تو پھر شرک و تثلیث سے توبہ کرکے خدا کی طرف رجوع کیوں نہیں کرتے اور اپنے افعال و اقوال اور عقائد کی معافی اسی سے کیوں نہیں چاہتے وہ غفور رحیم ہے۔ صدقِ دل سے توبہ کی جائے تو معاف کر دیتا ہے۔ اس کی رحمت مخلوق کے شاملِ حال رہتی ہے۔

مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ یہ الوہیتِ مسیح اور تثلیث کے ابطال کی دوسری دلیل ہے اور ایک دلیل کو دو نوعیتوں سے بیان کیا گیا ہے۔ اول تو یہ کہ مسیح ابن مریم تھے اور کسی عورت کا بیٹا نہ خدا ہو سکتا ہے نہ خدا کا جزو۔ دوسرے یہ کہ مسیح محض رسول تھے۔ دیگر پیغمبروں سے مغایر ان میں کوئی الوہیت کی شان نہ تھی اور پیغمبر کا خدا یا ابنِ خدا ہونا محال ہے۔ جب پیغمبر خود ہی خدا یا خدا کا بیٹا ہے تو پیغمبری کس کی طرف سے کرتا ہے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ ۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ مسیح سے پہلے اور بہت سے پیغمبر گذر گئے۔ صرف بنی اسرائیل ہی میں ہزاروں رسول ہوئے۔ پھر اُن کو خدا کیوں نہیں کہا جاتا۔ جب اُن کو خدا نہیں کہا جاتا تو مسیح کو کیوں اوتار سمجھا جاتا ہے۔ کیوں مسیح کے اندر خدا کے حلول کرنے کا عقیدہ صحیح خیال کیا جاتا ہے اور کیوں ان کو خدا کا بیٹا اور شریک فی الالوہیت سمجھا جاتا ہے۔

وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ ؕ کَانَا یَاْکُلٰنِ الطَّعَامَ ۔ یہ چوتھی دلیل ہے یعنی مسیح مریم کے بیٹے تھے اُن کی ماں صدیقہ تھیں اور دونوں کھانا کھاتے تھے۔ بھوک، پیاس اور دیگر لوازمِ بشریت سے پاک نہ تھے۔ پھر مسیح خدا کا بیٹا اور مریم خدا کی بیوی کس طرح ہو سکتی ہیں اور کس خدائی کے ذو حصے ان دونوں کے حصہ میں آسکتے ہیں۔

اُنْظُرْ کَیْفَ نُبَیِّنُ لَھُمُ الْاٰیٰتِ ۔ دلائل مذکورہ بیان کرنے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ دیکھو ہم کیسی کھلی کھلی دلیلیں بیان کرتے ہیں کس حکمت سے ان پرستارانِ کفر و منکرانِ عقل کے باطل اوہام کا ازالہ کرتے ہیں۔

ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝ لیکن ان لوگوں کو دیکھو کہ حق و صداقت کو چھوڑ کر کہاں بہے جا رہے ہیں۔ واضح حقیقت کو چھوڑ کر جہالت کی تاریکیوں میں گھوم رہے ہیں۔

قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَمْلِکُ لَکُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰہُ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ یہ بھی الوہیتِ غیر اللہ کے ابطال کی دلیل ہے مگر نوعیتِ استدلال میں فرق ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ سوائے خدا کے جتنی چیزیں ہیں کوئی خیر و شر کی مالک نہیں۔ کسی کو نفع و نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں۔ معمولی پتھر وں سے لے کر بڑے سے بڑے نبی اور مقدس فرشتوں تک کوئی قادرِ مطلق نہیں اور خدا تعالیٰ واقف ہے اور ہر ایک کی بات کو سنتا ہے اور ہر شخص کی حالت کو جانتا ہے۔ پھر خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کی پرستش کرنی کس قدر تعجب انگیز ہے کس اُمید پر دوسرے کی پرستش اور عبادت کی جا سکتی ہے۔

مقصودِ بیان

خدا تعالیٰ کسی مخلوق میں حلول نہیں کر سکتا۔ کوئی مخلوق ذات یا صفات میں خالق کے مشابہ نہیں ہو سکتی۔ کوئی مخلوق وجود اور بقائے وجود میں مستقل نہیں بلکہ محتاج ہے۔ کوئی محتاج معبود نہیں ہو سکتا۔ والد و مولود ہونا مخلوق کے احوال ہیں۔ کوئی مولود خدا نہیں ہو سکتا۔ شرک کی کبھی نجات نہ ہوگی۔ جزئیت اور ترکیب سے خدا پاک ہے۔ وصفِ نبوت و رسالت شانِ الوہیت کے منافی ہے۔ رسالت احتیاج کی مقتضی ہے اور الوہیت استغنا کو چاہتی ہے۔ جس شخص میں لوازمِ بشریت اور خواصِ انسان موجود ہوں وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ عبادت اسی کی مناسب ہے جو نفع نقصان اور خیر و شر کا مالک ہو۔ اللہ کے سوا کوئی مخلوق نفع نقصان پہنچانے پر قادر نہیں۔ اس لئے اللہ کے سوا کوئی معبود بننے کا سزاوار نہیں۔ وغیرہ

toobaafoundation.com

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ

اے اہل کتاب تم ناحق اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی خواہش کی پیروی نہ کرو

قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ع ١٠ ١١ ١٤

جو خود پہلے بھی گمراہ ہوئے اور بہتوں کو گمراہ بھی کر گئے اور سیدھے راستہ سے بھٹک گئے

تفسیر جب یہودیوں اور عیسائیوں کے اقوال وعقائد کا پُرزور اور مدلّل ابطال کر دیا تو اب رُوئے سخن اصل مدعا کی طرف کیا جا رہا ہے اور دامِ حق کی تبلیغ کی جا رہی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ ۔ یہودیو اور عیسائیو! تم ناحق اور برخلاف صداقت اپنے اپنے مذہبی خیالات میں زیادتی نہ کرو اور افراط وتفریط سے کام نہ لو۔ عیسیٰؑ کو ان کے رتبہ سے گھٹاؤ، نہ بڑھا کر خدائی کے درجہ تک پہنچاؤ اور اپنی موجودہ مذہبی کتابوں پر اعتماد نہ کرو بخواہ مخواہ ان کی تحریفات کو سچا نہ جانو۔ یہ تمہارے اسلاف کے خود تراشیدہ اقوال ہیں۔

وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۔ تم ان بندگانِ نفس کی پیروی نہ کرو۔ وہ خود بھی گمراہ تھے اور بہتوں کو انھوں نے اپنے تراشیدہ اقوال اور اختراعی خیالات اور باطل تحریفات سے گمراہ بھی کر دیا لہٰذا تم ان کے نفسانی جذبات کے پیرو نہ ہو اور ان کی تحریفات کو سچا نہ جانو۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ

بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر ہوگئے تھے اُن پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی لعنت

مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ

کی گئی یہ اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے اور حد سے بڑھ جاتے تھے اور جو بُرے کام انھوں نے کئے

مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ

اُن سے باز نہ آتے تھے بلاشبہ وہ بُری حرکتیں کرتے تھے

تفسیر یہودیوں کو ہفتہ کے دن شکار کھیلنے سے منع کر دیا گیا تھا لیکن انھوں نے انتہائی حیلہ تراشی سے اس حکم کی مخالفت کی اور حکمِ الٰہی کے خلاف شکار کھیلنے لگے تو حضرت داؤدؑ نے ان کے حق میں بد دعا کی کہ الٰہی ان پر تیری پھٹکار ہو۔ حضرت داؤدؑ کی بد دعا سے (یہ لوگ طاعون میں مبتلا ہوئے اور) ان کی شکلیں سوروں کی طرح لیوتری ہو گئیں اور یونہی خواری کے ساتھ چیخ چیخ کر مر گئے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی دعا سے جب آسمان سے خوان اُترنا شروع ہوا اور لوگوں نے حکمِ الٰہی کے خلاف اس میں سے پس انداز کرنا شروع کیا اور بعض لوگوں نے کفر کیا تو حضرت عیسیٰؑ نے ان لوگوں کے واسطے بد دعا کی۔ ان کی صورتیں بھی مسخ کر دی گئیں۔ انہی واقعات کو ان آیات میں اہلِ کتاب کو اسلاف کے اتباع سے روکنے کے لئے خدا تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ارشاد ہوتا ہے۔

toobaafoundation.com

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے اسلاف کی تراشیدہ تحریروں کو سچا نہ جانو اور اُن کے راستہ پر نہ چلو۔ وہ بندگانِ نفس تھے۔ داؤد اور عیسیٰؑ نے بھی اُن کے لئے بددعا کی تھی اور ان پیغمبروں کی بددعاؤں سے اُن پر پھٹکار پڑی تھی تو جب انھوں نے داؤدؑ اور عیسیٰؑ کا کفر کیا جو دینِ یہودیت عیسائیت کے مرکز تھے تو پھر تم اُن کو اپنا پیشوا کیوں بناتے ہو۔

ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ٥ اُن پر لعنت پڑنے کی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے خدا کی نافرمانی کی تھی اور اعتدال کی حد سے آگے بڑھ کر افراط و تفریط میں پڑ گئے تھے۔ احکامِ الٰہی کو اپنی دماغی تراش خراش سے ٹالنا چاہتے تھے۔

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ٥ اُن لوگوں کی حالت یہ تھی کہ امورِ قبیحہ سے لوگوں کو نہیں روکتے تھے اور باہم کوئی کسی کو امرِ ممنوع کے ارتکاب سے منع نہیں کرتا تھا۔ یہ افعال اُن کے بہت بُرے تھے۔ اس لئے تم ان کی پیروی کر کے گمراہ نہ بنو۔

مقصودِ بیان

افراط و تفریط اور تجاوز عن الحق کی ممانعت اسلاف بنی اسرائیل کی سرکشیوں کا بیان۔ کورانہ تقلید سے بازداشت۔
افعالِ ناشائستہ اور حرکاتِ بد سے لوگوں کو روکنے کی ضمنی ہدایت۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ

تم ان میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں انھوں نے اپنے لئے بُرا سامان

اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ

بھیجا کہ اللہ اُن پر ناراض ہوا اور عذاب ہی میں ہمیشہ رہیں گے

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِىِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ

اور اگر وہ خدا رسول اور اُس کتاب پر ایمان رکھتے ہوتے جو رسول پر نازل کی گئی ہے تو کافروں کو دوست نہ

وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ

بناتے لیکن ان میں سے بہتیرے نافرمان ہیں

تفسیر

یہ آیات اُن کور باطن یہودیوں کے حق میں نازل ہوئیں جنھوں نے مسلمانوں کے خلاف کفارِ مکہ سے ساز باز اور دوستی کر رکھی تھی ارشاد ہوتا ہے کہ:۔

تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِى الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ٥ مطلب یہ ہے کہ اکثر منافق یہودی خدا اور رسول کے دشمن ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف مکہ کے کافروں اور بُت پرستوں سے دوستی کرتے ہیں۔ اُن کی ایسی ہی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے کہ خدا کا غضب اُن پر نازل ہوا یا نازل ہوگا حالانکہ۔

وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِىِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ

اگر خدا رسول اور قرآن پر اُن کا سچا ایمان ہوتا اور یہ بدباطن نہ ہوتے تو مسلمانوں کے خلاف کافروں سے اندرونی یارانہ نہ کرتے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان میں سے اکثر بے دین ہیں۔ ان کا نہ اپنی کتاب پر ایمان ہے نہ قرآن پر نہ موسیٰؑ پر نہ محمد رسول اللہؐ پر۔

toobaafoundation.com

مقصود بیان یہودیوں کے نفاق و بد باطنی کا اظہار۔ اس امر کی صراحت کہ کفار کی دوستی خلوصِ ایمان کے منافی ہے اور نفاق کی علامت ہے۔ اس بات کی توضیح کہ انسان کی اپنی بداعمالیوں سے ہی غضبِ الٰہی نازل ہوتا ہے۔ ایک یہ امر بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ بے دین اور ملحد اور دنیا پرست ہیں، جن کا ایمان خدا پر ہے نہ رسول پر، نہ آسمانی کتابوں پر، وہی بدباطن کفار سے اندرونی یارانہ گانٹھتے ہیں۔ وغیرہ

لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ

مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تم یہودیوں اور مشرکوں کو

اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا

پاؤ گے اور مسلمانوں کی دوستی میں سب سے قریب ترین تم اُن لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ

نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا

ہم نصاریٰ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں بہت سے عالم اور درویش ہیں اور یہ بات بھی ہے کہ وہ لوگ

يَسْتَكْبِرُوْنَ

تکبر نہیں کرتے

تفسیر نصاریٰ میں بہت زیادہ عالم، زاہد، تارک الدنیا اور نرم دل لوگ ہوتے تھے۔ یہ لوگ اپنی مذہبی تعلیم کے موافق دنیا کی لذتوں سے کنارہ کش رہتے تھے۔ مال کی محبت ان کو نہ تھی۔ کسی کو ایذا پہنچانی ان کے مذہب میں جائز نہ تھی۔ ان کے برخلاف یہودی بہت زیادہ حریص لالچی اور دنیا طلب تھے۔ سود کھاتے تھے، غیر مذہب والوں کو خصوصاً اہلِ اسلام اور نصاریٰ کو ایذائیں دیتے تھے اور اس ایذا رسانی کو مذہبی ثواب جانتے تھے۔ ان کے دل نہایت سخت پڑ گئے تھے۔ اُن کو ایمان کی باتوں سے عداوت تھی اور رشوت خواری کا مرض ہر بڑے چھوٹے میں پھیل گیا تھا۔ دوسری طرف اہلِ شرک بھی مسلمانوں کی ایذا رسانی کے اعتبار سے ان سے کم نہ تھے۔ ہجرت سے قبل مکہ کے اندر کے تیرہ سال کے واقعات اور کافروں کے ظالمانہ سلوک کے بیان سے سیر و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ عمار بن یاسر، خباب، بلال اور خود حضور والا کی ذاتِ گرامی صفات پہ ان اشقیائے ازلی نے کیا کیا آفتیں برپا نہیں اور کونسی تکلیف تھی کہ اٹھا نہ رکھی۔

انہی امور کو مدِ نظر رکھتے ہوئے آیاتِ مذکورہ میں یہودیوں کی مذمت اور ان کی عداوت کی صراحت ہے اور اہلِ شرک کو بھی مسلمانوں کا شدید ترین دشمن کہا گیا ہے۔ ہاں عیسائیوں کے زہد، ترکِ دنیا، قناعت اور نرم دلی کی تعریف کی گئی ہے۔ اگرچہ عیسائی بہ نسبت یہودیوں کے زیادہ شرک میں مبتلا تھے کھلم کھلا شرک کا اظہار کرتے تھے۔ لیکن یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آیت میں تمام گروہ نصاریٰ یا مدعیانِ عیسائیت کی مدح نہیں ہے۔ کیونکہ یہ لوگ بھی اپنی مذہبی تعلیم کے خلاف بڑی بڑی خونریزیاں اور سفاکیاں کرتے ہیں اور کرتے تھے۔ انھوں نے بھی مسلمانوں کی عداوت اور کینہ توزی میں کوئی کمی اٹھا نہ رکھی، بلکہ آیت میں خاص خاص نصاریٰ کی حالت بیان کی گئی ہے اور انہی کو نرم دل، تارک الدنیا، زاہد اور قانع کہا گیا ہے۔

آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ جب مسلمانوں کو کفار نے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائیں اور ان کو برداشت کرنا مسلمانوں کی طاقت سے باہر ہو گیا تو رسولِ گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز مسلمانوں کو اجازت دی کہ حبشہ کا بادشاہ اصحمہ نجاشی نیک دل اور منصف حاکم ہے، تم اس کی

toobaafoundation.com

عملداری میں چلے جاؤ۔

حسب الحکم گیارہ مرد اور چار عورتیں یا دو عورتیں جن میں حضورؐ والا کی صاحبزادی حضرت رقیہ اور ان کے شوہر حضرت عثمان بن عفانؓ اور حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی زبیر بن عوامؓ وغیرہ داخل تھے مکہ سے حبش کو ہجرت کر گئے۔ اور دوسری ٹولی میں حضرت جعفر طیارؓ مسلمانوں کی ایک جماعت کو ہمراہ لے کر چلے گئے۔ یہاں تک کہ حبش میں ۸۲ مہاجر جمع ہو گئے۔ مکہ کے کافروں نے وہاں بھی ان غریبوں کو چین لینے نہ دیا اور قریش کے خاص خاص آدمیوں نے جن میں ابوالحیسر اور عمرو بن عاص بھی داخل تھے نجاشی سے جا کر تحفے تحائف دے کر مسلمانوں کی بیخ کنی کرانے کا ارادہ کیا اور شاہ حبش سے جا کر کہا کہ آپ کے ملک میں چند غلام آ گئے ہیں ان کو آپ ہمارے حوالے کر دیں۔ یہ لوگ مسیح کو بندہ کہتے ہیں اور فساد پھیلاتے پھرتے ہیں۔ نجاشی نے جو خود عیسائی تھا مسلمانوں کو بلایا اور حبش میں اُن کے چلے آنے کی وجہ پوچھی۔ حضرت جعفرؓ نے سب مسلمانوں کے نمائندے بنے اور نہایت بیباکی سے آپ نے مذہب اسلام کی حقانیت اور رسالتِ محمدیہ کی صداقت ظاہر کی اور کہا کہ ہمارے پیغمبر پر خدا کا کلام نازل ہوتا ہے۔ شاہ نجاشی نے قرآن کا کچھ حصہ سُننے کی درخواست کی۔ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ جس میں مسیحؑ کے متعلق مفصل عقائد کا اظہار تھا سُنایا۔ اس پر نجاشی اور ان کے درباری رونے لگے اور حضرت نجاشی مسلمان ہو گئے۔ مسلمانوں کو حکم دے دیا کہ تم باطمینان رہو اور تبلیغ کرتے رہو۔ تم کو کوئی شخص تکلیف نہیں پہنچا سکتا۔ قریش کے ہدایا و تحائف واپس کر دیئے اور یہ لوگ اپنا سا مُنہ لے کر واپس آ گئے۔

بعض اہلِ روایت کا خیال ہے کہ حضرت جعفرؓ کی واپسی کے وقت نجاشی نے اپنے تیس مصاحبوں کو کچھ تحائف دے کر رسول پاکؐ کی خدمت میں بھیجا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو سورۂ یٰسین پڑھ کر سُنائی تھی تو وہ رونے لگے تھے اور کہا تھا کہ قرآن کو انجیل سے بہت زیادہ مشابہت ہے۔ بہر حال آیت میں حضرت نجاشی اور اُن کے ساتھیوں کی نرم دلی، موالات، مودت، ترکِ دنیا اور زہد کی حالت بیان کی گئی ہے۔

ارشاد ہوتا ہے کہ:۔ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۔ مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن تم کو یہودی اور مشرک نظر آئیں گے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝ اور مسلمانوں کے قریبی دوست وہ لوگ نظر آئیں گے جو عیسائی ہونے کے مدعی ہیں کیونکہ عیسائیوں میں بہت سے علماء زہاد اور مشائخ ہوتے ہیں۔ ان میں فروتنی، مسکینی، انکسار مزاج اور عاجزی کا مادہ ہوتا ہے۔ یہ غرور نہیں کرتے۔ ان میں سنگدلی نہیں ہوتی۔

(اس آیت کا تتمہ انشاء اللہ ساتویں پارہ میں آئے گا۔)

مقصودِ بیان تمام اہلِ شرک اور یہودیوں کو مسلمانوں سے سخت ترین اور دلی بغض ہے اور سب سے کم عداوت نصاریٰ کو ہے۔ عیسائیوں میں تارک الدنیا راہب اور زاہد علماء کی کثرت تھی۔ قناعت اور نرم دلی کا مادہ ان میں بہ نسبت یہودیوں کے زیادہ تھا، وغیرہ۔

toobaafoundation.com